

حصہ دوم

# مشکوٰۃ تھمازیت



مملو

بمعارف و ارشیہ



از

مولانا فضل حسین محدثی بخاری آنادی

حافظاً گر وصل خواهی خلیج کون باغام و نام  
بامسلام اللہ اللہ با بر سمن رام رام

## رجوع خلافی و طلاقی بیعت حضور انور کی ذات

خوبیوں سے آراستہ تھی ان کا تمام وکال بیان نہیں ہو سکتا۔ جو بات تھی وہ  
لا جواب تھی کہ دسمجھنے والوں کو سیرت ہوئی تھی جحضور پر نور کو دیکھ کر خدا یاد آئتا  
جس طرح آپ بزرگی و صفات کا ایسا میں غرب اشل تھے اسی طرح منع خلافی  
بھی تھے۔ یہ بھی اک دولت خداداد ہے کہ خدا دند کر یہم جن مقدس نفس  
کی ذات سے اپنی قدرت کا طبقاً کا کوشش چیرت انگریز دیکھاتا ہے۔ ان کی رفتہ  
منزالت کا مخلوق کو روپیں سکھ بھاگ دیتا ہے۔ حضور پر نور مخلوق کی لگاہ میں ہمایت اور  
عزیز و محبوب تھے، آپ کے مہام و صفات خوارق عادات و کرامات  
فیوض و برکات کی مشک و عنبر کی طرح خوبی پھیلی ہوئی تھی کہ لوگ مست دیکھو  
ہو کر حضور انور پر گرتے تھے:

بُو الْغَفْتِ كَيْسُوكِ جُوْ مُحْمَّلٌ تُوْ عَجَبْ كِيْ

تم جانتے ہو شک خطا ہو نہیں سکت

حضور انور کی جانب بخلافتی کی رجوعات تھی وہ بے شل تھی جس شہر و تصبہ و  
قریہ میں آپ پہنچتے تھے دہل کے باشندے بلا تفرقی مذہب و ملت مسلمان و ہندو  
نصاری و سید و سب کے سب آپ کی طرف پہنچ آتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا  
کہ کوئی حصی ہوئی زبردست قوت ہے جو سب کو کٹاں کٹاں یہی چلی  
آتی ہے۔

اور آتا نہ عالی پرہزاروں جاشاروں کا مجمع رہتا تھا۔ ہر مذہب و ملت  
کے ازاد رپاٹ کی ولایت تامہ کا ایسا اثر تھا جس سے خدا کی شان نظر آتی تھی۔  
دارِ قیامت پر زاروں کی بھیر گئی رہتی تھی۔ شانہ سے شانہ چھتا تھا اور حق تو یہ ہے کہ یہ

نامہ دو درج عاہت خاتم آپ کی غلطت و جلالت کی بیان دلیل تھی۔ ابوالمریں  
ردم ہے: خود بنا سند آئتا ہے رامیل  
جسٹس کر توڑ آفتابے مقتولیم

ایں جلالت در دلالت صادق است

آٹ کی چوکھت پر ہر وقت میلے لگا رہتا تھا۔ سائک کی نیڈوب رندا رسا۔  
عالم باہل فلسفی منطقی۔ شیرپری شیعہ۔ سُنی۔ یہودی پارسی۔ انگریز و فیرہ و فرنگی  
للت کے افراد کا جم غصیر رہتا تھا۔ خدا کی رحمت کی طرف آپ کا دروازہ کسی نیک و  
بد پر بند نہیں تھا۔ آتا شر عالم پر عجیب سماں رہتا تھا۔ کوئی تڑپ رہا ہے کوئی  
کوئی گریہ دبکا میں بٹلا ہے کوئی سر جھکا ہے ہوئے مرائب ہے کوئی سر بخود ہے  
اور زبانِ حال سے کہہ رہا ہے ہے : (جناب جلیل یعنی )

دیتی ہے مزان انسیے سانی ترے در پر  
اک سجدہ جو کرتا ہوں تو یقینی ہے ہمیں اور  
ایسا ہے کہ لوٹا ہی کریں خاک پر عشا ق  
منشہ ہے کہ ہمار ہو کوچے کی زمیں اور

الحمد للہ کب کسی غلطت و شان تھی کہ بڑے بڑے فلاسفہ جو کرامات و محجزات  
پڑھتے اکر تے تھے آپ کے قابل ہو کر جاتے تھے۔ بڑے بڑے دہریوں نے دجو  
ہی کر دیجیں بہر تو کیا خدا ہمک کے قابل نہ تھے، حضور انور کے دست سنت پرست بر قوہ کی  
ہے۔ خدا جانے کیسی کشش تھی کہ کسی خیال سے کوئی شخص سامنے آجائے پھر نہیں  
کہ دل سلامت میکر جا سکے۔ دراقدس پر پاروں طرف مجع خلائق رہتا تھا اکڑا دناتھا  
راہ چلنادشوار ہوتا تھا ہے :

مرا بہ کوئے قور نتن چے مشکل افتاد است  
بہر کجا کے نظر بیکشم ول افتاد است

حضرت انور کا گذر جس راستے ہوتا تھا اس میں چلنادشوار ہو جاتا تھا پھر جو  
پرلوگ قدم بوسی کے لیے کھڑے رہتے تھے اور قدم قدم پا لگھیں بچائی جاتی تھیں

حضور انور کی جانب رجوع خلاف تھی اس کا بیان نہیں ہو سکتا ہب لگوں سے  
وہ سماں دیکھا ہے وہ اس کو قیامت ہمک نہیں جھول سکتے۔

چنانچہ سیدی مولوی سید شرف الدین صاحب قبل وارثی (آنہ میں نہ  
ایگزیکٹو کوشل بیار) نے اپنی بیعت کا واقعہ خود اسال فرمایا ہے جو بنیات دفعہ  
ہے جس سے ظاہر ہو گا کہ حضور انور کی جانب کسی رجوع عاتی تھی کہ ان لوگوں پر انور کی  
کام عالم چاہتا تھا جو لوگ بیعت نہیں ہوتے تھے وہ بھی حضور انور کے قابل ہو جاتے  
اوپر واڑ کی طرح اس شے احمدی کی طرف بے اختیار کچھ جاتے تھے جناب  
مددوں اشان بیا پس بیعت کا واقعہ اسال فرماتے ہیں وہ حسب ذیل ہے تھے:  
آں دل کہ رم منودے از خوب رو جواناں

دریزین سال پیسکر بر دش ہیک نگاہ ہے

میرا دلن مو ضع نیو را میں ہے جو پیٹھ سے قریب اوپھواری سے زیادہ  
متصل ہے، بھلواری میں ایک خانقاہ ہے جہاں عرصہ دراز سے صاحب بخارا  
رہتے ہیں، جن کے پیاس پیری و مردی کا سلسہ عمدیوں سے جاری ہے۔ میری  
یاد میں کل دو شخصوں کو سمارے مو ضع میں دہاں بیعت انصب ہوئی ہے بوجہ  
اگر زیستی دائی اور تعییم موبیودہ صاحب این شورہ کو مطلق بیعت کی طرف توجہ نہ تھی  
بعد انتہم تعییم میں انگلختان سے شہادت کے آخر میں واپس آیا اور کچھ دفن پڑھر  
کر کھلتے گیا اور کھلتے ہوئی کورٹ میں اندر اچھا نام کے بعد وکالت شروع کی میسے  
ایک دوست مستحب اطاعت حسین تعییم عربی کے زمانہ میں میرے ہم مکتب وہ مبت  
تھے، اور مولیانا عبد اکبر یعنی صاحب متولی شیخ فون ہمارے استاد تھے۔

مولیانا موصوف بنیت متحقی و پرہیزگار عادی و زادہ صابر و شاکر ذاکر دشائل  
بزرگ تھے، اُن کے اوصاف حسن سے ہم لوگوں کا یہ خیال تھیں کہ درجہ تک پہنچا  
ہوا تھا کہ اگر بیعت کوئی چیز ہے تو مولیانا عبد اکبر یعنی صاحب پیر شناسے کے لائی ہیں۔  
جب میں سکھتے ہیں تھا تو مولوی اطاعت حسین صاحب بھی وہیں تھے۔ ۱۹۴۷ء کے  
آخر موم سرہ میں وہ پیش نہ آئے اور دہاں کی واپسی پر مجھے بیان کیے کہ

مولیانا عبد الکریم صاحب پاکشم کے ایک بزرگ سے میری ہوئے اور درست ویں  
نہیں بلکہ ہماری برادری کے قل مروڈی اور بورتوول نے اپنی بزرگ سے بیت  
کی ہے۔ مجھے سخت تجھب ہوا کہ کہاں وہ نیچر پالیں توہاں انگریزی والی وہ آزادی  
اور کہاں یہ سیاست ہیں تھے اس نیبر کوئں کر مولوی اطاعت ہیں صاحب سے  
کہا کہ میں تعطیل ہیں دلن جاؤں گا اور اپنی برادری والوں کے لیے ایک پاکی ناد  
ہنواں گا۔

ابھی تک مجھے یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ وہ بزرگ کون تھے کہاں کے رہنے  
والے تھے اور ان کا نام کیا تھا۔ پہنچاہ کے بعد جب تعطیل کا زمانہ آیا تو میں پہنچ  
پہنچا اور خاکب مولیانا عبد الکریم صاحب سے قدم بوس ہوا۔ اگرچہ وہ میرے  
استاد تھے مگر میں ان سے بہت شوخ تھا۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ حضور نے  
مجھے فتح و فرائض سب فنون پڑھانے کے لیے سرتباہیا کہ سیاست کیا شے ہے اور فروری  
ہے کہ نہیں۔ مولانا نے فرمایا یہ تھے۔ ”ہے م Gould سر شرست کی چیزیں ہے میں نے  
پوچھا کہ یہ بزرگ کہاں کے رہنے والے تھے اور کون تھے۔ انہوں نے پڑھنے  
بتایا۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ آپ کے پیر صاحب میں کچھ کلامات و خوارق عادات  
وغیرہ ہیں کہ نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے خلا ہرا اور کوئی بات نہیں دیکھی الیار  
کہ طبع درص بالکل نہیں ہے۔

میرا یہ نیال ہیش سے تھا کہ پیر بتا ایک پیشہ ہے جس کے ذریعہ سے لوگ  
ٹکم پر درمی کرتے ہیں۔ میرے دل میں مولیانا کے پیر صاحب کی اتنی قدر ضرور  
ہوئی کہ وہ دنیا دار نہیں ہیں۔ اس کے بعد کچھ عرضتہ کی میں اس مقصد کو بھول  
گی۔

۲۸۲ سالہ کے آخر فروری یا اوائل مارچ میں جناب پیر صاحب پیش  
تشريع لائے۔ میں اپنے دلن موضع نیورہ میں تھا۔ اس زمانہ میں نیورہ ایش

ز تا لوگ دانا پور آکر ریل میں سوار ہو کرتے تھے۔ میں پڑنے جانے کے لیے دانہ پر کل ایشیان پر نشیا اور جس بڑیں میں جانے والا تھا اسی طریق میں حضرت اقدس شریعت لائے کو تھے۔ یہ اول دیدا اس جانب کا ہوا جس کی علمائی پر اب مجھے فخر سے میرے برادر عالم زاد خان بسا درمود لوی فضل امام صاحب مر جرم و مخمور جانب پر قبر نامہ قبر کے ہمراہ دیوہ شریعت شریعت لائے تھے۔ ایشیان دانا پور پر ایک جماعت کی شریعت کی موجودتی میں ان سب سے اگر تھا چند منٹ میں ریل آئیں اور دینے کی مردیں کی موجودتی فرشت کلاس میں ایک نظر آیا۔ خشن لا جواب آنکھیں متاثر اور ریلی، گھونگھڑ والے سیاہ و سفید بکھرے ہوئے باں جھروپ بالکل مخصوصیت۔ ریل کھڑی ہی ہوئی تھی کہ میرے اس وقت کے خیال سے جاہلوں نے قدیمبوسی شریعت کی، اس وقت میں انگریزی بس میں تھا۔ میں کہلے ہوں کے در میان ایک لما چڑھت تھا۔ میں کہ نہ رہے میں اس خیال سے ہمیں چھامت کا وصبت مجھ پر بھی نہ آجائے۔ بالکل اگر کھڑا تھا خان بسا درمود لوی فضل امام صاحب مجھے ایشیان پر دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے مجھے بڑی یحیت ہے کیونکہ دیوہ شریعت سے سیاہ تک جناب اقدس نے بارہا تم کو پوچھا ہے کذھیر الدین کا بھائی بالشریعت پر ہو گا کہ نہیں مجھے ملے گا کہ نہیں۔

خان بسا درمود لوی ذخیر الدین صاحب دارثی کی ایس آئی دعا الہام ریاست جو پال جن کا وصال جو پال میں ہوا ہے۔ میرے حقیقی مجھے بھائی تھے، بھائی صاحب مر جرم و مخمور اس میں شکیو دیگر صاحب جان نیورہ مردی ہو چکے تھے، اس وقت ایشیان پر موجود تھے۔ بعد حصول قدیمبوسی میرے پاس تشریعت لائے اور مجھے دریافت ذمایا کر تم کو جناب قبلہ سے ملئے میں کچھ عذر تو نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا مجھے کیب عذر ہو سکتا ہے۔ غرض کر اسی انگریزی بس میں ہاتھ میں چڑھت یہ ہوئے میں اس درجہ میں داخل ہوا جس میں حضور رونق افرور تھے۔ حضرت اقدس سنت مجھے اپنے استر پر میٹھنے کی اجازت دی میں اس وقت بلکہ ادا دب پڑتے پیتا تو رہ تھا لیکن روشن چڑھت دھوان نکلتا ہوا ہاتھ کی انگلیوں کے درمیان دبا ہوا حسر در تھا۔ انگلیوں کا نکل پور

دو اور ہوئی داتا پور سے باکل پور کی راہ پر وہ پندرہ منٹ کی ہے اتنے تھیں وقت  
میں زیادہ گفتگو کا موقع نہ ملا۔ جناب اقبال سے مجھ سے فرمایا:  
”تم انگریزی جانتے ہو ہی“

میں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ فرمایا:

”تھباری انگریزی والی تمارے لیے قواب ہے؟ یہ بھی فرمایا کہ اگر تم  
کو شش نکرتے تو مولوی عبد الحمی صاحب کو خود رہا ہو باتی۔  
اس کا تھقیر قصہ یہ ہے کہ مولانا عبد الحمی صاحب اور مولانا ابوالایم صاحب  
سکان فرنگی محل بخوبی پر درجناگہ سے ایک دارثٹ گرفتاری باری ہوا تھا۔ مقدمہ  
یہ تھا کہ ایک نبائش لاکے کو عالمیں بیکالاے گئے ہیں اور اسکو مسلمان کر دیا ہے ورنہ  
صاحبوں کو یہی نے درجناگہ کی کچھی میں حاضر کیا اور بعد کو شش بیٹھ دو ہوں کی ہے  
جرمی ثابت ہوئی اور ربانی ہوئی۔ اس مقدمہ میں میں نے کچھ منداشت بھی نہیں  
لیا تھا۔ اس مقدمہ کے تینجہ کی شہرت اطراف لکھنؤ میں بہت تھی اور حضرت صاحب  
قبلہ کو بھی اس کی اطلاع ہوئی۔ اس کا ذکر حضرت نے فرمایا۔

جب گاڑی بانکل پور پہنچی تو مازین کا ازدھام تھا۔ میں اپنے کوان لوگوں سے  
بپاکرا یعنی کے باہر آیا اور مدد اپنے برادر عالم زاد مولوی سید ناصر الدین صاحب کے  
دھونیہ شرifu سے بیعت ہو چکے تھے، میں اپنی کو بھی پر گیا وہاں میرے آنے کی  
پہلے سے اطلاع تھی۔ مولوی سید ناصر الدین صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ موقعاً پاپا  
ہے حضرت جانبی صاحب قبلہ تشریف لائے ہیں تم بھی مرید ہو جاؤ۔ میں نے کہ  
کمیستہ نزدیک بیعت کوئی چیز نہیں ہے مگر دام تک پڑنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ جب  
تک دل کو شکر کرے نہیں بیعت کوئی چیز نہیں ہے اور اگر کچھ ہے تو ہے:

بیعت مجھے خدا سے ہے یہ اسط نصیب

وست خدا ہے نام مرے دستگیر کا

کوئی سے نا شستہ وغیرہ کر کے میں نہان بسا در مولوی فضل امام صاحب  
کے مکان پر پہنچا جہاں حضرت صاحب قبلہ تشریف رکھتے تھے وہاں ایک عجیب نظر

تھا زازین کی بڑی کثرت تھی۔ عالم اور جاں اولیٰ اور اعلیٰ تشریعت اور زادہ رحمت  
اور مرد، گانے والے اور گانے والے ایسا غرض کو بڑبند کے افزاد کا دلائیں کر  
تھا میں یہ واقعہ دیکھ کر سخت متوحش ہوا۔ اس گروہ کے افسر یا خادمِ امام  
مولانا عبدالکریم صاحب تھے اور ان کی عجیب اللذت بخش کی قیمت تھی۔ کوئی نہ لے دیا  
باندھتے ہوئے، عالم کچھ کھلا اور کچھ بندھا ہوا اکھیں مست و سرفت، میں نے دیا  
سے عرض کیا کہ مجھے یعنی حضوری کی اجازت ہو، اسی وقت الحلقہ ہوتی اور جو دیا گی  
کرس کے اندر دوسرا فصل تھا حضور پیر نور بصر پر اپارستراحت فرماد ہے تھے، تو کس جو  
اطہردار ہے تھے میسے پڑے بھائی خان بادمو لوئی فتحیہ الدین صاحب والی  
سی اسی آفی حضور انور کے کچھ میٹھے ہوئے پشت مبارک دبار ہے تھے مجھے دیکھ کر  
جناب قبل اٹھ میٹھے اور فرمایا:  
”میٹھے جاؤ ایک طرف تم اور ایک طرف تبارے بھائی۔“

اول سوال یہ ہوا کہ:

”بالستر تم کسی کے مزید ہوئے ہو کر بنیلیں؟“

میں نے عرض کیا کہ حضور اہمک تو اتفاق نہیں ہوا۔ ارشاد فرمایا کہ:

”صحت پا تھک پڑنے سے کچھ نہیں مہتمما جب تک ول کون کچڑے؟“

مجھے تعجب ہوا کہ دھی کلمات جو میرے منزے سے سکھتے تھے حضرت نے ارشاد  
فرمائے میں تقریباً آؤ دھنگھٹے سہب حضوری میں رہا۔ پچ کم میں نے لورپ کی سیاحت  
بہت کی ہے جنہوں نے زیادہ ترازوں وال جرنی کا دریافت فرمایا حضرت کے سوالات  
سے یہ بات نہ لامہ ہوتی تھی کہ حضور جرنی تشریف لے گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ  
حضور جرنی تشریف لے گئے ہیں۔ فرمایا:  
”مال بہت زمانہ ہوا۔“

میں کہا سے باہر نکلا تو دیکھا کہ جس کپڑا اور زیادہ ہو گیا ہے میں نے اس  
میں خیال کیا کہ اگر میں اپنی کوشی پر زبانوں کا توہاں زین پر سما ہو گا، غمینہ آ  
کی وجہ سے کہیں بد کوشی نہ ہو جائے۔ میں اس خیال سے چل دیا کہ اپنی کوشی پر جا کر سوچ دیا۔

اور صحیح کو حاضر ہوں۔ کسی شخص نے کہا کہ تصور سے رخصت ہر آنکھیں سے جواب دیا کہ میں میں سے رخصت ہوتا ہوں اگر حضرت صاحب قبلہ نگہ دی تو انہیں نہ بہر جائے گی میں کوٹھے سے اتر سنبھلیں والی تاریخیم شاہ صاحب نے کہا کہ کار بلاتے میں میں خانہ ہوا تو فرمایا:

شرفت الدین تسلیم یاں سے میں مکملیت ہوگی، تم اندر پڑھاؤ رخصت ہوئے کے لیے خلیا ہے:

اس قسم کے واقعات مجھ پر تسویہ کرنے تھے تو گوں نے تصور کر مجھ سے غلیب دیکھ کر مجھ سے کہا کہ مرید ہو جاؤ۔ میں نے سب کوی کسی جواب دیا کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ نے خود فرمایا ہے کہ :

”ما تحریک کرنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک دل کو نہ کھڑے“

تین دن قیام کے بعد حضرت صاحب قبلہ درجہ تشریف لے گئے اور تین چار روز میں واپس تشریف لائے۔ مجھے یہ خبر ملی کہ میرے کردار میں موشن نیورہ کو تجویز لے جائیں گے۔ میرے بڑے بھائی مولوی نصیر الدین صاحب مدظلہ المام جو پال بوریہ علز منت جس روز حضور وہاں تشریف لائے حاضر ہوئے۔ مجھے بذریعہ خط اطلاع دی کہ میں نیورہ جاؤں اور استقبال کروں۔ پچھاپتے میں نے تعییل کی حضور اوز تین دن نیورہ میں علوہ افرزور ہے۔ میری طلبی بارہا ہرا کرتی تھی اور باقی میں ہوا کرتی تھیں مگر وہ باقی کیا تھیں عشق و محبت کے انسان تھے۔

مشہد جس سجن امام مدغمہ اس وقت بہت صیغہ اسن تھے جو آخری دن تصور کے قیام کا تھا اس روز عصر کے قریب جس سجن امام مدغمہ میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ حاجی صاحب قبلہ نے یاد فرمایا ہے۔ میں اس وقت کتاب دیکھ رہا تھا میں نے کہا تم ملپو میں آتا ہوں۔ دو چار دن قریب پڑھنے کے بعد میں خانہ فردست، دہلی ہوا اس وقت تک میری مطلق خواہش مرید ہوئے کی متحی پڑھنے کے لئے۔ پہنچا جسماں حضور تشریف رکھتے تھے۔ دہلی پنجور حیم شاہ صاحب کے اور کوئی نہ تھا۔ میں باکر بیٹھا تو حضور نے نظر مبارک اٹھا کر مجھے دیکھا میں نہیں

کہ سکتا کہ وہ نگاہ تھی یا جادو سس سے مجھ پر ایک عالم بخودی طاری ہو گیا۔  
صرن اتنا یاد ہے کہ میں نے حضرت صاحب قبلہ کا دست مبارک پڑھ لیا۔ یہ خبر شریف کی کیلئے  
سلسلہ میں مرید ہوا اور مجھ سے کیا پڑھوا یا گیا اتنا ضرر یاد ہے کہ میں مرید ہوا اور مرید  
ہونے کے بعد حضور پر فوٹے شفقت سے ایک گھونسہ میرے رہنے شاہنپر ما رہا اور  
ارشاد فرمایا:

”تو بجا کا پھرنا تھا جانتا ہیں کہ تو میرا محشوق ہے: یہ خلاصہ میرے ادیہ بن

کے واقعات کا ہے۔  
حضرت انور پر سر مذاق کے لوگ جان دیتے تھے اور جن کے نزدیک پری  
مریدی کوئی چیز نہیں تھی وہ بھی حضور کو دیکھ کر قائل ہوتے تھے۔  
مولانا سولوی سید عبد الغنی صاحب قبلہ وارثی یہاری مترجم ملیحات اکبریٰ  
الكلم الروحانيہ وغیرہ رفتہ استاذت اکاؤنٹنٹ جہزل حیدر آباد دکن پانی  
بیعت کا واقعہ اور بجوع خلافتی کا تذکرہ تحریر فرماتے ہیں جو حسب ذیل ہے:  
”میری جی پر صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ میں مرید ہو ناچاہتی ہوں اور میں نے  
ان کو بحراں دیا تھا کہ ہماری ادراس کے مضافات میں تو مجھے کوئی معلوم نہیں  
ہوتا جس سے میں کہوں اُس سے مرید ہو جائیں گا:

چنانچہ جب حضور پر نور پنجی تشریف لائے تو میں حاضر ہوا کہ اگر دل نے قبول کیا  
تو جی صاحب کو بیعت کر دوں گا میں حضور پر نور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے کے بعد کہاں پڑے یا  
اور جی صاحب سے یہ کہہ کر واپس چلا یا اگر پھر میں ایک بہت بڑے بزرگ تشریف  
لائے ہیں آپ اگر ان سے مرید ہو جائیے۔ میری والپی کے بعد میری جی پر صاحب  
اور میری دنوں بہیں اور میری علاقی والدہ اور میری بیوی سب سواریوں میں  
آئیں اور حضور کے وستے، ہمارک پر بیعت ہرگئیں، اور میں بھی مرید ہو گیا۔  
کی مردم شماری کا آخری دن اسکی زمانی میں واقع ہوا تھا جب حضور پر نور پنجی میں  
رونق افزور تھے۔ اس سبب سے معلوم ہوا کہ مردم شماری کی شب کو پنجی میں  
پانچ سو بیساں باہر کی موجود تھیں جو حضور سے مرید ہونے کو اس پنجتے سے کاہوں

میں حاضر ہوئی تھیں۔ علاوہ ازیں وہ مستورات جو اس پاس کے مواضعات سے  
بڑا رہ آتی اور پلی جاتی تھیں ان کی تعداد بڑا روں سے تجاوز تھی۔ اس زمانے میں بلخی  
کے قریب و جوار میں کہاروں کی گاہ اس تعداد پر تھی کہ جس کا دوں سے دوڑا  
جو کڑا ہی کہاروں کی مزدوری مختصر تھی وہاں روپے اور دوڑے کے کہار مزدوری  
ہو گئی تھی۔ اور ہر سرگست سے خافتہ امدادی چلی آتی تھی۔ خود میری بستی کے دو گوں  
میں سے جو بہت کم مریب ہوتے ہیں میرے ساتھ چالیس زن و مرد فریہ ہوئے۔  
مشی عبد المعنی صاحب وارثی رئیس یونیورسٹی غنی خان محلہ رائے بریلی کھجور میں  
کہ جب حضور پلی مرتبہ درجبلک تشریف لے گئے ہیں توہاں اس زمانے میں ایک  
چھاؤ شاہ نامی ایک بندوب دویش آبادی کے باہر رہا کرتے تھے جو کے  
قام لوگ متعقد تھے۔ حضور انور کے درجبلک میں تشریف لے جانے سے قبل روز قبل  
چھاؤ شاہ خلاف خلاف عادت شہر میں آئے اور جابجا ادھ پنجے شیلوں پر کھڑے ہو کر  
کہنے لگے: "یہاں تماشہ بنیے گا، یہاں اگر بنیے گا، یہاں روشن چوکی بنیے گا؛  
جانبجاہی کہتے پہنچتے جب نواب صادق محل خان صاحب اور نواب  
انور محل خان صاحب کی کوشی ہمک پیشے تو ان کی کوشی کے عالی شان دروازہ کی طرف  
دیکھ کر بولے؟" یہ پھاٹک ادنی دھکیل دیں گے۔ میاں کے ساتھ ایک دنیا بولگی:  
کبھی منڈ اندز سے یہ صد اگلاتے تھے: "کھلورا آدمت ہے جواب شراب نہ  
پسے دہ بسوں نہ پسے دہ کا کہوں دل نہیں:

چھاؤ شاہ تمام شہر کے گھی کوچوں میں ہمایت جوش کے ساتھ صد الگاتے  
پہنچتے تھے۔ جب حضور انور دہاں تشریف لائے تو اس سرتیں دہاں کے  
روسا نے ڈراہتمام و انتظام کیا۔ ہر گلی گوچی میں بھلی کی روشنی کرائی گئی اور مختلف اقسام  
کے بابت جلوس میں بنتے جاتے تھے۔ حضور جس وقت شہر میں داخل ہوئے تو عرف  
قریب و جوار میں بہنیں بیکا اکثر دہراز مقامات سے لوگ آگئے تھے اور ایک  
لوگوں افسوس سے زیادہ کے مجھ نے حضور کا استقبال کیا تھا اور پاگل کے ساتھ  
استمدز ازین کی کثرت تھی کہیاں سے باہر ہے۔ حضور انور نے نواب صادق

علی خان صاحب کے بالاخانہ پر قیام فرمایا۔ ہر چند لوگوں نے کوشش کی کہ حضور انفر  
تھوڑی دیر آرام فرمائیں مگر زارین کے نوق شوق کا یہ عالم تھا کہ ان کی کوشش سے  
مکان کا دروازہ لوٹ گیا اور مجس کیڑہ وارث دار شہ کہتا ہوا بالاخانہ پر بیٹھ گی۔  
حضور انفر کی زیارت و قدموی کے بعد جب یہ لوگ رخصت ہوئے تو انہوں نے کہ کرو تو  
کر زاب صاحب کو نیال ہوا کہیر جیت بے اندازہ اور شہ رو جانی ایسی نہیں  
ہے جس کو کوئی طاقت روک سکے اس لیے حضور پر فر کے احت و آرام کا انتظام  
انہوں نے زمانہ مکان میں کیا درینگلہ میں تقریباً ایک لاکھ آدمی حضور انفر کے سلسلہ  
عالیٰ میں داخل ہوئے۔ حضور انفر کی رونق افرادی کے زمانہ میں بھاڑ رو شاہ بیڈ و بے  
یہ صد مگاست تھے۔

”بہر کا قلب اٹ بائے گا۔ اب ہال تو پکب اٹ لے گا“

اس کے بعد حضور بادوہ کی جانب تشریف لے گئے وقت رخصت بہت زیادہ  
مجس حضور کی پاکی کے ہمراہ تھا گر جا بھی حضور انفر و لوگوں کو رخصت کرتے جاتے تھے  
تقریباً دس کوں کی مسافت۔ ہر چلی تھی کہ دس ہزار آدمیوں کا مجس ہمراہ تھا جو  
رخصت ہی نہیں ہوتا تھا جناب مرزا نعم بیگ صاحب والی اور حضور کے خادم  
در محمد شاہ صاحب نے عرض کیا کہ حضور یہ مجع شکر مرید ہونے کے لیے ہمراہ ہے  
جب تک حضور ان کو تکمیل دیکر رخصت نہ فرمائیں گے۔ یہ رخصت نہ ہوں گے۔ حضور  
نے فرمایا:

”اپنا ہماری پاکی کی ٹول پر کھدو اور پکار کر کبد کو جس کو مرید ہونا ہو وہ ہمارا  
پاکی کو پیوے:“

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ سب لوگ ہبایت ادب و تنظیر سے اس پاکی کو چھوٹے  
تھے اور جو سنتے تھے اور آنکھوں سے گھاتے تھے اور آپس میں عد کی طرح لگھ لئے تھے  
آن لوگوں میں جو بحوث انساط اور تصدیقی تبلی کے آثار نظر آتے تھے۔ وہ حیرت انگیز  
تھے۔ حضور کے اس ارشاد سے عجیب شادمانی و مسترت کا عالم تھا۔  
مشی عبدالحقی صاحب والی تحریر فرماتے ہیں کہ حب حضور انفر رخصت سید

سماں اور خود کا زار ہی راجحہ اللہ علیہ کے عوام میں شرک کب ہوئے کے لیے بڑا بھی اشراحت  
لے گئے تو تمام بھی اس طرزِ نوٹ ٹوٹ کر گردہ تھا کہ سم دوک بزرگ بہراہ ہتھے سخت  
پروٹ لی ہو گئے حضور کو مزار شریعت نگار پڑھنا سخت دھوار ہو گیا پر عیسیٰ والوں  
لئے سخت مدیری کیوں کر حضور کو پہ آسانی مزدرا کاپ پنچا دیں مگر کامیابی نہ ہوئی باختر  
مزدرا شریعت سے چھپم جاپ بوج مسجد ہے اس کی خصیل پر حضور نے شستہ فرمائی  
اد مرصدگرین کی استدبار پر ان کی بیعت لینا شروع کیا۔ ایک پادر بیکادی گئی تھی جن کو  
پیک وقت بستریت اڑا دپکر لیتھے تھے اور مرید ہو جاتے تھے دو گھنٹے تک طالبانِ حق  
ستفیڈر بیوت ہوئے رہے۔

اس کے بعد حضور اور نے قصیدہ داپسی فرمایا ہر چند کوشش کی گئی کہ حضور کو  
آزم سے لے چکیں مگر نہ ازیں میں وہ بتوش و اضطراب تھا کہ سینکڑوں آدمی خیپے سے  
چک کر پریوں میں ہوتے ہوئے حضور نیک سنتے تھے قیامت میں حضور انور فوز کا گاہ  
نیک اشریعت لائے۔ اس روز حضور پر فور کی شام کی داشت تھی کہ فتح نہد خان صاحب  
عقلمند دار کے یہاں تھی۔ ان کا مکان حضور کی فروڈگاہ سے ایکس کوس کے فاصلے پر  
تھا۔ اس لیے وہ نیا ایتمام سے اپنے بہراہ کھانا ایکر آئے۔ راستے میں آتش بازی  
چھوڑتی اور بہیں بیس قدم پر قوالی ہوتی جاتی تھی۔ تین دن حضور پر فور کا بہراج ہیں قیام  
رہا بے شمار مخلوقِ الہی مسلمہ عالیے میں داعل ہوئی۔ داپسی میں حضور نے بہرام تھماٹ  
کے مت میر پنچکر مجید سے ارشاد فرمایا:

”عینی خان بخوبیں کو من تحامل گیا کرب سے کچھ نہیں علی البتہ کسب کا استدار اثر  
بے کہ مزدورگی مزدوری غافل نہیں ہوتی۔ یہ بات کہ من تو شدم تو من شدی مشکل  
سے سخت اور ریاض سے دوسرے قسم کے فائدہ حاصل ہوتے ہیں جو علم و عمل سے  
تعلق رکھتے ہیں۔ من تو شدم تو من شدی یہ کامِ عشق کا ہے اور عشقی رکسی کا دروزنی تھی اور عشق کا بے  
زور ہے تمام عالم میں عشق کی نمود ہے۔ اس کے بعد حضور نے یہ شعر پڑھاۓ:

بُلْكَ وَلَكَ رَاہو ائے دیگر ست  
من نیسا ائم کَد ائے دلبرست

مولوی حاجی نصیر الدین صاحب فتح پور حجتی حضرت مولانا شاہ عبدالصمد عابد  
سہوانی رحمت اللہ علیہ کے قدیم اور خاص مریدین میں میں بیان فرماتے تھے میں کہا  
ایک موضع چند رامنور گز مولیٰ نہلدر را تحریک سنبھالنے کا گھاٹ ضلع بارہ بکل میں بنانا  
ہوا۔ دہلی میں مسجدیں نہانکے یہے گیاتھا تو مسجد کے باہر پروہ کی دیوار میں ایک پڑا  
سوراخ دیکھا جو ہاتھ دوہاتھ کا ہو گا۔ میں نے لوگوں سے اس سوراخ کی وجہ دریافت  
کی تو انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت سیدنا حاجی صاحب قبلہ میں  
قشریت لائے تھے۔ قرب و جوار کی بے شمار مخلوق یعنی جمع تھی اسی قیام کے زمان  
میں بعد کادن بھی آیا۔ ازوہا مغلائی کو دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوا کہ کسی بڑے میدان میں  
نماز ہونی چاہئے تاکہ زائرین حضور پر نور کی زیارت سے اچھی طرح مشرف ہو سکیں  
حضور پر نور نے لوگوں کی تشویش دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ :

”مسجد کی پروہ کی دیوار میں سوراخ کرو وہ باہر ادمی کھڑے ہو جائیں گے۔ اور  
اس روزن سے دیکھتے رہیں گے۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا یہ سوراخ اب تک حضور کی یادگار موضع چند رامنور میں موجود  
ہے۔ حضور انور جہاں ہوتے زائرین کا ایسا مجھ کیشہ ہوتا کہ ایک بڑا میدان جاتا۔  
جس تدریج حضور انور کی جانب بغلائی کی کشش اور میدان تھا زبان ملداں کے بیان سے  
غایب ہے عجیب کیفیت تھی عجیب ذوق و شوق کا عالم تھا کہ ہر کہہ دہر پڑھہ من الشش  
ہے۔ چند واقعات کا کھجرا جاننا ضروری ہے کہ اس بات کا اندازہ ہو سکے کہ جب خدا  
کی بے شمار مخلوق حضور پر شیفۃ و فریستہ تھی تو ایسی حالت میں حضور انور فرد افراد کی  
طرح بیعت لے سکتے تھے آپ کے بیعت یعنی کاظمیہ یہ تھت کہ اگر ارض ادنات  
کم ادمی ہوتے تو حضور انور دستِ مبارک پر بیعت لیتے تھے اور اس ہوتا تھا تو اس کی  
دو صورتیں ہوتی تھیں یا تو حضور انور سب کو ایک نظر دیکھ کر فرمادیتے تھے کہ تم سب  
مریب ہو گئے یا حضور انور کے بیاس الہر کا کوئی سمجھا طالباً بات تھی کہ پڑھایا کرتے تھے اور  
خدمام بیعت لے لیتے تھے بعض مواقع پر یہ صورتیں بھی پیش آئی ہیں۔ جیسا کہ دریگ  
کی والپی پر کہ حضور انور کی پاکی کو چھوکر ہزاروں رشتہ ارادت میں داخل ہو گئے۔

یہ خصوصیت کی قوت روشنی کا کمال تھا کہ لاکھوں آدمی اس طرح مرید ہوتے اور آپ کی ذات میں انسانی صفات سے سب کی دستگیری ہوئی خصوصیت کے علاوہ گوشوں میں ہر فرد سب وغیرہ کے انسانی ارادہ میں آپ کے مریدین کا حصہ تھا کون شمار نہیں ہو سکتا۔

عکسِ مولوی گودولی صاحبِ دارالفنون پر تحریر فرماتے ہیں کہ شاہزادہ غلام محمد صاحب کا قول ہے جو اکثر فرماتے تھے کہ گروہ دارالفنون ایسا نیتیاں غیر مرتبا ہیں جس کا پتہ نہ ہے وشوہر ہے اس بیکل میں کہ گروہ دارالفنون اقسام کے ذمہ دشیں ہیں جس کو کوئی سمجھنا نہیں سکتا اور یہ سمجھب ایسے ہے کہ جو ہنس رنگیں ہیں ہے کامل ہے اور اسی رنگ میں نیز مقصود تک پہنچ گیا ہے مجہت اور درد سے کوئی خالی نہیں ہے بلکہ غلامان وارثی کی یہی نیتیاں ہے جس کو دیکھنے پر مجہت میں جلد ہے اور اس سیاہان نیتیاں ہی کی مکانی اور تواریث سے بچائے کی تمہیر اسی ذاتِ مستقیمِ السفا کی قوت کا مدد کا کام ہے جو بکو بارگاہ ایزدی سے یہ شرف و تقدیر ہے جو بڑے بڑے خود مندوں کے لیے مقابل ہے۔

اس طریفہ کی بیعت کو کوئی مہوس مبارک پھوکر مرید ہو گیا کوئی سامنے آتے ہی مرید ہو گیا کوئی پاکی چیزوں کو مرید ہو گیا پونکو یہ بیعت خصوصی اور کے ارشاد فرضی مبنی اور سے ہوتی تھی۔ اس یہی آپ بناکل کافی بیعت سمجھتے تھے اور خصوصی اور کی پاک اور مقدس روحانیت سے طلبان حق کو پوری تکمیل ہو جاتی تھی۔ اور حضور اس بیعت کو اس قسم کافی بیعت سمجھتے تھے کہ جب کوئی شخص ذکر دشمن کی تعلیم کے لیے ناخواستہ تو آپ بغیر تجدید بیعت تعلیم فرمادیتے تھے۔ جیسا کہ مسند آئانے والے دہلی بیعت حضرت مولانا مولوی قیام الدین صاحب قبلہ فرنگی محل عکسی خصوصی خصوصی اور کے مالات معلوم کئے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

”مگر سمجھب کوئی مرید ان سے تعلیم دانکار کی خواہش کرتا تھا تو بغیر تجدید بیعت تعلیم فرمادیا کرتے تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیعت کافی تصریح کرتے تھے۔“

حضرت اوزر نے جو ایک ساتھ مجھ کی بیعت اس طرح لی ہے یہ اپنے پانچ  
وقت کی دلیل روشن تھی کہ ایک نظر میں ہزاروں کو بیعت فرماتے تھے۔ آپ کے شفاف  
مریدین میں اور سب حضور انصور کے فیوض و برکات سے مستفید ہیں، اکثر حضور اوزر  
بیعت سے صرف اسی قدر ارشاد فرمادیتے تھے کہ:

”تم ازیں میں ہمارے مرید ہو پکھے ہو۔“

اور باقاعدہ بیعت نہیں لیتے تھے اب قسم کی بیعت جو کبھی میں لی گئی ہے بعد ایک شمار  
ہے، اس زمانے کے دیگر مستند شايخ عظام اور علمائے کرام نے بھی حضور پیر اوزر کے  
اس طریق بیعت کو جائز تسلیم کیا ہے۔

چنانچہ مولینا سید علی نقی شاہ صاحب نقشبندی مجددی تحریر فرماتے ہیں کہ:

”حضرت حاجی صاحب قبلہ سے ایک شخص بحوم میں مرید ہوا تھا جیل ہاتھی سے خود  
مولینا شا فضل ارجمند رحمی اللہ عنہ کی نعمت با کرت میں حاضر ہو کر طالب بیعت ہوا  
تو حضرت مولینا نے فرمایا کہ:

”پیری مریدی گھاٹ پھونس ہے جو جا بجا مرید ہونے کو لپرستے ہو جاڑ  
کافی ہے۔“

حضرت اوزر کی طرف میشان مخلوق کی گردیدگی تھی کہ انکے باقاعدہ بیعت کا انتظام  
ہو سکتا تھا، لگر حضور اوزر کی قوت کا دل سب کو دلیں سے مشرفت کرنی تھی۔

قاضی عبد الرزاق صاحب مارہوی حضرت مولینا صوفی محدثین صاحب مزادار کو  
رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین خاص میں ہیں بیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک بزرگ نے  
ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ حاجی صاحب قبلہ سے دریافت کیا کہ بے شمار غلوت  
اللی کو آپ بیعت فرماتے ہیں اس کا کیا سبب ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

”قیامت کے دن میں سب کو خدا کے روبرو پیش کروں گا کرتے کہاۓ اتنے بندوں  
نے میرے ہاتھ پر تو بک ہے میں شہادت کے لیے تیار ہوں وہ رحیم و کریم ہے۔ یعنی  
ہے کہ غفران و رحم و کرم فرمائے گا۔“

لی زمانہ حضور اوزر کے جو فیوض و برکات ہیں ان کی کوئی مثال نہیں ملتی، بکثرت

مریدین کی عصی دشکنگیری حضور نے فرمائی ہے وہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ ایسے مجھ کی بیعت کو بعض بزرگان عرض نہیں ہنا یہ غور و تعمق سے دیکھا ہے۔

مولانا حاجی شاہ سید ابو محمد علی حسن صاحب اشرف الجیلانی مندو آرائے پکوچہ شرایف تحریر فرماتے ہیں کہ دہلی میں ایک درویش سے مجھے ملئے کا انتخاق ہوا اتنا نئے گفتگو میں حضرت حاجی صاحب قبلہ کا وکرایا تو انہوں نے فرمایا:

”اس قوتِ بالمنی کا درویش زمانہ میں کوئی نہ ہوگا، حضرتِ ولی کے ایشیں پر ریل میں سوار ہونے کے لیے رونق از دوز تھے کہ صد بار مرد و نور بغرض بیعتِ حاضر خدمت ہوئے۔ سب سے ارشاد فرمایا کہ:

”جاوہم نے سب کو اپنی بیعت میں قبول کر لیا:

آن کل آن میں سب مرید ہو گئے۔ یہ کمال قوتِ روحی کا تھا صاحبا، حاجی صاحب دلایت کے ایک روشن آنکھاب تھے آن کے نماد نہ تھوڑے ہیں نہ محنتِ بیان ہیں“

ان روشن ضمیر درویش نے جو کچھ فرمایا وہ پشمِ بالمن سے تعلق رکھتا ہے

اس کے جلوے کا توکی کہنا مگر

ویکھنے والوں کو دیکھا چاہیے

حقیقت یہ ہے کہ حضور انور کی ادنی توجہ عالی وہ بات پیدا کر لیتی جو  
قابل حیرت تھی۔ آپ ہزاروں کو ایک آن میں شرف بیعت سے مستغیر فرماتے  
تھے اور اس زمانہ کے اکثر بزرگوں نے حضور پر فخر کی روحانی قوت کو نظر ناہر  
کے دیکھا ہے۔

حضور انور عکوماً سلسلہ قادریہ ریزا قیمہ اور حضرتِ نثاریہ میں بیعت یتھے تھے  
گرا کثر بزرگوں کو سلسلہ صابریہ وغیرہ میں بھی مستغیر بیعت فرمائیے۔ آپ جب فرد  
فردا بیعت یتھے تھے تو دقتِ بیعت میں با استغفار پڑھواتے تھے اور انہا ناہریل  
کہلاتے تھے:

”ہاتھ پر کڑتا ہوں پیر کا، ہاتھ پر کڑتا ہوں خداور رسول“ کا ہاتھ پر کڑتا ہوں پیغمبر

پاک کا۔

اس کے بعد اکثر اوقات کوئی خاص ہدایت فرماتے تھے جب مجید کثیر سے ایک ساتھ بیعت لیتے تھے تو بھی خدام اسی قاعدہ سے باہم بینہ اقرار یا کر تھتے۔ حضور افریق کے ان الفاظِ بیعت میں جدت ہے کہ نکر و گیر بزرگ ہیں یہ طریقہ اس طرح مروج ہیں ہے حضور افریق کے الفاظِ بیعت سے متعلق جوان الفاظ کی صراحت میں کافی ہے مولوی رونق علی صاحب داری الرزاقی پیشے گوری۔ ایک داعیہ تحریر کرتا تھے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور پرورد پیشے پوری میں رونق افزود تھے۔ آپ کے خدام در پیدائی و فقرتائی خرز پر ایک تمام پریشان ہوئے اپس میں گفتگو کر رہے تھے اور آپ کے محمد و محسن اخلاق و صفات پر بامددگار اطمینان خیالات کر رہے تھے۔ یہاں زیر بحث میں آگئی کہ آپ بالکل جدید طریق سے بیعت لیتے ہیں اور یہ الفاظ کہلواتے ہیں کہ:

”ہاتھ پر کڑتا ہوں پیر کا خداور رسول کا پیغمبر پاک کا۔“

اس میں کی راز ہے اور کوئی رمز فقرت ہے۔ ویگر سران طریقت اس قسم کے الفاظ میں اس ترتیب سے نہیں کہلاتے چنانچہ ان الفاظ کی شرستی میں تاویلات بیان ہو رہی تھیں اور سب اپنی اپنی سمجھ کے موافق شرح کر رہے تھے۔ شاہ مقصود علی صاحب داری لوزانہ مرقدہ جو ایک ست و مدد ہوئی بزرگ تھے ایک گوشہ میں خاموش بیٹھے ہوئے تھے جب بحث کو طلب ہوا تو ان لوگوں نے کہ حضرت آپ کیوں خاموش ہیں آپ بھی اپنی رائے کا انہصار کیئے۔ تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ:

”نفاذ خذلے اقرار و احادیث اور انفیذ رسول سے تصدیق رسالت او زینتن پاک سے اعتبار بالطہیر ہے اور ایکیں حضرت سیدۃ الشاندانوں جنت شہادسط“ شفاعة متفضن ہے جس شیع کو فیض رو جانی حضرت خاتون جنت سے ہوتا ہے۔ وہی عورات کی ہدایت کا جماز ہے اور اسی کا اثر ہدایت عرفان عمرتوں کے غلوب پڑتا ہے۔ اس تحریر پر گفتگو کا خاتمہ ہو گیا۔ جب بارگاہ عالی میں سب حاضر ہیں

ترضیو اخلاق نے بحالت کیف نہایت سرور کے بیان فرمایا کہ :

”هم چنینی میں وہم چنینی میں تھا صورت پس کیا تھا ہے۔  
ستورات کو بیت اپنے وقت آپ دست مبارک شیو دیتے تھے اور اپنے کو دلائل فتنہ تھے  
اور حضرت سیدۃ المسنّا کا اکم مبارک جو زبانِ عربی انہیں آرہان سے بیٹھتے ہے یعنی  
بات تھی کہ ستورات کو بیت کرتے وقت خصوصیت سے منہ چھڑایا کرتے تھے۔  
ہندوؤں کو بیت فرماتے وقت پیشیت فرماتے تھے و

”بُرْكَمْ چَلَانُوكْ لَيْخَمْ رَوْنَوْنْ خَجَكَانْ کَنْدَا“

جیب کی انگریزیہ بودی کو بیت فرماتے تو ارشاد فرماتے تھے۔  
”وَمَحْسُورٌ مُوسَى الْكَلِمُ اللَّهُ عَلَيْهِ رَوْحَ اللَّهِ مُسَمِّدُ رَسُولُ اللَّهِ كَمْ کَنْدَا اُور  
حِرامَ نَكْهَانَا“

یہ انسانی خلاودہ استغفار اور ان اخلاق بیت کے ارشاد فرماتے تھے جو  
ضھور اور کاملاً طریقہ مذکور ہو چکا ہے۔  
بیت لیتے وقت اکثر پیشہ کے اعبار سے کوئی نہ اس بیت فرمایا کرتے  
تھے کسی سے فرمایا کہ :

”اًتَحَدَكَ كَمْ رَهْنَا“

کسی سے فرمایا : ”خلم نَكْرَنَا“

کسی درزی کو مرید کیا تو فرمایا : ”کِرَانَهْ تَجَرَانَا“  
کوئی دکاندار ہے تو اس سے فرمادیتے کہ : ”پُورا تونا“  
چنانچہ جناب مولوی شیخ شیرسین صاحب تدوائی رشیں گدیہ دیر شراٹہ  
تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبیں بارگاہ داری میں حاضر تھا۔ ایک تین بیت کے  
لیے حاضر ہوئی معلوم نہیں کردہ ہندو تھی یا مسلمان حسب معمول آپ نے مرید فرمایا  
اور فرمایا :

”ڈندی نَهْ مَارَنَا“

لیجئے اس وقت تو یہ بہایت تعجب شیر معلوم ہوئی مگر بعد کوئی نے اے

وَأَنْ كَرِيمٌ سَے باکل مطابق پایا خداوند کریم نے خود اوزان کا خیال رکھنے کی  
ہدایت فرمائی ہے۔

اسی طرح حضور پر نور نصائح بھی ہدایت مختصر طور پر فرمادیا کرتے تھے  
ہر فہرست و فہمت اور ہر منشی اور پیشے کے ازاد آپ سے ہدایت ہوتی  
تھی ہر وقت آتا تھا عالی پرستیوں کی پیشیرتی تھی جیسا کہ عجیب سال تھا اور عجیب ہے  
جنت نظر آتے تھے جو ایک عدیم المثال متنفسِ انکھوں کے سامنے پیش

کرتے تھے ہے:  
وہ سکتے ہیں کہ در دازہ تک آنا بُشکل ہے  
تم کوئی کہاں رکھے جد ہر دم کیسو اور ہر دل ہے

### بعض واقعات بیعت | حضور پر نور کے طریقی ہدایت اور رجوعِ خلافتی کے ضمن میں مناسب

علوم ہوتا ہے کہ بعض واقعات کا ذکر کیا جائے۔ جو اگرچہ اس مناسبت کے لحاظ  
ہدایت کم ہیں ہجر جو عخلافتی حضور کی جانب تھی کیونکہ ایسے ہزاروں اہم واقعات  
ہوں گے جن کا ہم کو علم بھی نہیں ہے گریجو حاصل ہوئے ہیں وہ اس خیال سے درج  
کرے جاتے ہیں کہ ان سے اکثر دینی امور سائل پر روشنی پڑتی ہے اور نہاد کی شان  
نظر آتی ہے کہ جو مخدوس سوریوں بارگاہ ایزوی میں مستبول ہوتی ہیں خلافتی کی گاہوں  
میں ان کی کس درجہ و قعْت و غلطیت ہوتی ہے اور کس کس طریقہ ان کی تجربیت  
اور شرمن افقصاص کی تصدیقی ہوتی ہے۔ حضور پر نور کے نادوات و صفات  
میں ایک یہ بات بھی مشہور ہے کہ جو شخص کسی بزرگ سے مرید ہوتا تھا اس کو طلب  
ہیں فرماتے تھے اور اس کو ایک امر معیرب سمجھتے تھے۔ پھر اپنے یکم حجور مسل  
صاحب داریٰ فتحوری تحریر فرماتے ہیں کہ جانب حافظہ عبد العزیز سے فتحوری  
جو ایک معمر بزرگ ہیں اور حضور کے زماں شباب کے دیکھنے والے میں بیان  
فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور پر نور کی خدمت فیضدار جنت میں دو شخص نامن

ہوئے اور غمی کیا کہ اگر کسی کام شد پر وہ کرنا بانے اور مرید کچھ ماحصل کرنا پاہے تو وہ سکے۔ پیر کی طرف رجوع کر سکتا ہے، یا کس طرف اپنے سے وہ ماحصل کرے جائز نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ:

”مرید کو اپنا تین کمال کرنا پاہے، مرید ہونا پاہے بیٹے مرید ہو تو خاک کے ڈھینے سے ماحصل کر سکتا ہے：“

حضرت انور کے اس ارشاد سے ان کی پوری تکمیلہ دہالت ہو گئی اور وہ دو تصدیقی سے دامن ہبڑ کے خصت ہوئے۔

چودہ بیان کا مذکور حاصل ہوئے جو ایک مختصر بزرگ ہیں بیان کرتے ہیں کہ میں بارگاہِ عالیٰ میں حاضر تھا، حضرت مولیانا شاہ فضل الرحمن رضی اللہ عنہ کا ایک مرید حاضر ہوا جس نے یہ درخواست کی کہ مجھے حضور انور سعیت فرمائیں، آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا ”طلب صادق ہوں چاہیے：“

پھر فرمایا:

”ہر جگہ ایک بی شان دیکھے، بلکہ جگہ مرید ہونا مردوں کا طریقہ نہیں ہے ہر جائی عورتوں کا شیوه ہے：“

ہر چند لاس نے کوشش کی مگر آپ نے بیعت نہیں فرمایا۔ اکثر ایسے دامات پیش آئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ایسے لوگوں کو ہدایت فرماتے تھے طالب ہیں کرتے تھے۔ المبتداً بعض لوگوں کو خاص حالتیں میں تعلیم و ترقہ سے سرفراز فرمایا ہے۔ بلکہ اس کی خاص صورتیں تخلیق جنکی مثال کے لیے مولیانا حکیم مبارک حسین صاحب اور مشنی نہوں علی صاحب کے واقعات کافی ہیں جو دو خود تحریر فرماتے ہیں۔

## حکیم مبارک حسین صاحب کی بیعت کا واقعہ

حکیم مبارک حسین صاحب عربی و فارسی کے مشہور ادیب تھے شاعری

تھے تصور میں چند کتابیں نظم و شریں آپ کی تصنیفات میں مقبول خاص و عام ہیں۔ آپ اپنی خرقہ پوشی کا دادا قعہ خود عین ایشیان میں تحریر فرماتے ہیں جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

ماہ شوال ۱۳۷۰ء کو جب کہ میری عمر تا بابتیس برس ہو گئی مجھے تہہ بندہ عطا ہوا مجھے بحیث مولینا سید غفرالدین احمد المعرفت ریحکم با دشائے نقشبندی علیہ الرحمۃ سے تھی میں جب بنظر تفصیل و تکمیل فن طب ایمت ال آباد گیا تھا انہیں دلوں میں میری نقشبندی طریقہ سے تعلیم ہوئی تھی میں نے کتب طب مولینا علیہ الرحمۃ سے ٹھہی تھیں جب تک مولینا زندہ رہے میں برابر خدمت عالی میں حاضر رہا جب مولینا نے وصال فرمایا تو اجرائے مطب کے خیال سے شسرہ رہنے کا اتفاق ہوا۔ خلاف مذاق آدمیوں کی صحبت نے بیکار کر دیا چندے اپنے منولات سے اگل ہو گیا۔ اسی زمانہ میں حضور پونز عظیم آباد تشریف لائے اور خان پہا در سید فضل امام صاحب کے مکان پر قیام فرمایا میں بھی خدمت عالی میں حاضر ہوا تو حکیم بحقوب صاحب خیر آبادی نے عرض کیا کہ یہ بڑے سیاح ہیں بعداً وغیرہ کی تمام سیر کرائے ہیں۔

یہ سن کر حضور نے مجھ سے مبسو کی کیفیت پوچھی۔ بندہ اور شریف کر بلائے مغلی اور بخوب اشرف کا حال دریافت فرمایا۔ چنان تک میرا علم تھا عرض کیا۔ اس کے بعد تین سال تک بدستور مطب وغیرہ میں خدمت رہا۔ اسی دریا میں مجھے کلکتہ جانے کا اتفاق ہوا۔ میرے اکثر اعزاز دہاں تھے۔ ایک عزیز نے کہا کہ یہاں ایک دردش رہتے ہیں ان سے ضرور ملویں ان بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو تو دیکھتے ہی انہوں نے فرمایا ہے۔

گر بودے ذات حق اندر وجود

آب و ہل را کے گھک کروے سجود  
پھر ان بزرگ سے مذاق آمیز گفتگو ہوتی رہی۔ وقت خصت شاہ صاحب  
نے فرمایا：“ تم نے بہت دیر کی پھر یہکے جانا ”

میں اپنی جائے قیام پر آ کر کھانے وغیرہ سے فارغ ہوا اور سر ہاتھوں میں  
کی ریکھتا ہوں کہ دہی شاہ صاحب جگادر ہے ہیں، چونکہ کر بھی دیکھا تو ان کو موجود  
پایا، اس کے بعد میں پھر سو گیا تو تھوڑی دیر کے بعد شاہ صاحب کو بیدار کرتے ہوئے  
پایا، تین بار یہی کیسی خیت ہوئی مجھ کو ایک دوست کے ہمراہ شاہ صاحب کی خدمت  
میں گئی دیکھتے ہی فرمایا کہ رات تو خوب سوئے۔ میں نے کہا نہان فوازی خوب  
کی بھر شاہ صاحب نے یہ کہ کر خصت کر دیا:  
”تملاش کرو“

میں خصت ہو کر عظیم آباد آیا، یہاں وحشتِ دل اور ٹپڑہ گئی، اکثر شب کو  
دریا کی طرف چلا جاتا کہ بھی احباب میں جائیتھا ایک دن کچھ بزرگان دین کا ذکر آیا  
تو میرا قصد ہوا کہ میں اس زمانہ کے بزرگوں سے ملوں، چنانچہ اسی دن میں روانہ  
ہوا اور پہلے دیوہ شریعت حاضر ہوا وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت امام الاد لیا  
سہماںی تشریعت لے گئے ہیں۔ اسی وقت سہماںی گیا یہ بستی دیوہ شریعت تین کوس کے  
فاسطے پڑتے ہے۔

میں جس وقت تم مبوس ہوا حضور اموز نے مبتسم ہو کر فرمایا:  
”آگئے اچھا جاؤ مزے کرو“

میں نے کچھ مطلب اس ارشاد کا سمجھا جہاں اور لوگ میٹھے تھے وہیں میں بھی  
جا کر بیٹھ گیا، یہاں حضور اموز کے بعض اہل ریاضت فقراء کے حالات سن کر اور بھی  
وحشت ہوئی، بھر جب میری طلبی ہوئی تو میں حاضر ہوا، آپ نے ارشاد فرمایا:  
”جاوہ جاؤ یہاں دوں کا گذرنہیں ہے۔ تم تو مرید ہو چکے ہو جاؤ اسی کو کرو“  
اس ارشاد کو من کر میں نے اپنے دل میں کہ ”خیر یہ اپنی قیمت یہاں نہ سہی  
کہیں اور سبی مگر جو سوال کہ توں خاطر ہے اس کا جب تک جواب نہ ملیگا میں نہیں  
جاوہ گا۔“

بھر آپ نے طلب فرمایا اور دو تین باتوں کا جواب دیکھا رشد فرمایا وہ  
”اچھا جاؤ سہمنہ عشرہ میں عظیم آباد آؤں گا تو تم سے ملوں گا“

میں حضور سے رخصت سے ہو کر ادا آباد بخواہا۔ اس وقت یہاں چھٹے نہ کام لینے وقت سے تھے جو ملت اور صاحب میں تھے۔ ان سے ملاقات ہوئی، بالاتفاق سب نے یہی مشورہ دیا کہ استقلال سے زکر رہا اور نہ گھرا لے۔ اس کے بعد یہی خبر مولینا شاہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ و جن کے ہاتھ پر میں مسلسلہ اُقْبَلَ بَدِیْہی میں بیعت ہوئی۔ کے مکان پر آیا اور جناب مولوی میک الدین صاحب جو مولیٰ کے صاحبزادہ داشت اُن سے ملاقات کی جناب موصوف کو مجسے ولی رابط ہے۔ نہایت غماز فرماتے ہیں، مولوی صاحب سے عرض کیا کہ جب سے مولیٰ علیہ الرحمۃ شے وصال فرمایا ہے میرے دل کی بُجُبِیت حالت ہے اب آپ میری دشکنیری فرمائی۔

مولوی صاحب نے فرمایا:

”کہیں تم پر جناب امام الاولیاء حاجی سید دارث علی شاہ صاحب کی نظر تو شہیں پڑیں“

میں نے عرض کیا: ”وہیں سے ہونا ہوا آیا ہوں“

مولوی صاحب نے فرمایا:

”اب زمانہ میں کون اُن کے برابر ہے بہت مناسب ہے جہاں تھا رخصتم ہو کوٹش کرو“

ایک روز رکبر سید حاج عظیم ایاد علیاً ایک سخت کے بعد حضور پر نو عظیم آباد تشریف لائے۔ میں ماضی خودست بمال ہوا تو فرمایا: ”جاو“ اب جب میں ماضی تو تھی فرماتے:

”جاو، جاؤ“

میں نے ایک ساتی نامہ لکھ کر پیش کیا تو آپ نے خوش ہو کر ارشاد فرمایا:

”تو ازالی شاعر ہے“

اس کے بعد ایک ہوئی کی فرماں شہری میں نے ہوئی کمکوٹش کی دوین دن کے بعد حضور پر نو سیوان تشریف لے گئے۔ میں جی ساتھ ہو اب اس وقت

ایشیں سیوان پر آیا دل کی اور بھی حالتِ بدلت اس وقت کی منایت و رحمت بیان سے باہر سے دیکھا بخوبی کھا اور نہ سا بوسا گو رپھر تک حضور کے ہمراہ گیا۔ اس کے بعد حضور سے رخصت ہوا۔

دو قین نہیں کے بعد پھر حاضرِ خدمتِ عالی ہوا تو فتحور میں شرفِ قدیمی نصیب ہوا ایک شنوی کھوکھ کر پیش کی جس پر حضور پر نور بہت خوش ہے۔ پھر ایک شجرہِ عربی میں برشیل ارشادِ عالیٰ کھوکھ کر پیش کیا۔

دیلوہ شریعت کا حضور کے ساتھ گیا۔ اس کے بعد رخصت ہوا میں غیرم آباد واپس آیا تو دل کو کمالِ انتشار رہنے لگا۔ اسی حالت میں ایک شنوی فارسی زبان میں مٹھوئی مولانا روم علیہ الرحمۃ کے طرز پر کھنے کا اتفاق ہوا۔ اسیں جو کچھ کھا ہے اپنا واقعہ ہے۔

ایک شب کا ذکر ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے لوگ نزدِ بگ کا کفن پہن رہے ہیں۔ میں نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا ماجرا ہے زندگی میں کیوں کشن پہناتے ہیں۔ اسی انشائیں کیا دیکھتا ہوں کہ بہت سے آدمی جنازہ یہے جارہ ہے ہیں۔ میں نے پوچا کس کا جنازہ ہے۔ بیان پر مجھے یاد نہیں کہ لوگوں نے کیا جواب دیا۔ مگر اتنا کہہ سکتا ہوں کہ آوازِ آئی پانی لاڈ میں جلدی سے پانی لیکر گیا تو دیکھا کہ اپنا بھی جنازہ ہے۔ یہ خواب دیکھ کر سختِ تشویش ہوتی۔

جب شنوی فارسی ختم ہو چکی تو پھر حاضرِ خدمتِ عالی ہوا۔ اب کی دیلوہ شریف میں شرفِ ملازمت نصیب ہوا۔ حضور اور عذری ملاحظہ فرمائ کر بہت خوش ہوئے۔ اتفاقاً اس شجرہِ عربی کو جسے میں نے کھا تھا آپ خود میرے سامنے پڑھنے لگے اس وقت دل قابو سے جاتا رہا اور گریہ بے اختیار شروع ہو گیا۔ حضور اندر نے لگے سے لکھا یا۔ میں نے فوراً تہ بند کی تیاری کی اور جناب سیدِ محروف شاہ صاحب دے نظرِ شاہ صاحب و مولوی بشارت حسین صاحب کے ہمراہ تہ بند لیکر حاضر ہوا۔ حضور انور نے اپنا احرامِ شریف بچا کر رحمتِ فرمائ کارشاد فرمایا:

”لوہی کھن ہے، اس کو پن لو۔“

اس وقت اس خواب کی تصدیق ہوئی میں نے تھا بند باندھا اور ترک  
بلاس کیا۔

آٹ پنے سید عبدالادشاہ میرانام رکھا جل شاہ بزرگوں کی بات کوں  
کیا سمجھ سکتا ہے یہ سب ازالی معاملات ہیں درست کہاں میں اور کہاں یعنی سب  
سب آپ کی بندہ نوازی ہے پسک ہے تھے:

بے عنایات حق د خاصان حق

گر عاک باشد سیاہ سقش ورق

سید عبدالادشاہ صاحب کی بیعت کا واقع حضور انور کے طرز عمل کو حست  
سے بتاتا ہے کہ آپ دو سکر بزرگوں کے مریدوں کو بیعت فرمائے کے سکندر  
احتراز فرماتے تھے باوجود ان کی اخطر الی حالت اور خدا طلبی کے ذوق و شوق  
کے آپ نے یہی جواب دیا:

جاوہاریں والوں کا گذر نہیں ہے تم مرید ہو چکے ہو جاؤ اسی کو کرو  
جب انہوں نے اپنے پریکے جائیں اور صاحبزادے مو لوی یحیی الدین  
احمد صاحب سے دریافت کریا تو حضور نے خرقہ محنت فرمایا۔

مولانا سید عبدالادشاہ صاحب حضور پر انور کے ممتاز خرقہ پوشوں میں  
گذرے ہیں ٹبرے صاحب اصراف درویش تھے آپ کافار سی کلام نہایت  
مقبول ہے تجیر شخص تھا اس موقع پر دو قبیل عزلیں تبرکہ بر سبیل تذکرہ درج  
فیصل کی جاتی ہیں جو حقیقتہ ان کے علمی جذبات کا آئینہ ہیں ہے:

ساقیا بلگر ہے ایں ایک دست

بادہ مست بجام مست و مطرب است دست

مشی رو ز ازال رنگ و گر پیدا المنور

بزرہ مست و سرد مست و قمری و شہادت

جو شی مشی چوں علم ز در دل در برسینہ با

کوہ مست و کاہ مست و اعمی و فرہاد مست

متی مستان وحدتِ مست کرده در نظر  
 آبِ مست و خاکِ مست و آتش و هم باد مست  
 مست باده روز است اما بسیں،  
 حُنْ مست و عشقِ مست عاشق ناشاد مست  
 ایں چه مسیہ باست پیدایار باندر ایں جهان  
 پیغامِ مست و حقیقتِ مست و مفتی و جلادِ مست  
 پیغام سو صحرابکن در خیلِ مستان کمن نظر  
 بغرهِ مست و آهِ مست و نالِ زوفِ بیادِ مست  
 بواعجنب یہیں ما جراۓ جوشِ مستی بواعجنب  
 دردِ مست در پنجِ مست و خود تکمیلِ بیادِ مست  
 ذوقِ مستی حلاوت تانہ بنگرد جهان  
 ہبھرِ مست و صلیِ مست و سہوِ مست بیادِ مست  
 عالمے راست کرده ایں شراب داری  
 لیلی و محجنونِ مست و شاه عبدالآدمِ مست

منِ مست شراب عشقِ ذاتِ بیرونِ زهد و دلایں صفاتِ تم  
 تاسا غیرِ بخودِ می کشیدم بخیوفِ زہیم بردو ماتم  
 تالذتِ دردِ ہاچشیدم سیرابِ زچشمہ چیاتم  
 تامڑدہ رسیدا ز جنابے مفتون عطاۓ آن براتم  
 عالمِ ہم گشت ایں تختے  
 زینِ مذہب و ملت و صلواتم  
 ہر زمان شکل دگر پیدا کئی  
 جان عالم بیشتر شیدا کئی  
 گاہ گوئی ملن تزالی از زبال  
 گه تبلی برسر طوبی کئی  
 گاہ گوئی خود را ناجی از خودی  
 گه بر پوشی گاہ دادیلا کئی  
 در بس و کسوتِ محلو قب

اے تحریر نوش جامِ دارثی تا گنجانگرہ اونٹ کمن  
 دل فارغ زبند کا کل افکار میخواہسم  
 و گرنہ مرگ پیش از وقت رانا چار میخواہسم  
 بگویم فاش سر عالم مثال و ہم معنی  
 دلے بہشت نور مسیح اسرائیل میخواہسم  
 گناہم نیت غیر از عشق حسن در بادیگر  
 من انصاف از چنید و شبلی و عطا ریخواہسم  
 رہا کن تاب میرم سر خوش از بوش ولانے او  
 نہ من ایں جنتہ و سجتا دہ دوستار میخواہسم  
 بہشکوہ ترز باں دیدیم پاران طے ریقت را  
 تھیتے زیں بدب ترک دھلن ناچار میخواہسم

مولینا تحریر حسنة اللہ علیہ کا جو کلام بخوبی استفادہ ناظران درج کیا گی  
 ہے۔ اس سے آپ کے عاشقانہ مذاق کا پتہ چلتا ہے۔ آپ بڑے صاحب  
 شبہت درویش گذرے ہیں۔ آپ کے وصال کا واقعہ بھی نہایت حیرت  
 انگیز ہے۔

حاجی او گھٹ شاہ صاحب دارثی تحریر فرماتے ہیں کہ جب آپ بار  
 ہوئے تو دیوہ شریعت ہی میں تھے۔ نواب عبدالشکور خاں صاحب دارثی  
 رہیں اعظم دھرم پور علاج بلند شہر نے حضور پر ننک خدمت عالی ہیں درخواست  
 کی کہ اگر حکم ہوتا ان کو میں اپنے مکان پر لیجاؤں اور علاج کراؤں جنہوں انور نے  
 جواب دیا کہ:

”مہمارے بھائی ہیں تبیں اختیار ہے“

نواب صاحب موصوف سید عبدالادشاہ صاحب کو دھرم پور لے  
 گئے اور مستدر طبیبد کو دکھایا مگر سب نے متفق طور پر زیست سے نا امیدی  
 کا اظہار کیا کیونکہ مرض لا علاج ہو چکا تھا۔ حکیم عبدالادشاہ صاحب جس

مکان میں ٹھہرائے گئے تھے ایک مولوی صاحب بھی اسی مکان میں رہتے تھے جن کو سید عبدالاود شاہ صاحب سے بہت اختلاف تھا اور ان کے طریق درویشی کو نہایت خانہ خار نظر سے دیکھتے تھے۔ اس وجہ سے مولوی صاحب نے ان کے قربت دعیادت سے بھی احتراز کیا اور سید عبدالاود شاہ صاحب کے جائے قیام سے کسی قدر فاصلہ پر ایک مکان میں اقامت فرمائی دوسرے دن قریب تین بجے کے سید عبدالاود شاہ صاحب کا دصال ہو گیا۔ دلیل یوں نہ بخش وغیرہ و یکدیکہ دیکھ کر دیا کہ ان میں کچھ شیں ہے۔ نواب عبدالشکور نخان صاحب دارثی اپنے باغ و اتنے لکھور گنج میں مزار مبارک کے لیے جگہ تجویز کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ یہ باغ نواب صاحب کی کوئی ٹھیک سے تھوڑے فاصلے پر ہے۔ یہاں ایک سید عبدالاود شاہ صاحب کے قاب سے اک آواز پیدا ہوئی جو رفتہ رفتہ اس قدر بلند ہوئی کہ جس کوہ میں مولوی صاحب موجود تھے دہاں تک پہنچی۔ یہ اللہ اللہ کی آواز تھی۔ اس وقت بہت بھج ہو گیا تھا۔ نواب عبدالشکور نخان صاحب نے یہ ماجرا دیکھ کر ایک جوابی تاریخیہ شریعت کو حضور پر نور کی خدمت عالی میں ارسال کیا۔ حاجی او گھنٹ شاہ صاحب دارثی نے اس تاریکاً محفوظ حضور انور کی خدمت عالی میں عرض کیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جواب دیدو سے:

### سپر دم بتوما یہ خوش را

بس وقت یہ جواب دھرم پور پہنچا نواب صاحب، نے سید عبدالاود شاہ صاحب کی لاش کے قریب یہ ارشاد تیا تو وہ آواز بند ہو گئی۔

یہ ۲۳ ذی الحجه ۱۳۲۱ھ اجری کا داقعہ ہے۔ ۳۔ بجے دن سے سات بجے رات تک چار گھنٹا یہ آواز جاری رہی بعد ازاں نواب صاحب کے باغ میں دفن کئے گئے اور ہزار مبارک نہایت عمدہ اور خوبصورت بنایا گیا۔ ان کا عرس بھی ہر سال بیاست کی جانب سے ہوتا ہے۔

آخر کار مولوی صاحب بھی علیم سید عبدالاود شاہ صاحب تجیر کے کمال

فقر و درویشی کے قابل ہوئے پکے ہے ہے:  
ا از مولینا تختیت داری،

جسم خاکی مظہرِ ازار شد	تیرہ خاک افزین او گلزار شد
بیچ ناید کاراں گفت و شنید	تادہ بسند سترق از پشم درید

## منشی ظہور علی صاحب کی بیعت کا واقعہ

آپ کی بیعت کا واقعہ بھی سید عبدالادشاہ صاحب کے واقعہ بیعت  
سے ملتا جاتا ہے۔

منشی ظہور علی صاحب بازید پور صوبہ بہار کے ایک مقدر خاندان کے  
بزرگ تھے اور سلسلہ غالیہ وارثیہ کے ممتاز فرقہ میں گذرے ہیں۔ پیشہ حضرت سید  
محب علی صاحب عرف شاہ مسافر قادری قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے شرمن  
بیعت رکھتے تھے سلسلہ غالیہ وارثیہ میں داخل ہونے کا واقعہ خود تحریر فرماتے  
ہیں جو حسب ذیل ہے:

"میں سرہن میں تحصیلدار تھا۔ ااریجت الثانی ۱۲۹۰ھ جب تک کی شب کا  
واقعہ ہے۔ اس وقت میری عمر پالیں سال سے چند ماہ مجاہد تھی کہ میں نے جن صادق  
کے وقت ایک خواب دیکھا۔ جو یہ ہے کہ میرست والد ماجد کے پیر و مرشد  
اور ندو میرے پیر و مرشد حضرت شاہ محب علی صاحب عرف شاہ مسافر قادری  
قلندر قدس سرہ لشتریت لائے اور مجھ سے فرمایا کہ تم کو مروان خدا کے وکیل  
کی آڑ فہمے حضرت حاجی سید وارث علی شاہ صاحب حنفی الحسینی دیلوہ شریف  
سے بارہ جاتے ہیں میسے پرسا تھا چپو کہ میں تم کو ان کی خدمت میں پہنچا دوں  
میں نے تعمیل ارشاد کی اور حضرت پیر و مرشد کے سہراہ بارگاہ داری میں حاضر  
ہوا تو حضور پروردہ نے پتے آغوش میں لے لیا۔ اور فرمایا: "بیہ جبوب بے  
اور مجھ سے ہے"۔"

اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔ میں نے گیارہ صویں شرائیت کا کھانا وغیرہ  
تعمیم کیا اور سرہن سے چل دیا، رات کو قصبه بارہ میں پہنچا حضور جس مکان میں  
روزت آفروز تھے، اس کا دروازہ بند تھا، حیدر شاہ صاحب خادم فرمادیم  
بارگاہِ دارشی نے جا کر عرض کیا کہ وہ تحصیلدار جو رات کو اپنے پریو مرشد کے  
ہمراہ آئے تھے حاضر ہوئے ہیں۔

اسی وقت دروازہ کھلا جس وقت میں حاضر ہوا تو حضور پر نور اپنے داہنے  
ہاتھ کی تھیلی میں کہا تھے سے ملے رہے۔

جب تک حضور کا قیام رہا میں بارہ ہی میں میغم رہا۔ اس واقعہ سے ایک  
عرصہ کے بعد ۱۷ اشوبان المظالم ۱۳۰۹ھ کو حضور نے بختام آرہ، جب خان بادر  
مولوی نصیر الدین صاحب دارشی سی آئی اسی مدارالہام ریاست بھوپال کی کوئی  
میں تضمیم تھے بھیکو خرقہ عالی سے سرفراز فرمایا، اور معافیت کی عزت نکشی اور فتحت  
شاہ نام رکھا۔

حضرت فتحت شاہ صاحب قلندر دارشی جیسے صاحب نسبت اور ممتاز  
درودیں لگرے ہیں، ایک زمانہ واقعہ ہے آپ نہایت ذہنی علم اور شاعر  
بھی تھے مشہور ہے کہ آپ کا فارسی کلام بہت ہے گر منتفٹ طور پر چھپا ہے  
ایک غزل بطورِ نونہ ہدیہ ناظرین ہے:-  
اے زکرِ شریخ وحدت نقابِ اندھتے

طالبان رازیں جماب اندر عذابِ اندھتے  
چوں مرادیدے برے خود نغابِ اندھتے  
چے جمابست ایں کہ خود را در جمابِ اندھتے  
گرچہ من مست و خسرابِ ملائم را رو مکن  
چوں دریں کارم بر امیدِ ثوابِ اندھتے  
از بگمِ دزویدہ دزویدی متابعِ جان و دل  
دزو زلفت عزیں دریچ و تابِ اندھتے

کیت ور عالم کم در دل طالب دیدار نیست  
 تھی فرشت اندر دل ہر شنخ دشاب اندان  
 زان تجلائے صفات تو کشت بر کوہ طور  
 مو سے عمران را در اخطه اب اندان  
 عاشقِ بیک را باشد چونوف از یوم حشر  
 دفتر اعماں ما راچوں در آب اندان  
 آبریم رینخته در بزم خود کرد خجل  
 ایں بخطے پر تکالی را به آب اندان  
 شد فضیحت چوں گداۓ کوئے تو در عشق تو  
 ایں گدا را از چ رو در اضطراب اندان

حکیم سید عبدالاد شاہ صاحب اور فضیحت شاہ صاحب کے واقعات  
 بیعت سے ظاہر ہے کہ حضور انور کے عادات و صفات میں یہ بات داخل  
 تھی کہ کسی بزرگ کے مرید کو بیعت نہیں فرماتے تھے۔ اگر اس قسم کے بعض  
 واقعات پیش آئے میں تو ان کی خاص صورتیں ہیں جیسی کہ ان دونوں بزرگوں  
 کی مذکور ہوئی ہیں کہ خود ان کے پیران طریقت کی خواہش سے حضور انور نے  
 ان کو خرقہ عالی سے سرفراز فرمایا۔ ایسے اکثر واقعات ہیں کہ اس زمانہ کے  
 بزرگوں نے اپنے عما جبرا ادول کو اور مریدین خاص کو حضور انور سے بیعت  
 ہونے کے لیے بھیجا ہے۔

### شاہ بدرا الدین صاحب کی بیعت کا واقعہ

آپ حضرت سیدنا شاہ ساس الدین صاحب قادری پشتی صابری رہنما  
 علیہ کے فرزند رشید میں ۔

حضرت شاہ شمس الدین صاحب اس زمانے کے مشہور و معروف بزرگوں میں گذرا ہے ہیں۔ پہنچتے حضرت حاجی نعلام رسول صاحب نخلیفہ حضرت آخون جی سوات نبیسرٹ سے بیعت تھے۔ اپنے پیر دمرشد کے حکم سے بارہ برس تک سیاحی میں رہے اور اسی زمانہ سیاست میں قیمتی بیعت اللہ عجمی کیا۔ ہندو فقرا میں بھی عرضہ تک رہے۔ بعد سیاست جب، اپنے مرشد بربحقی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ پیر ان کا لکھر شرائیت میں حاضر ہو اور ہماری سیاست کو ادا کو ۱۲ بجے شب کے جو بزرگ مذاہات مدرس پر ملیں ان سے بیعت ہو جاؤ۔

چنانچہ حضرت شاہ شمس الدین علیہ الرحمۃ نے ایسا ہی کیا مگر ان بزرگ نے شکل تام بیعت فرمایا اور حضرت سیدنا محمد و معاشر صاحب رضی اللہ عنہ کے مزار پر اذواز کی طرف اشارہ کے فرمایا کہ ان کے سپرد ہو۔ اس کے بعد جو کیشیت گذری اس کا اظہار حضرت شش الدین صاحب نے نہیں فرمایا۔ ایک عزل اسی رات میں تصنیع بھولی تھی جس کا مطلع یہ تھا ہے:

تصدق اپنے مرشد کے کہ جس نے ہسم کو دکھلایا

جمل عارض زیبا عسلاہ الدین صاحب کا

حضرت مولینا شاہ شمس الدین صاحب کا طریق درویشی سرای عشق و محبت پرمبنی تھا۔ اپنے صاحب کمال درویش گذرا ہے ہیں۔ سہار پورا اور پنجاب کی طرف آپ کے بھرثت فرمیدیں۔ چار بزرگوں کو خلعت خلافت سے بھی سرفراز فرمایا ہے۔

اڑوی قعدہ ۱۳۱۷ھ کا واقعہ ہے کہ جب آپ کی مبعیت ناساز ہوئی تو آپ کے صاحبزادہ بدر الدین صاحب نے درخواست بیعت کی۔ شاہ شمس الدین صاحب نے ان کی تکمیل فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جو تبار احتصہ بے وہ تم کو مل جائے گا۔ مگر میں بیعت نہیں لوں گا۔ میں وصیت کرنا

ہوں کہ تم حضرت امام الادیا حاجی سید وارث ملی شاہ صاحب قبلہ سے  
بیعت ہو جانا اور شادی نہ کرنا۔ اگر تم حضرت حاجی صاحب قبلہ سے بیعت دے  
ہو گے تو میں قیامت میں دامن گیر ہوں گا۔ یعنی فرمایا کہ اس زمانہ میں حضرت  
 حاجی صاحب قبلہ کے سوا کوئی فتحی نہیں ہے۔ ہاں بزرگ اور بھی میں اس بیعت  
کے دوسرے دن رحلت فرمائی۔ آپ کے سماج برادہ بدال الدین صاحب قبلہ  
فرماتے ہیں کہ مجھکو کچھ دلوں اس ارشاد کی یاد تمازہ رہی پھر رفتار فتنہ نیوال  
دل سے اتر گیا۔

بخاری الاول ۱۳۶ میں میں نے ایک خواب دیکھا کہ کوئی کہتا ہے کہ  
تمہارے والد بڑتے ہیں اور اس قصہ سے پورب کی طرف ایک باغ میں مقیم  
ہیں۔ ان کی جانب میں چلا تو دیکھا کہ راستے میں ایک سانپ زمین کے دنوں بنا  
گھسا ہوا ہے۔ میں اس کو نکالنے لگا تو وہ نہیں نکلا۔ ایک شخص نے چاقو دیا کہ  
اس سے کاٹ دو تب نکلے گا میں نے اس کو بیچ سے کاٹ دیا تو وہ باہر آگیا  
پھر آگے بڑھا تو ایک دریا اس باغ سے اوہر کو دیکھا وہاں کوئی شخصیتی نہ تھی میں نے  
گھبر کر آواز دی کہ میں کس طرف سے آؤں۔ والد صاحب قبلہ کو میں نے دیکھا  
کہ اس باغ میں ذکر رہے ہیں۔ میری آواز کو سن کر میری جانب متوجہ ہو گئے اور  
فرما کہ پورب کے راستے سے آڈ گے تو مجھے بھاک پیچو گے اس کے بعد میری  
آنکھوں کھل گئی۔ ضمیح کو دل ہی دل میں میں نے اس خواب کی تعمیر خیال کی کہ بیعت  
ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ میں دیوہ شریعت میں حاضر ہوا۔ بیعت ہونے  
کے بعد حضرت شاہ فضل حسین صاحب وارثی سجادہ نشین شاہ ولایت کی خانقاہ  
میں مقیم ہوا جس وقت میں اپنے بستر پر آرام کرنے لگا میں کے دل میں دسو  
پیدا ہوا کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ بیعت کرنا نہیں جانتے۔ سب کے سامنے  
مجھکو بیعت فرمایا۔ حالانکہ بیعت تہائی میں ہوتی ہے کیونکہ میں نے اپنے والد  
اور ویگر بزرگوں کے طریقے دیکھے تھے۔

عذصلکا اسی قسم کے خیالات اور خدشات قلب پر گزرتے رہے۔ صحن

مکان میں ایک چہرے پر شاہ فضل حسین صاحب دارثی رونق افزود تھے انہوں نے بلکہ خود بخود طلب کیا اور فرمایا کہ تم نے فضیر کہاں و کیچھیں تھا رے والدابتہ فضیر تھے جو تم کو ایسا حکم دے سکتے کیا وہ خواب تم کو یاد نہیں ہے بدہ سانپ یہی خیال ہے اور پا قوہماری باقیں ہیں۔

شاہ فضل حسین صاحب دارثی کے ارشاد سے مجھے اپنا خواب یاد آیا ہیں نے اپنے والد بزرگوار کی وصیت اور اس خواب کا تذکرہ کسی سے نہیں کیا تھا جو حضرت شاہ صاحبؒ کے اس ارشاد سے میرے تمام خیالات فاسد دور ہو گئے اور اس خیال نے دل میں گھر کر لیا کہ جب مرید امقدار دشمن ضمیر ہے تو پسیہ کی کیا حالت ہو گی۔ میں اسی خوف سے تمام دن بارگاہِ عالیٰ میں حاضر نہیں ہوا جو خشت شاہ فضل حسین صاحبؒ نے شام کے وقت فرمایا کہ تم آج بارگاہِ عالیٰ میں کیوں حاضر نہیں ہو رہے۔

میں نے کہا ”خوف ہے“

انہوں نے کہا ”وہ کچھ نہیں فرمائیں گے، تم جاؤ۔ یہ تو ہمیں لوگ ادھیسے ہیں جو کہہ دیتے ہیں وہ بخڑ فارہیں“  
میں ان کے ارشاد سے بارگاہِ عالیٰ میں حاضر ہوا تو حضور انور نے مجھے دیکھ کر بتسم فرمایا اور ارشاد فرمایا :

”جاو بچھرالوں میں ہمارے بہت مرید ہیں“

حالاً کہ اُس وقت دو مرید ایک قادر شاہ صاحبؒ اور دوسرے حافظ عبد الجید صاحب تھے مگر اس ارشاد کا خطبو ر بعد میں ہوا کہ اس وقت تقریباً دو سو شخص حضور کی نلامی کا شرف رکھتے ہیں۔

چرخنڈ نے مجھے تہ بند عطا کیا اور ارشاد فرمایا :

”کسی سے سوال نہ کرنا چاہے وہ مکمل جائے اور اپنے والد کے مزار پر رہنا اگر تم یہاں نہ آتے تو وہ قیامت میں ہمیں پکڑے کپڑے چرتے“

پھر حاضرین سے ارشاد فرمایا :

”یہ خاندانی فقیر ہوئے ہیں“ اور اوگھٹ شاہ خطاب محدث ہوا۔ تاہم  
اوگھٹ شاہ صاحب کا ایک شعر ہے :  
 گھٹ کھاتی گھٹ کھات ن اوگھٹ جانے شہزاد کو نواہ  
 کر پا بھی گور وارث کی جو ہو گئے اوگھٹ شاہ  
 حاجی اوگھٹ شاہ صاحب دارثی کو آخر زمانہ میں مکتوب نویسی کی خدمت پر  
 تھی حضور انور کے ارشاد عالی سے چند سال سیاحی بھی کی ہے اور اس زمانہ کے  
 اکثر بزرگوں سے ملے ہیں۔ پھر ایوں ضلح مراد آباد میں اپنے والد بزرگوں کے مزار پر  
 حضور انور کے ارشاد فضیل بنیاد کے بوجب قیام رکھتے ہیں۔

### مدنی شاہ صاحب کی بیعت کا واقعہ

مدنی شاہ صاحب

دینی طبیب کے رہنے

والے تھے۔ نبیت حسین و خوبصورت شخص تھے۔ حضرت مولینا شاہ حاجی المدا والد صاحب مہاجر کی رحمت اللہ علیہ کے ارشاد سے حضور انور کی خدمت پا برکت میں باہر ہوئے اور خود عالی حاصل کیا کچھ عرصت کیک حضور انور کے حکم سے خلد وغیرہ تر کر دیتا تھا اور سیاحی کرتے تھے۔ اسی سیاحی کے زمانہ میں مولوی محمد سیح اللہ خان حبیب حرموم اور مولوی محمد شمس ناصحہ حبیب میرٹھ کے ہمراہ بیت اللہ شریف اور دینی طبیب ہمی گئے تھے انہیں یہ عربی تھے مگر لباس فقری میں آئے تو بارگاہ دارثی سے ان کو وہ آنکھوں محدث ہوئی کہ مسجد مندر گرچا میں جہاں جاتے ایک ہی شان دیکھتے۔

کفر و اسلام کی تغیریں ان کے قلب سے زائل ہو گئی تھیں۔ مولوی علی اسد خان صاحب دکیل اگرہ تحریر فرماتے ہیں کہ آخر میں ایک دو سال اگرہ میں مقیم رہے۔ تمام دن ایک گوشائی کے ساتھ شہر میں گشتن کرتے۔ مندوں میں گوشائیں کے ساتھ جاتے۔ اہل ہندو جیسی اقیانیم گوشائیں کی کرتے ویسی ہی مدنی شاہ صاحب کی کرتے۔ اہل ہندو دان کی بہت تنظیم کرتے تھے اُن مندوں میں جانے سے بہت خوش ہوتے تھے۔ شب کو دریا یا جنگل اگرہ کے کنارے ایک برسات

کی برجیوں پر مدنی شاہ اور گوشائیں بس کرتے تھے۔

اکتوبر سنتہ میں دریائے جمن کے کنارہ ہی پر مدنی شاہ صاحب نے انتقال فرمایا ان کی قبر قبرستان پیر گردانی میں تجربہ ہوئی۔ ان کا مزار خان بہادر مولوی محمد شیخ صاحب نے پختہ بنوایا اور سگ لوح نصب کرائے۔ تاریخ دنات

حسب ذیل ہے :

(دازہ شمشی صحنی پوری)

مدنی شاہ پرب سے جو عجم میں آئے  
شاہ وارث نے کیا وارثِ علم عرمان  
مدنی شاہ گئے شاہِ مدینہ کے حضور  
اگرہ سے مدنی شاہ ہوئے خلد مکان،  
خاص مرشد کے یہ عاشق تھے مدینہ والے  
چاند پلے چپا پھر مہر ہوا ہائے ہناں  
ہاشمی مضرع تاریخ ہے سالِ ہجرتی  
مدنی شاہ گئے خلد میں سیاح جہاں،

ایسے اکثر واقعات ہیں کہ اس زمانہ کے محترم بزرگوں نے لوگوں کو  
حضور انور کی قدامت عالی میں استفادہ رہا جائی کی غرض سے بھیجا ہے اور بعض کو  
خود حضور سید عالم فخر بنی آدم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے  
اشارہ رہ جائیت ہوا ہے جیسا کہ واقعاتِ ذیل سے ظاہر ہو گا۔

## دارالخان صاحب کی بیعت کا واقعہ

صاحب تھے الاصفیا بکھتے ہیں کہ شہر کھنوں میں ایک نہایت دولتمند شخص  
دارالخان نامی تھے نوابی شان تھی، بہوقت مصائبین کا مجع رہتا تھا۔ ایک روز  
وہ اپنی حالت پرانوس کرنے لگے کہ عرصہ سے مجھے اس بات کا خیال ہے کہ

کاش کرنی ایسا دل کا مل ملتا جو میری رہبری کر کے جناب رسالت تاب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرتا۔

ایک شب کا واقعہ ہے کہ دارالخان نے خواب میں حضور سرورِ عالم کی زیارت کی اور دو بزرگوں کو سراہ دیکھا جن میں سے ایک صاحب نے قدسوسی کا اشارہ کیا انہوں نے چاہا کہ اپنی آنکھیں پانے مبارک سے ملیں اتنے میں آنکھ کھل لئیں۔ دارالخان کو بہت افسوس ہوا۔ اسی حالت میں نماز فجر کے لیے مسجد میں آئے اور نمازے نافذ ہو کر اسی خواب کے تصور میں بیٹھ گئے۔ یہ بیٹھے ہی تھے کہ حضور افراد کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ دارالخان آپ کو دیکھ کر ہبایت مظہر بائز حالت سے قدسہ سر ہوئے اور بار بار کہتے تھے :

”میں حضور کو نوب پہچانتا ہوں آپ حضرت سرورِ کائنات کے سراہ تھے اور آپ ہر سی نے مجھکو قدسوسی کا اشارہ کیا تھا۔“

آپ نے فرمایا :  
”جو شیش میں نہ آؤ۔“

وہ خوش نصیب اور بیدار بحث حضور کے درست حق پرست پرست ہوئے اور ۱۲ اربیح اشانی ۱۴۵۷ھ میں انہوں نے اس مسترت میں پانے احباب کو ایک پر تکلف دعوت دی اور دو سال حضور افراد کے حکم سے عازم ہی ہوئے۔

## مولوی کبیر الدین صاحب کی بیعت کا واقعہ

مولوی مولوی سید عبدالغنی صاحب قبلہ دارثی بہاری مغلائے العالی رتبتیم طبقات اکابری وغیرہ تحریر فرماتے ہیں کہ غازی پور کے رہنے والے مولوی تید بکر الدین صاحب یہاں حیدر آباد دکن میں اسکول ماشرت تھے۔

ایک مرتبہ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ جناب رسالت تاب صلی اللہ علیہ وسلم

نے مجھ سے عالم رویا میں ارشاد فرمایا ہے کہ حاجی دارث علی شاہ سے بیعت ہو جاؤ۔ اس لیے میں حضرت حاجی صاحب قبلہ کی بیعت سے مشرف ہونا پاہتا ہوں۔ میں نے ان کو جواب دیا کہ میں دو تین ماہ کے بعد دلن جاؤں گا اور آپ کو ساتھ لے جائیں کہ مرید کر ادول گا۔ مگر ان کو ایسا ذوق شوق تھا کہ انہوں نے کہا کہ میں اتنے غریب ہوں کہ انخراشی کر سکتا ہوں۔ میں اسی تعطیل میں جا کر مرید ہو جاؤں گا۔

چنانچہ وہ تیار ہو گئے اور جس نہایت سے وہ قرض یا کرتے تھے اس سے ہالگا تو اس نے اپنی خادرت مترہ کے خلاف اس مرتبہ فوراً قرض دیدیا۔ حالانکہ وہ شخص بغیر دو تین مرتبہ دوڑائے ہوئے کبھی قرض نہیں دیتا تھا۔

جب یہ جانے والے تھے تو ان کی تعطیل کے کل آخری یادات دن رہ گئے تھے چلتے وقت انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ آستانہ عالی پر باہر سے آئنے والوں کے لیے کیا انتظام ہے۔ تو میں نے جواب دیا کہ دہل نواب عبدالشکور زمان صاحب اور رضا کر بنگم نگہ صاحب کی طرف سے پورا انتظام ہے۔ آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مولوی کبیر الدین صاحب بیان کرتے تھے کہ میں لکھنؤ سے بارہ بُنگی جانے لگا تو مولیٰ فضل الرحمن صاحب کے ایک مرید کاری میں صاحب تھوڑا گیا۔ ان کے استفسار پر میں نے بیان کیا کہ میں مرید ہوئے کے لیے دیوبہ شریعت جارہا ہوں، ان بزرگ نے کہا کہ حاجی صاحب تجھ کسی کو تھہر نہیں دیتے اگر تم پاہو کر دہل ایک شب قیام کر جو تو اپنی وقت میں جانا۔

مولوی کبیر الدین صاحب باوہڑا اس کے کو دس بجے رات کے وقت بارہ بُنگی پہنچ گئے تھے مگر پورا دن بارہ بُنگی میں گذار دیا اور شب کے وقت دیوبہ شریعت میں پہنچے۔ اٹلاع ملنے پر فوراً بلا یہی گئے۔ جیسے ہم قدیم کی سے شرف ہوئے جو خضر اندر نے ارشاد فرمایا:

”فَقِيرٌ كَيْ يَهَى أَنْتَ هُوَ تُوكَاهَنَ كَيْ كِيَنْكِرِيَتْ، بُجُورٌ كَيْ دِمنَا اَدَنْتِيَيْ مِيَنْ كَسِيَّ سَهَهَرَنَ كَوْ كِتَاهَوَنَ زَجاَنَ كَوْ جِسْ كَادَلَ جِنَنَ دَلُونَ تَكَهَهَرَنَ كَاهَوَنَ“

مولوی بکری الدین صاحب کہتے تھے کہ مجھے سخت نہ است ہوں لیکن یوں میں نے  
سارا دن بارہ بغلی میں خالی کیا۔

دوسرے دن مرید ہو کر رخصت ہوئے اور حیدر آباد آتے ہی پچاس روپیں  
سے دیرینہ سور روپیہ کے طلازم ہو گئے جو سرے سال جب حاضر نہ صلت ہوئے تو  
حضرت نے میان ٹھوڑا شرف صاحب یا کسی اور خادم سے متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا  
کہ "یہ تو اپنے گاؤں کے امیر اور رئیسِ آدمی ہیں۔" جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولوی بکری الدین  
صاحب کی شادی اپنے گاؤں میں ایک رئیس کی اکمل قلائق کی سے ہوئی جس کی دوستی  
ہزار روپیہ سنت فتح کی جائیداد ہے۔

### نادر شاہ کابلی کی سیاحت کا واقعہ

حاجی او گھٹ شاہ  
صاحب ولادی تحریر

فرماتے ہیں کہ اکثر خدام و مریدین و زائرین بارگاہِ عالیٰ میں موجود تھے کہ نادر شاہ  
کابلی آستانا عالیٰ پر حاضر ہوئے اور حضور پر نذر کو دیکھتے ہی جوشِ محبت سے نہایت  
بُلْکَن نہ انداز سے پشت گئے ہم لوگوں کو ان کی اس حرکت پر تعجب تھا مگر حضور انور  
کے خلقِ عظیم سے واقع تھے۔ اس لیے ساكت و دم بخود رہے نادر شاہ نے حضور  
سے اپنی زبان میں کچھ عرض کیا جس کا جواب حضور پر نذر نے انہیں کی زبان میں ارشاد  
فرمایا۔ اس کے بعد وہ باہر چلے گئے جب ان کے ساتھ ہم لوگوں کی نشست ہوئی  
قرآن سے گفتگو کا موقع ملا انہوں نے یہ واعظہ بیان کیا کہ میرا مکان علی مسجدِ سرحد  
کابلی میں ہے نادر شاہ نام ہے ہم سات بھائی ہیں جنکو عبادت کا فرق ہے  
عرض سے مجھے یہ خیال تھا کہ کاشُ اسی کامل کی زیارت بنیں و عالمی مانگتا تھا اور  
ہم تسلی ارز و مقام کو مجھے کسی طرح یہ خادم ہو جائے کہ اس وقت بھی کوئی مذاہ  
علیٰ مرتضیٰ شیرخوا کا جانشین ہے یا نہیں۔ اس خیال منہ بڑھتے بڑھتے میان کہ ترق  
کی کہ میں اس میں بالکل شکس ہو گیا اور نیش و راست جاتی رہی بس یا عالمی و لذیغہ

ایک شب کو میں نے دیکھا کہ در بزرگ مسجد میں تشریعت لائے جن میں سے ایک بزرگ نے دو سکر بزرگ کی طرف دیکھ کر اشارہ کیا کہ یہ اس وقت میسر جانشین ہی اور ان کا نام دارث علیٰ ہے ہندوستان میں قیام ہے۔

جب میری آنکھ کھلی تو میں دیواںوں کی طرح سب سے دریافت کرتا تھا۔ لوگ میری دوست پر مصلح کرتے تھے اور مجھکو پتہ نہیں چلتا تھا۔ کس شہر میں قیام ہے۔ آخر میں نے خدا پر بہر دسر کے ہندوستان کا رخ کیا اور اولین ڈی لاہور دیکھا جو اولیٰ آیا۔ جامع مسجد وہی میں جو حکم نماز کے لیے گیا۔ جن بزرگ کی منتظر جا ب ملی مرتضی کا اشارہ ہوا تھا میں ان کا بابس پہچانتا تھا۔ جامع مسجد وہی میں نماز جمع کے بعد میں دروازہ پر کھڑا ہو گیا۔ مجھکو اسی بابس کے ایک درویش نظر آئے۔ نہایت اضطراب و شوق سے میں ان کے پاس گیا اور نام پر چاہتا ہوں گے مصصوم شاہ نام بتایا۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ تم کو یہ بابس کیاں سے ملا۔ انہوں نے دیرہ شریعت خلیع بارہ بیکی کا پتہ بتایا۔ مجھے نہایت سرگزشت ہوئی اور میں وہی سے بیان حاصل ہوا۔

حضرت کو دیکھتے ہی میں نے پہچان لیا کہ یہ ہی مبارک صورت ہے جو جا ب علی مرتضی نے دکھانی تھی۔

اس کے بعد نادر شاہ کابلی بیعت ہوئے اور انہوں نے عربی، فارسی اور اردو کے مختلف شجرے طلب کئے اور فرم انبساط سے کہنے لگے کہ لوگ میز سے خیال پر مصلح کرتے تھے اور سختے تھے کہ اس وقت زمانہ میں کوئی ایسا نہیں ہے میں ان لوگوں سے کھوں گا اور شجرے دیکھاؤں گا کہ میں اپنی نشانہ میں کامیاب ہوا۔

مرید ہونے کے بعد انہوں نے بابس فخر کی درخواست کی گئی جو حضور پر نور نے اس وقت منظور ہیں فرمایا اور حکم دیا کہ:

”لیں ال الحال تم اپنے مکان پر جاؤ میں سال کے بعد فتحیر بنائے جاؤ گے خیبر

کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کرنا۔“

جب تین سال بعد فیروز شاہ کاملی حضور کی خدمتِ عالی میں مانع ہوئے تو وہ حضور کی ناسازی کے لیے اپنے تھا۔ انہوں نے تہ بند کی خواہش نطا ہر کی چنانچہ حضور پر نفر کے وصال سے ایک روز قبل دہ خلدتِ ففتر سے متاز کئے گئے اور فیروز شاہ ان کا نام رکھا گیا اور یہ ارشاد ہوا :

”یہاں سے ابھی چلے جاؤ“

اسی شب کے آخر حصے میں حضور انور نے وصال فرمایا جس وقت پرنس فیروز شاہ نے سنی فوراً ایک تیخ ماری اور جان کو جان آفسریں کے سپر کر دیا ہے :

مریض اپنے سماں کے پاس جا ہے

## لکن شاہ صاحب کی بیعت کا واقع

حاجی او گھٹ شاہ صاحب کمتوں نویں بارگاہ وارثی خانیافت احباب میں لکن شاہ صاحب کا ایک عرضہ نقل کرتے ہیں جو حضور انور کی خدمتِ عالی میں پیش ہوا تھا اور جس کا مضمون حسب ذیل ہے ۔

”اس کترن کو گھر سے نکلے ہوئے میں سال کا عرصہ ہوا سب سے آزاد ہو کر حضرت جمال الدین شاہ صاحب کنوری سے بیعت کی انہوں نے جو کچھ تعلیم کیا میں کرتا رہا پھر نو سال تک حضرت شاہ شرف الدین بوعلی قفت در کے در کی خدمت کی اور وہاں سے اجیر شریعت جانے کا حکم ہوا۔ تین ماہ تک وہاں حاضر رہا۔ پھر وہاں سے کرناں کا حکم ہوا۔ پھر حضرت قلندر صاحب کا حکم ہوا کہ میراں صاحب کی خدمت کر دا بخاک ساری راں صاحب کے در پر حاضر ہے اور چراغ تی کی خدمت کرتا ہے۔ اب میراں صاحب کا حکم ہوا ہے کہ تم حاجی وارث علی شاہ صاحب سے بیعت کرو۔ ہم کر حاجی صاحب کی بیعت منتظر ہے۔ اب خدا کے واسطے کترن کو اپنی بیعت میں داخل کیجئے اور میرے حال پر حتم فرمائیے ۔۔۔۔۔“

حضرت اوزر کی خدمتِ عالی میں جب تکن شاہ صاحب کا عرض پڑے پسیو تو اپنے ان کی ایجاد کو قبول فرمایا اور تسلی بخش جواب دیا۔ اس کے بعد تکن شاہ صاحب کی حالت میں جو تغیرت ہوا اور وہ جس خدمتِ عالی سے سرفراز ہوئے۔ اس سے اب کرنال بخوبی واقعہ ہے۔

## عبد الرحمن صاحب حیا کی بیعت کا واقعہ

حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی عبد الرحمن صاحب کا عرض پڑے جو بیعت سے متعلق ہے، ضیافتِ احباب میں نقل کرتے ہیں جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

”عرصہ دراز سے میری یہ تنائی تھی کہ میں کسی ایسے بزرگ سے بیعت ہونگا جو مجھے اپنا ساکر لے اور خبرہ جاناں بے جا ب رکھادے۔ حضور والامتحکو عام رسم درواج کے موافق بیعت ہونا شرعاً اس وجہ سے مردی ہونا بہت سکل جانتا تھا کیونکہ میں کوئی سُن چکا تھا کہ پسروز نما آسان ہے مگر مردی ہونا دشوار۔ چنانچہ ایک ہفتہ ہوا کتاب کر شدہ وارث میرے مطالعہ میں تھی، بسیدم شاہ صاحب کے اشعارِ عزمان سے یہ ضرور معلوم ہوا کہ یہ:

اس کے شیخ توجیہیز سے درگردی

لہذا ج شب تبعکو علی الصباح میں نے یہ خواب دیکھا کہ جناب محبوب خدا شفیع روز جزا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مسجد میں رونق افزودیں اس مجلس مبارک میں بہت سے اولیاء اللہ شرکیہ ہیں اور دونوں شاہزادے حضرت حسین بن علیہم السلام عجی تشرییف فریا ہیں۔

جناب سردار کا نشانات خلاصہ موجودات مجھے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے عبد الرحمن مر جبا ہم تجھے بہت پیارا سمجھتے ہیں مگر بغیر داستکے، ستم تک آنادوت نہیں۔ اس ارشاد کو سنتے ہی حضرت خواجہ خواجہ گلگان سلطان الہند نے حضرت

جبوب الہی نظام الدین قریس سرگھے کچھ میری بابت فرمایا۔  
حضور مجوب الہی نے میرا باتھا اپنے دستِ مبارک میں لیکر حضور کے  
دستِ مطہر میں دیدیا۔

اور حضور پوندر نے بڑی خوشی سے اُسی مجلسِ اقدس میں مجھے سلسلہ پیغمبرب  
نظامیہ میں بعیت فرمایا۔

اور حضور نے مجھے "جبوب شاہ" خطاب دیا۔ اس کے بعد آنکھ کو کھل گئی  
تو دیکھا کہ اول وقت نماز کا ہے، میں نے اس نعمت کو نعمت غیر مرتب  
سبھا اور اس خواب کو اسرار جاننا بسو اٹھنے حضور کے یہ خواب کسی سے نہیں  
کہا ہے۔"

مندرجہ بالا واقعات سے ظاہر ہے کہ اکثر لوگ ختابِ مجوب نہ دا  
سرور انس بیا علیہ التحیۃ والشاد و ختاب شرف الدشاہ لافقی علی مرضی کے اشارات  
روخانیت سے حضور کے دستِ بیج ہوئے ہیں۔

بعض واقعات دیگر اقسام کے بھی سماحت میں آئے جو اپنی نوعیت میں  
بے نظیر ہیں اور ان سے اکثر نتائج مرتب ہوتے ہیں حضور پوندر کی کمالِ رحمانیت  
پر دال ہیں۔

## محمد علی ساکن اجمیش شریف کی بعیت کا واقعہ

مشی عبد العظی خان صاحب رئیس پور وہ غنی خان ضلع رائے برلنی کھتھے ہیں  
کہ ایک مرتبہ حضور پوندر کی خدمتِ عالی میں حاضر تھا ایک صاحبِ حضور پوندر  
کی خدمتِ باہر کت میں حاضر ہوئے اور آتے ہی مرید ہو گئے۔ اور قیام پذیر  
ہوئے۔ جب ان سے بلنے بلنے کا اتفاق ہوا تو ہر قسم کی باتیں ہوتے ہیں۔ ان  
کا نام محمد علی تھا۔ ایک روز اشویں نے برسیل تذکرہ اپنے آئے کا اور بعیت کا  
واقعہ بیان کیا جو حسب ذیل ہے:

«میری سکونت اجیر شریعت مخلص مار در روازہ کی پے میں پنجاب میں سواروں میں  
فازم تھا۔ میر ارسالہ چھاؤں کو ہٹ کی طرف گیا تھا میں اتفاق سے اس رسالے سے  
بچھڑا گی دورو تو تک پہاڑیوں میں سراستا پھر اتیسرے دن ایک پہاڑی پنجبوکو  
اک بزرگ ہے انہوں نے کھانے کے لیے دریافت فرمایا میں نے خواہش  
نا ہر ک تو انہوں نے درخت کی جانب اشارہ فرمایا وہاں کھانا موجود تھا میں نے  
نوب سرپر کھایا اور پانی پایا۔ اس کے بعد میں نے اب تک کہ مجھکو میرے شکر  
میں پنجاد بخے۔ انہوں نے فرمایا۔ آنکھیں بند کر لو میں آنکھیں بند کر کے میں  
قدم چلا تھا کہ آنکھیں جو کھولتا ہوں تو رسالہ میں سواروں کے ساتھ ہوں مجھ سے  
کسی نے یہ دریافت نہیں کیا کہ تم دو تین دن کہاں رہے۔ میں اپنے دل میں خیال  
کرتا تھا کہ مجھکو کوئی غیر حاضر نہیں سمجھتا یہ کیا بات ہے۔ جب میں نے لوگوں سے کہا  
کہ تین دن میری بجائے کون کام کرتا رہا۔ انہوں نے کہا یہ عجیب سوال ہے تم کیسے  
کہیں گئے تھے۔ روز تو سارے ساتھ رہے۔ مجھکو حیرت تھی کہ یہ کیا معاملہ ہے  
یکا کم ملازمت سے دل اچاٹ ہو گیا اور میں نے استغفار دیدیا۔  
کوہاٹ سے رخصت ہو کر ڈریہ غازیخان میں آیا وہاں سے تیس کوس کے  
ناصلہ رضحت شاہ سیلان صاحب کا مزار مبارک ہے۔ میں نے قصد کیا  
کہ وہاں کے صاحب سنجادہ سے بیعت ہو جاؤں۔  
میں شام کو پنجا اور کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر سو گیا۔ اسی شب کو  
خواب میں دیکھا کہ مزار مبارک سے دسی بزرگ۔ برآمد ہوئے جہنوں نے  
پہاڑ پر رہنمائی کی تھی انہوں نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے گھر جاؤ یہاں بیعت ہوئے  
کی خود رت نہیں ہے۔ میں نے صبح اٹھ کر اجیر شریعت کا قصد کیا۔ یہاں آگر ضرور  
خواجہ عزیب نماز کے روزہ مبارک پر تین دن مراقب رہا۔ تیسرے دن  
بشارت ہوئی کہ اودھ کی طرف جاؤ وہاں تم کو پیر میں گے۔ مجھے اس ارشاد  
سے یہ پریشانی ہوئی کہ اودھ کی طرف جانے کا حکم ہوا ہے یہ معلوم نہیں کہ  
کس شہر یا قصبے میں جاؤں۔

ڈھائی دن کے جھوپڑے میں ایک درویش حضرت شاہ صادق علیہ السلام نے  
رہتے ہیں میں نے ان سے جاگ کر اس واقعہ کا تذکرہ کیا تو انہوں نے ایک اسم  
لکھ لیم فرمایا کہ اس کو بڑھ کر سورج میں نئے تیل ارشاد کی۔ اسکی وقت خواہیں  
وکی کہ ایک بزرگ شریعت لائے اور فرمایا کہ :

”تھارے پر کانام حاجی وارث علی شاہ ہے اور دیوہ میں قیام ہے  
پیادہ پاٹلے جاؤ بکھڑے سے قریب دیوہ ہے وہاں ٹھیں گے:

اب جو ہیاں آکر دیکھتا ہوں تو اور یعنی حیرت میں ہوں جیسا کہ صورت  
تحقیق جو پہاڑ میں حضرت راہ ہوئی اور یعنی بزرگ شکل ہے بخوبی حضرت شاہ میمان ہما  
کے مزار پر انوار سے برآمد ہوئی تھی۔

یہی ہیں جنہوں نے اجیر شریعت میں اور دھکی بشارت دی تھی اور شاہ  
صادق علی صاحب کے اسم بتائے پر جن بزرگ نے خواب میں پتہ اور نام بتایا  
وہ یعنی میں، حق یہ ہے کہ آپ نے ہر بگیری و شگیری فرمائی اور نہ کام کا  
بے کر میں اقصدین و ایقین کے ساتھ بیعت ہوا اور لا ایک داد اللہ کے  
حقیقی معنی بھیجا۔

چاروں ہتھ محدث علی سوار دیوہ شریعت میں مقیم رہے پس نہ صحت  
ہو گئے۔

## مکین شاہ صاحب کی بیعت کا واقعہ

مکین شاہ صاحب یعنی حضرت اوز کے ممتاز فقراء میں گذرے ہیں۔ الہ آباد  
وغیرہ کی جانب آپ کے بکثرت مرید ہیں کوٹ ضلع فتحیوران کا وہ ملن تھا جنور  
سے بیعت ہونے کے بعد راج پور مطلع بانہ میں دریا کے کنارے سکونت  
اختیار کر لی تھی۔

ستید علی اصغر صاحب وارثی متولی شاہ پر صلح فتحیورہ سہرہ لکھتے ہیں

کریں نے ایک مرتبہ حضرت مسکین شاہ صاحب سے ان کے اختیار درویشی کا  
داقعہ پر چھاؤ انہوں نے فرمایا کہ میرے دل میں یہاں کیک خیال پیدا ہو گیا کہ فتحی دی  
خدا طلبی کی مائی زندگی ہے۔

چنانچہ اس خیال نے رفتہ رفتہ سیانٹک اسکلام ماقلہ کیا کہ ایک خاص  
انگ پیدا ہوئی اور میں صحراؤں میں پہاڑوں میں عرصۂ تک رسگروں پھرتا  
ہے۔ اتفاق وقت سے ایک درہ کوہ میں بھکوا کیک نہایت ضعیف العسر  
دردشی ملے جن کے سر پر بہت بڑے بڑے بال تھے اور ایک جگہ بیٹھے رہنے  
کے باعث ان کے بالوں میں دیکاں سی مگ گئی تھی۔ میں ان کے قدموں میں  
گرڈا پہلے تو وہ غیض و غضب سے مجھے دیکھنے لگے مگر جب میں نے اس کی  
پرواہ کی اور عرض کیا کہ اب آپ کے قدموں کو چھوڑ کر نہ جاؤں گا تو بڑی  
دیر کے بعد انہوں نے فرمایا کہ تم اپنا حق حضرت سیدنا حاجی وارث علی شاہ  
صاحب تبلّد کے دربار سے پاؤ گے۔ میں نے ان سے پتہ اور نشان دیجانت  
کیا اور دیوہ شرائیت حاضر ہوا تو حضور نے مجھے دیکھتے ہی بتسم آمیز لمحہ سے  
ارشاد فرمایا کہ :

”اپنا حق لینے کو آگئے“

میں نے سر جھکایا تھوڑے دنوں بعد حضور انور نے خلعت خضرے  
سر فراز فرمایا اور مسکین شاہ نام رکھا اور فرمایا :

”تم نے مسکین نہیں بنایا بلکہ امیر بنایا ہے“

مسکین شاہ صاحب کے واقعاتِ زندگی نہایت حیرت انگیز ہیں  
بڑے متوكل اور مستغنى الزجاج اور بے پرواہ دردشی تھے۔ ہزاروں نے آپ سے  
روحانی استفادہ کیا۔ یہ حضور انور کا بذلت نہایت دھوم و حام سے کرتے  
تھے۔ اب بھی ان کے مریدین عقیدت گزریں اُسکی ترک و احتشام سے تقیدی ریش  
میں حضور انور کے تبرکات و عنیسہ کی زیارت اور نذر و نیاز کا اہتمام  
بلیخ کرتے ہیں۔

حضور انور کے بیعت ہونے والوں کے واقعات بھی اکثر دیشتر نہایت ام  
ہیں۔ یہ بات مشہور ہے کہ جو لوگ حضور انور کے مخالف ہوتے تھے وہ سائی  
آتے آتے بیعت ہو جاتے تھے بعض کو بغیر آئے ہوئے خاصاً بہارت ہر قل قی  
جیسا کہ سید حامد علی شاہ صاحب سجادہ شین سائدی ضلع ہردوںی تحریر فرمائے  
ہیں کہ شاہ آباد ضلع ہردوںی کے ایک مقندر ریس دبوجیم ضامن علی صاحبہ زم  
کے عزیز تھے، نہایت دیندار بزرگ تھے، حضرت سیدنا حاجی صاحب قبلہ کے  
سخت فنا افت تھے ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب کی تشریف آوری کی خبر  
گھرم ہوئی تو انہوں نے بست ہی فنا غافلانہ اور درشت ہجہ میں الغاظل نازیں  
استعمال کیے، غافلہ سے نار غہو کر مکان پر گئے شب کو خدا ہانے ان ریسی  
واقع گذر اکر جسح ہوتے ہوتے بارگاہ وارثی میں حاضر ہوتے اور نہایت گرنجوشی سے  
قدموس ہو کر بیعت ہوتے، بیعت ہوتے ہی ان پرچیب از خود رنگلی کا عام پیدا  
ہوا اُس وقت اصحاب ان کو پھیڑتے تھے کہ وہ زہد اتنا کیا ہوا تو وہ شرمند  
ہو جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ کچھ نہ پوچھو۔

انہوں نے حضرت کی شان میں ایک دیوان بھی کھاتھا جو انصاف ہو گیا  
تھا کہ مکان میں آتش زدگی کے سبب سے ضائع ہو گیا فنا افت رکھنے والوں  
کو بھی مختلف طریقوں سے ہدایت ہوئی ہے۔

## ڈاکٹر الہی بخش صاحب کی بیعت کا واقعہ

باب مولوی حسام الدین احمد صاحب قبلہ فضلی (پیشہ ڈاکٹر گلکھڑا)  
مولف اوزار العیون و باب الحبوب "دغیرہ ریس سراوہ ضلع میر پور تحریر فرمائے  
ہیں کہ ڈاکٹر الہی بخش صاحب ۱۹۳۷ء یا ۱۹۳۸ء میں فتحور ضاح بارہ بیکی میں ڈاکٹر تھے  
انہوں نے خود اپنی بیعت کا واقعہ مجھ سے بیان کیا تھا جو یہ ہے کہ ڈاکٹر الہی بخش صاحب  
حضرت حاجی صاحب کو ایک خلاں شرع درویش سمجھتے تھے اور بد عقیدہ تھے

ڈاکٹر صاحب کے ایک بھائی مکان سے ان کے پاس آئے اور حضرت حاجی نصیر  
بے بیعت ہوئے کا ارادہ ظاہر کیا۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے خیال کے بعد جب ان کو نونہ کی یا کینوں والی پسی کے وقت  
مرید ہوتے ہوئے اپنے مکان کو گئے اور وہاں سے ڈاکٹر صاحب کو املاع  
دی کیا مرید ہو گیا۔

اور حضرت قبلہ حاجی صاحب نے وقتِ رخصت ایک کاغذ پر حست فرمایا  
جس پر ایک آیت لکھی ہوئی تھی۔

اور اس آیت میں موت کا مضمون تھا۔ ڈاکٹر صاحب کو یہ بات ناگوارگزی  
کہ ان کے بھائی نے ان کے مشاکے خلاف کیا اور اکثر اپنی بخش صاحب کا بیان ہے  
کہ کچھ دلوں کے بعد جب یہرے بھائی کا انتقال ہو گیا تو مجھے خود اس نیا رعیت  
ہو گئی کہ آپ کا وہ پڑچے عطا فرمائی جس میں موت کے مضمون کی آیت لکھی تھی خلاف  
نمادت تھا۔

## مولوی فضل علی صاحب فی پی کلکٹر کی بیعت کا واقعہ

نااضی محمد ایاس صاحب غازی پوری نائل میں کہ مولوی فضل علی صاحب  
ڈپی کلکٹر جو فتح پور ہوہ کے روئیں تھے ہی ایت پر مذاق تھے اگریزی تعلیم یا فرنٹ  
اور نوجوان ہونے کے باعث وہ بیعت ہونے والوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے مرازا  
قاسم جان وارثی مرز اپوری سے ان کو فاص ربط و اتحاد تھا جب وہ یہری مرید کی  
کی باتیں سننے اشتہرا کرتے۔

اور اکثر کم لوگوں سے کہتے تھے کہ تم کس خط میں مبتدا ہو یہ سب کھیل ناٹ  
ہے۔ مرازا قاسم جان کہتے تھے کہ جب تک تم سرکار عالم پاٹ کے روپ ہو نہیں  
پاٹے جب تک یہ خیال ہے۔ ساتھ ٹھی جاؤ اور مرید ہو تو ہم جانیں۔ اس  
تم کی باتوں پر وہ اور بھی ہستے تھے اور کہتے تھے کہ ہم ناٹلی ہی نہیں ہیں۔

ایک مرتبہ دیوہ شریعت سے حضور انور بارہ بنکی تشریعت لانے تو مولوی عزیز الدین صاحب ڈپٹی مکمل کے تراہ مولوی فضل علی صاحب بھی حضور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے تااضنی تھوڑا بیساں صاحب نماز قی پڑی نے خصوصی سے امداد لائی کی۔ حضور انور نے ان دونوں صاحبوں سے معاونت فرمایا اور اوقافت سے دونوں کے ایک ایک گھونسہ مارا اور مولوی فضل علی صاحب سے عرض فرمایا۔ اتنا ارشاد فرمایا کہ تم بھی آگئے "دیر تک باقیں بوقتی رہیں۔ اس کے بعد حضور سے رخصت ہو کر مولوی عزیز الدین تو اپنے بیکلہ میں روانہ ہوئے اور مولوی فضل علی صاحب کی کچھ عجیب حالت ہوئی کہ بار بار کم لوگوں سے انتظار کے ساتھ کہتے تھے کہ تم کو مرید کراؤ اور سارے سب گھروں والوں کو بیعت کراؤ۔ مجھے بھی حضور انور کھننوں اشاعت لیجا نے والے تھے انہوں نے یہاں تک اصرار کیا اور اتنا جھبہ ہو کر کہم لوگوں نے حضور انور کی خدمت پاپکرت میں اتنا سیکا کہ مولوی فضل علی صاحب بیعت ہونا چاہتے ہیں اور حضور کی دعوت کی بھی آرزور کتھے ہیں۔ بلکہ حضور پر نور قیام فرمائیں تو مناسب ہو حضور نے دونوں باقی منظور فرمائیں گواہ دن کا قیام اور منظور نہیں فرمایا اور دوسرا دن بارہ بجے دن کی گاڑی سے لکھنؤ جانے کا قصد تھا اور یہ طے ہوا کہ حضور انور جس کو جانے تو قیام سے رخصت ہو کر مولوی فضل علی صاحب کے یہاں ناصد تناول فرماتے ہوئے ایشیان پر تشریف لے جائیں۔

چنانچہ دو سکر روز ۹ بجے دن کو حضور انور مرزا قاسم جان صاحب داراشی کے مکان سے مولوی فضل علی صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے۔ مولوی فضل علی صاحب نے نہایت اعلیٰ پیارہ حضور پر نور کی دعوت کا استمام کیا تھا اور اپنے بیکلہ پر عسکر چاند کی طرح حضور کا انتشار کر رہے تھے اور بار بار سبقیار ہو کر کہتے تھے کہ ابھی حضور تشریف نہیں لائے۔ آخر کو نخود من درگر صاحبوں کے اس قصد سے اُٹھے کہ راستے حضور کی پاکی کو نخود اپنے کام نہیں پر اٹھا کر لائیں۔

سودم کے قریب وہ گئے ہوں گے کہ حضور کی یا کوئی مل گئی ڈوپی صاحب نے مراسم ادب و تسلیم ادا کرنے کے بعد خود پاکی لے چکنے کے لیے منت سماجت کی گر حضور نے منح فرمایا۔

جب حضور ان کے بیکلہ پر پہنچے تو عجیب بھروس مسیرت کا عالم تھا اذل ڈپی صاحب کے زنا نہ مکان میں خوانین بیعت سے شرف ہوئیں اور بعد میں خود ڈپی صاحب شرف بیعت بے مستفید ہوئے شیرینی تقسیم ہوئی اور خاصہ وغیرہ تادل فرما کر حضور انور محمد قدام دہماں ہیاں کے رخصت ہو گئے۔  
حضور انور کے سامنے جاتے جاتے فنا لافت ہو ہو جاتی تھی اور قلوب محبت کے انوار سے متور ہو جایا کرتے تھے اور اس قسم کے داعمات آتے دن پیش آتے رہتے تھے۔

## مولوی نور کریم صاحب قدوالی کی خرقہ لپوشی کا واقعہ

مولوی نور کریم صاحب قدوالی کا واحد اگرچہ بیعت سے متعلق نہیں ہے بلکہ خرقہ لپوشی سے ضرور علاقہ رکھتا ہے اور اس واقعہ سے حضور پوندر کی شان غریبی متحقق ہوتی ہے اور اس سلسلہ پر وشنی ٹپٹل ہے کہ حضور انور سے بیعت ہوئے کے بعد اگر کوئی شخص اپنی بدختی سے حضور سے مکر ہو کر کسی اور توسل سے مارچ رو عالی حاصل کرنا چاہتا تھا تو نیچہ بالکل برکس پیدا ہوتا تھا اور اس وقت تک وہ نہیں سنبھالتا تھا جب تک کہ حضور خود ہی اس کی دستگیری نہیں فراہم تھے۔  
چنانچہ فرشی عبدالغنی خان صاحب والی رئیس پور وہ غنی خان صلح رائے بریلی تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی قاضی نور کریم صاحب قدوالی ساکن بڑا کاؤن مصلحت بارہ بیکی نواب گنج میں طلباء کو درس دیتے تھے، بہایت پابند صوم و صلوٰۃ اور زادکرو شاغل شخص تھے طلبی حق کا شوق ان کے قلب میں موجز ان تھا مگر زہد عبارت اور چیز ہے تصدیقی اور پیغز ہے۔

ایک مرتبہ ان کے سامنے ذکر ہوا کہ ماں کپور صاحب پرتا بگڑی میں شاہ  
خدا بخش صاحب ہو صاحب سجادہ ہیں وہ بڑے با فیض درویش ہیں ان کے سامان  
اکثر لوگ فیض پاتے ہیں مولوی نور کریم صاحب قدوامی کی زبان نے حکما کو تم کو  
تو حضرت حاجی صاحب قبلہ سے بیعت ہوئے دس بارہ برس گذر گئے لیکن ایک  
ابھی ہاں کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ ان لوگوں نے مشورہ دیا کہ تم ماں کپور چلے جاؤ چنانچہ  
مولوی صاحب موصوف دہلی گئے اور طالب ہو کر ذکر و شغل کی تعلیم حاصل  
کرنے لگے۔

اس واقعہ کو دو ماہ گذے ہوں گے کہ حضور پر نور بڑے گاؤں میں تشریف  
لے گئے یہاں حضور انور نے مولوی صاحب کو طلب فرمایا تو لوگوں نے عرض کیا  
کہ وہ حضور کی جانب سے بدعتیدہ ہو گئے ماں کپور میں ذکر و شغل سیکھو  
رہے ہیں۔

یہ سنتے ہی غیرت داری کو کوت پیدا ہوئی اور حضور نے بیان ختم ارشاد فرمایا:  
”وہ بڑی سودا ہی ہے اس کو تیریزی کیا ہے۔“

حضور انور کا یہ ارشاد فرمائنا تھا کہ مولوی صاحب سڑھی سودا ہی سر گئے اور  
برہمنہ مادرزاد ہو کر ماں کپور میں گھلی گلی پھر نے گئے۔ چند روز میں یہ خبر مولوی نور  
کریم صاحب کے مکان پر آئی سب نے سمجھ لیا کہ حضور کی تیچکار کا سبب ہے  
دو تین ماہ کے بعد پھر حضور انور بڑے گاؤں میں تشریف لائے اس وقت انفاق  
سے مولوی نور کریم صاحب بڑے گاؤں میں موجود تھے۔

حضور کی تشریف اور یہ پرمولوی صاحب کے اعزاز اور قرباً سب کے  
سب حاضر ہو کر آپ کے تمہول پر گر بڑے اور منت درازی سے عرض  
حال کیا۔

حضور کا رقم و کرم تو مشہور ہے فرماں کو بلاسے کا حکم دیا۔ یہ سنتے ہی  
لوگ ان کو یعنی کے لیے گئے تو دیکھا کہ وہ ایک جو شریں کا ہار گئے میں ڈالے ہوئے  
ایک گدھے پر سوار ہیں اور اسی کا پچھا نگار ہے ہیں بالکل مادرزاد برہمنہ تھے۔ اسی

بیشت سے وہ حضور کی خدمت عالی میں لائے گئے ان کے اعزاز اور قربانے جب  
ان کو اس شکل سے دیکھا تو بے اختیار شور نالہ و فریاد بلند کیا اور حضور کی خدمت  
عالی میں عرض کی کریا تو یہ اپنی اصلی حالت پر آجائیں ورنہ ہم لوگ بھی زیریت  
سے بیٹگیں ہیں اور سوت کے لیے تیار ہیں حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ :  
”مولوی صاحب کو عمل کرو۔“

اور اپنا ملبوس مبارک عطا فرمایا کہ اس کو پہناؤ۔

جیسے ہی عمل کے بعد وہ بس اٹھا اُن کو پہنایا گیا وہ اپنے ہوش میں  
آگئے اور حضور کے قریب پیش کرنا ہے ایسا ادب و تفہیم سے قد مسود ہوئے  
اور گریزداری سے اٹھا رہا رہا ایسا ادب و تفہیم سے مولوی نور کریم صاحب قد و اولیٰ  
نے حضور کا ساتھیں چھوڑا اور اپنی سابقہ بد عقیدتی پریشان اوقات ابتدیدہ رہتے  
تھے۔ پھر تو فیضانِ وارثی نے ان میں حسن عمل کے لیے چاہیا نہ لگائے کہ وہ نور  
علی نور ہو گئے۔

حسن بزرگوں نے ان کو دیکھا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی حالت میں  
یک بیک ایسا تغیر ہو گیا تھا جس کا سان و گان بھی بیٹھا۔ تھا ہری طور پر  
بھی ان کو حضور کی ذات میں ایسی فنا نے کامل ہو گئی تھی کہ خط و نبال اواز و صورت  
نشست و برخاست غسل کہہ ایک بات میں ان کو حضور پر نور سے مشاہدہ  
تا تر حاصل تھی۔

مدتِ العمر حضور کے ساتھ رہے مرض الموت میں حضور اور کے حکم سے  
اپنے مکان پر تیام کیا اور بعد وصال اپنے باغچہ میں دفن ہوئے۔  
یہ بات بھی شانِ وارثی کا ایک ادنیٰ کریمہ ہے کہ حضور کے دیکھنے والے  
کی خواہ کمی ہی حالت کیوں نہ ہو جائے اور وہ کیسا ہی پلاکیوں نہ کھائے گر  
ابن جام کا حضور ضرور دستگیری فرماتے ہیں اور وہ فیضانِ وارثی سے محروم  
ہیں رہتا۔

## حافظ احمد شاہ صاحب اکبر آبادی کی بیعت کا واقعہ

حافظ احمد شاہ صاحب کی سات یا آٹھ سال کی عمر ہو گی جب ان کے والدین نے حضور انور کی غلامی میں پیش کر دیا ان کو اس بیعت کا ہوش نہ تھا۔ ان کی تعلیم ظاہری بھی اعلیٰ درجہ کی تھی اور زمانہ تلفویت سے شابستہ ان کو علیٰ مشانقی ہی سے سروکار رہا۔

ظاہری شریعت میں ڈرے استوار تھے اور صحیح بھی ایسی رہیں جن کی وجہ سے یہ درویشی کے سخت خلافت ہو گئے۔

قصوور برزن کو علائیہ شرک کہتے تھے اور اپنے مرپید ہونے کے بارے میں اکثر کہا کرتے تھے کہ میں تو ناکہنی اور بے شوری کے زمانہ میں بیعت ہو اخیر بیعت قابلِ وثوق نہیں ہے۔

عرصت کم اسی نیوال میں رہتے۔ یہ کاک ان کی حالت میں خود بخود تغیر پیدا ہوا اور ان کے دل میں خدا طلبی کے جذبات پیدا ہوئے مگر اس پڑھی وہ حضور انور کی جانب سے خوش اعتماد نہیں ہوئے۔

اجمیر شریعت پر ان کلیئر شریعت اور دیگر متعدد سر مزارات پر جا گا کہ انہوں نے ریاض کیا اور مراقب رہے مگر ہر ایک مقام پر ان کو کسی اشارہ ہر اک جرم کو جمع عائلہ انہیں سے ہو گا جنہوں نے پلے تھا اما تھا تمام یا ہے۔

ان کی جو حالتیں گندمی ہیں ان کے متعلق ایک مفصل خط انہوں نے چوبی سی خدا بخش صناداری کو کھا تھا اور اپنی ایک مختصر سوانح عمری اپنے ہی تلمیں سے تحریر کی تھیں جو فارسی زبان میں ہے اور تلمی ہے۔ راقم الحروف نے اسکی چور عربی خدا بخش صاحب کے پاس دیکھا ہے ان حالات کو دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حافظ احمد شاہ صاحب نے بتو حضور انور سے بے پرواہ کر دیگر ذرا شے سے طلب بخ کی کوشش کی اس میں ذرہ بابر کا میا ب فیں ہوتے۔

اور ہر جگہ سے مایوس ہو کر بارگاہ وارثی میں حاضر ہوئے اور اپنی خطاویں

کا ارتکاف کر کے معافی کے لیے استدعا کی۔ اس کے بعد جو حالت ان کی ہوئی  
اس سے ایک عالم آگاہ ہے، آزاد فیر وہ شہر تھے۔  
حضور پر نور کے خاص جانشیوں میں ان کا شمار تھا، خرقتہ بھی مرمت ہوا تھا  
وصال کے بعد حضور پر نور کے آستانہ نالی سے متصل ان کا مزار تھا جس کو نواب  
عبداللہ کو رخان صاحب دارالشیعہ میں دھرمپور نے بنایا تھا جو بصورت اور  
پختہ بنواریا ہے، لوحِ مزار پر شاہ شاکر صاحب دارالشیعہ کا یہ صریح تاریخ  
وفات کندہ ہے تھا:

عاشقِ جانباز است دارالشیعہ آزاد بود

## سید مجھی الدین صنایبیر سٹر کی بیعت کا واقعہ

حضور انور کی تائیراتِ محبت سے کوئی خالی نہیں رہتا تھا اور نہ آپ اسکو  
کبھی چھوڑتے تھے جو اپ کی خدمتِ عالی میں پیش ہو جاتا تھا۔  
معصوم مکبوں کے تلب میں بھی تائیراتِ محبت اپنا کام کر کے  
رہتی تھیں۔

سید مجھی الدین صاحب بیر سٹر ایڈ لائل کی بیعت کا واقعہ بھی اسی نوست  
سے علاوہ رکھتا ہے۔

سید صاحب موصوف مولینا مولوی سید عبد الغنی صاحب قبل دارالشیعہ  
بخاری دامت رحم طبقاتِ الکبریٰ والکلام الروحانیہ وغیرہ کے فزند رشیدہ میں  
ان کی بیعت کا واقعہ بنا بولینا نمدوخ خود تحریر فرماتے ہیں ان کی عمر سال  
کی تھی جب اپنی والدہ اور دادی صاحبہ کے سہرا حضور پر نور کی خدمتِ عالی  
میں پیش ہوئے۔

حضور انور نے شفقت سے ان کی پشت پر دستِ مبارک پھر دیا، جس کا  
یہ اثر ہوا کہ جب وہ جوان ہوئے تو خود بخود ان کو حضور سے بیعت ہونے کی

خواہش پیدا ہوئی مالا کمک کوئی ترغیب و تحریک نہیں تھی چنانچہ جب وہ علی گڑھ کا گانہ کے میرک کلاس میں تعلیم پاتے تھے تو علی گڑھ سے اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ دیوبہ شرائیت میں آئے اور خاص عید الفطر کو وقت صبح بیعت سے مشرف ہوئے۔

جب میرک کا امتحان دیکر علی گڑھ سے وطن جائے گے تو پھر بعد اشتاق حاضر بارگاہ عالی ہوئے حضور انور نے حاجی او گھٹ شاہ صاحب دارالیٰ سے فرمایا کہ:

”کون ہیں؟“

انہوں نے عرض کیا کہ سید مجحی الدین سید عبدالغنی صاحب کے فرزند ہیں ارشاد فرمایا کہ:

”کیوں آئے ہیں؟“ عرض کیا کہ میرک کا امتحان دے کر آئے ہیں ”یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ:

”یہ پاس ہو گئے۔“

حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ ابھی تو امتحان دے کر آئے ہیں حضور انور نے فرمایا:

”تمکو کیا معلوم یہ پاس ہو گئے؟“

چنانچہ وہ بغضبلہ پاس ہو گئے جب پھر حاضر ہوئے تو حضور پرنور نے ارشاد فرمایا کہ ”ابھی تو یہ اور پڑھیں گے۔“

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے بغیر کسی رکاوٹ کے علی گڑھ کا گانج سے ایٹے اور بیلے میں کامیابی حاصل کی اور اس کے بعد ولایت گئے اور برلنی میں کامیاب ہو کر واپس آئے باوجود اعلیٰ مغربی تعلیم کے حضور پرنور کی محبت کے انوار ان کے قلب میں بدر جذب خایت موجود ہیں۔

جمالی وارثی کا یہ اولیٰ کوشش تاکہ جس کی آپ پر نظر پڑ جاتی تھی وہ آپ ہی ہو جاتا تھا سے:

زندگی نہ عشق تو خالی نہ بودیک دل  
لے جان جہاں پہنچاں چوں جان تو پہنچا نی

## شیخ میں علی حسنا و ارشی کی بیعت کا واقعہ

بعض واتحاتِ بیعت ایسے بھی سماحتیں آئئے میں جن سے خلاہ ہوتا  
ہے کہ قبل بیعت ہی وہ دولتِ احمدیت سے مالا مال ہو گئے۔ جیسا کہ شیخ حسین علی  
صاحبِ تخلص نوابِ دارشی کا مقصد ہے جس کو وہ خود تحریر فرماتے میں۔  
ایک مرتبہ میں اپنا مکان بنوار ہماقہ اور مکان تیاری کے قریب تھا کہ نہ ہے  
و روشنور سے پانی برسا اور اس کا کچھ حصہ گرفڑا میں نے دعا مانگی اور عرض  
کیا کہ یا حضرت شاہ عبدالعزیز بالسوی آپ دعا کریں کہ میں رامکان بن جائے  
یہ کہتے کہتے میں سو گیا۔ دن میں میرا لڑاکا سخت علیل ہو گیا تھا جس کی پانچ سال  
کی عمر تھی۔ پہلی رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ  
فرماتے ہیں کہ :

”حسین علی جاؤ چلوا ری میں بھیر انگل کا ہے اس کو توڑ لاؤ“

میں گیا اور دیکھا تو کھیراٹوٹا پڑا تھا اور اپنے اس کی پانچ سال  
پڑا ہے اور کھانے کے تقابل نہیں ہے جحضور نے فرمایا :

”جانے دو خدا نعم البدل دے گا اور کھیرا اس کی دوا ہو گا“

صحیح کو وہ لڑاکا مر گیا۔ مجھے بالکل رنج نہیں ہوا۔ سال بھر کے بعد لڑاکا پیدا  
ہوا بفضلِ اب موجود ہے اس کا نام واحد علی سلمہ ہے۔

واحد علی کو مجھی چار برس کے بعد وہی عارضہ ہوا اور دست اور قی متواتر  
ہوئے گئے۔ بارہ بیکنی فیض آباد رونا ہی سب جگہ واحد علی کو تکیر ملاج کے لیے گیا  
گر کوئی صورتِ صحت کی پیدا نہ ہوئی بلکہ آخر جب میں رونا ہی سے واپس ہو کر  
گدیر میں آیا جہاں واحد علی کی نہشائی ہے تو ایک سورت کھیسے بچھپی ہوئی۔ اُنی

اس سے متواتر نے کھیسے خریدے اتفاق سے کچھ بین اور کھیرے بلگہ پڑے رہ گئے۔ اس مریضنے پتھر نے وہ نیچ اٹھا کر منہ میں ڈال لیے۔ میں نے دیکھا گلکشہم و لحاظ سے کچھ بینی کہا۔ اس وقت سے قتے اور دست بند ہو گئے۔ اور اس نے دودھ بھائی سپا آشنا صحت نوادار ہونے لگے جب دو گھنٹے گذر گئے تو میری خوش امن صاحبہ نے کہا کہ تم لحاظ داد ب طرف کرو اور یہ بتاؤ کہ لڑکے کے دو گھنٹے سے قتے اور دست کیوں بند ہیں۔

میں نے کہا کہ آپ بالوں میں صدوف تھیں یہ کھیسے کے یعنی کھا گیا تسبیح کہ ان کو خیال پیدا ہوا اور انہوں نے کہ کہ تم کو اپنا خواب یاد ہیں ہے حضرت جانی حمدہ قبلہ نے فرمایا کہ لڑکا ہو گا اور کھیرا اس کی دوا ہو گی۔ اس وقت مجھے خیال آیا دو کھیرے رکھتے ہوئے تھے وہ مسلسل ہو کر پڑا شکھلا گئے۔ واحد علی کو بفضل صحت کلی ہو گئی۔

ایک مرتبہ پھر واحد علی کو سنت علات سے سابقہ طریقہ تو طبی دشواری سے کھیرا تلاش کیا گیا جب صحت ہوئی۔ عرض کر اس کے غیلانج کے لیے کھیرا ہی اکیرہ ہے۔

شیعہ حسین علی صاحب کو اپنی تنکے موافق قبل بیعت یہ امتحان ہوا ان کی بیعت کا واقعہ بھی امتحان پڑھنی ہے جس کو وہ خود تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شکوہ آباد میں حضور پر نور کا مزار مبارک ناماز ہو گیا اور میں نے سننا کہ دیوبہ شریف میں شاہ فضل حسین صاحب دارالشیعہ شاہ ولایت حضور کو لائے کے لیے شکوہ آباد چل گئے۔ جس روز وہ روانہ ہوئے ہیں اس کے دو سو گزون میں اپنے موضع سے نواب گنج جارہ تھا۔ راست میں ایک بُجہ کھڑے ہو کر میں نے پان کھایا اور اپنے دل میں عہد کیا کہ اگر آج حاجی صاحب قبلہ نواب گنج میں مل جائیں تو واللہ بغیر یہ ہوئے کھانا نہ کھاؤں۔

آگے چل کر میں خود بخود اپنے دل کو ملامت کرنے لگا کہ تو ایسے جعلی العقد بزرگ کی آزمائش کرتا ہے پہلی آزمائش ہی میں کیا کہ تحریر ہوا ہے۔ عرض کے

میں نواب سمجھ پہنچا اور کچھ کپڑا وغیرہ ایک دو کان پر خرید رہا تھا کہ حضور انور پاکی رسوائی شریت لئے جاتے ہیں میں دوڑ کر سا منے حاضر ہوا اور ادب بجا لایا  
حضور انور نے پاکی رکوادی اور فرمایا :  
”کیوں دل سے ایک ہیں“

میں نے عرض کیا کہ محکوم مرید کر لیجئے ، پھر حضور نے مکتار شاد فرمایا :  
”دل سے ایک ہیں“

میں سخت نادم و شرمندہ کھڑا ہوا تھا کہ حضور انور نے فرمایا :  
”تھاری کچھ سزا ہونی چاہئے۔ اچا جاؤ گدیہ سے شیخ منصب علی کو واپسے سا تھے یک مرید کھینچ میں آجائو جب مرید کریں گے“  
میں نے عرض کیا کہ میں قسم کھا چکا ہوں بغیر مرید ہوئے کھانا نہیں کھاؤں گا ۔  
حضور نے فرمایا :

”ستر کھیڈ میں کھانا“

میں بتعقیل ارشاد عالی گدیہ سے شیخ منصب علی کو واپسے سا تھے کہ  
ستر کھوئیں ہو، بجھے دن کے حاضر ہو۔ آپ نے بجھے دیکھتے ہی میسکر لیے کھانا منگایا جب کھانا آگیا تو فرمایا :

”اب کھانا سانتے ہے اسکین رہے گی، آدم مرید ہو جاؤ“  
مرید ہونے کے لیے میں قریب حاضر ہوا تو پھر ارشاد فرمایا :  
”دل سے ایک ہیں“ میں نے عرض کیا خواستگار معافی ہوں جنور نے ارشاد فرمایا :

”ہم تم سے بہت خوش ہیں، وہ مرید کیا جو پھر کو جا پنج کر مرید نہ ہو اور وہ پیر کیا جو دقت پر کام نہ آئے وہ پیرش اس درد کے ہے جو تخلیقیت وہ ہوتا ہے“

مرید کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ ”اب ہمارے سامنے کھانا کہاں“ یہ حضور انور کی قوت رومنی تھی کہ حاضر غائب کی خبر گیری فرماتے تھے ۔

# اکرام حسین کے بیعت کا واقع

حضرت انور کے روحاںیت اور قوت باطنی کے واقعات اس تدریجیت  
انجیز ہیں کہ نہم دارا ک میں نہیں آتے۔ حضرت انور کی حیات خاہری میں جس  
طرح ایسے واقعات نظر آتے رہتے تھے ویسے ہی اب بھی شاہراہ ہوتے ہیں،  
تاضھی مدد لیا قلت حسین صاحب دارثی روڈ لوہی رقطار از ہیں کہ مدھرم  
۱۳۲۴ھ کے شب میں بحالتِ خواب ہولوی عبد العلی صاحب دارثی خدا نما  
نے دیکھا کہ وہ حضرت انور کی خدمت میں حاضر ہیں اور ایک نزجان آدمی کو  
انہوں نے حضرت انور سے بیعت کرایا ہے۔

بعد بیعت حضرت انور سے ارشاد ہوا کہ:

”ان کو روک کر نہ نماز پڑھوادو“

نیت نماز کی اس طرح ارشاد فرمائی:

”نیت کرتا ہوں میں دور کعت نماز و اصل الی اللہ کی۔ اللہ اکبر“  
ہر کرعت میں ایک ایک بار سورہ فاتحہ اور گیارہ گیارہ بار سورہ انعام  
پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔

چنانچہ پہ تعلیل ارشاد نماز پڑھادی گئی۔

جب بیدار ہوئے تو خدا نما صاحب کو خلیلِ عالیٰ پیدا ہوا کہ خواب کا داع  
خارج میں وقوع پذیر ہونے والا ہے۔

۲۹ محرم کو خدا نما صاحب بوقت شام نماز بخوبی بارہ بجکی سے لعزم  
دیوبہ شریف روانہ ہوئے۔ راہ میں صفر کا چاند دیکھا۔ جبیغ کو عرض خاص سرکار  
عالم پناہ کا تھا۔ دیوبہ شریف پہنچ کر خواب کا واقع بعض خاص اخبار سے  
بیان کیا۔

یکم صفر دو بنجے دن کے حسب معمول مزار پر ازمار کو غسل دیا گی۔ بعدہ

تبہ شریف سے باہر صنیلوں میں اور چپر ترے پر قوایاں ہوئے گئیں خان بیا  
مردی محمد باقر پیشتر پس ٹکھڑر میں رائے بریلی اور ان کے برا در عزیز مولی  
محمد ناصرخان صاحب پیش کر رہے انسپکٹر اور ان کے بھائی اکرام حسین  
ادبدالحید خان صاحب ایک طرف کھڑے قول اُن ہے تھا ان صاحجوں میں ہفت عبدالحید خان  
خدا نما صاحب کو جانتے تھے یہ دہاں پر ہسل رہے  
تھے عبدالحید خان صاحب اور اکرام حسین ان کی طرف دیکھ دیکھ کر آپس میں  
کچھ پاتیں کر رہے تھے۔ خدا نما صاحب نے اس کو محسوس کر کے عبدالحید خان  
صاحب سے کہا:

”شاید کچھ ذکر میرا ہو رہا ہے۔ عبدالحید خان صاحب نے خندرو  
ہو کر کہا:

”اکرام حسین کہتے ہیں کہ یہ خدا نما کیونکھ رہیں اور کس طرح سے ہیں؟“

یہ سن کر خدا نما صاحب نے ان الفور بربستہ کہا:

”کیا دیکھو گے؟“

اکرام حسین نے کہا:

”حضردار“

بس معاخذانہ صاحب اکرام حسین کو اپنے ساتھ نہ شین میں لے گئے  
اور اکرام حسین سے کہا:

”دروازہ پر جو کتبہ تاریخی (فَأَيْمَانُكُلُّ أَفْشَمَةٍ وَجِهَةُ اللَّهِ)  
کندہ ہے دیکھو“

اکرام حسین دیکھنے لگے۔

خدا جانے انہوں نے کیا دیکھا کہ دیکھتے دیکھتے مثل نقش بر دیوار ساکت  
اور متین بر سر گئے اور آنکھوں سے آنحضرت جاری ہو گئے۔

خدا نما صاحب ان کو اسی حال میں چھوڑ کر باہر چلے آئے۔ دیر کے بعد  
اکرام حسین بھی باہر آئے تو خدا نما صاحب نے ان کو منا طب کر کے کہا:

”دیکھا؟“

انہوں نے ایک آہ سرد بھر کر کہا:

”میں دیکھا۔“

اس وقت سے اکرم حسین خدا نما صاحب کے گردیدہ ہو گئے۔  
شب کو عبدالجعید خاں صاحب رو تے ہوتے ہوئے مولیٰ محمد باقر صاحب  
کے پاس آ کر کہنے لگے:

اکرم حسین فقیر ہو جانے پر کربستہ ہے:

سب لوگ مجھ سے ہو گئے اور ماہوں صاحبان کو ان کے تزوہ و  
پیدا ہو گیا۔ اکرم حسین نے بیعت کی درخواست کی۔ عقل شریعت کے بعد وہ  
مرید کارادی یہ گئے اور خدا نما صاحب نے ان کو دنیا زمین پر حراوی۔  
اکرم حسین کی محیت اور حضور اُنور کی محبت میں ان کی بے خودی قابل

وید تھی۔

سرکار والاتبار کے فیض اور برکات آلان کا کاف جاری ہیں اور  
رمیں گے ہے:

چلتا ہے روز دو ر منے ارغوان ہنوز  
جاری فیضِ محفلِ پیغمبرِ مغلان ہنوز

## شیخ عبدالحیم صاحب رئیس فتحپور کی بیعت کا واقعہ

مولوی عکیم محمود علی صاحب دارالشیخ فتحپور می تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالحیم صاحب دارالشیخ نہایت ویس اور تماری خاندان کی یادگار ہیں، نہایت مقدس بزرگ ہیں اپنی بیعت کا واقعہ خود تحریر فرماتے ہیں جو یہ ہے کہ ان کے والد ماجدی اور بزرگ سے بیعت تھے اور اسی سلسلہ میں ان کو بیعت کرانا چاہئے تھے۔ ابھی دنوں کا ذکر ہے جس کو خود عبدالحیم صاحب بیان فرماتے ہیں کہ حضور انور فتحپور میں شریف رکھتے تھے میں ایک ضرورت سے اپنے موضع میں گیا اور اپنی کے وقت اپنے دل میں خود بخوبی تھیا کیا کہ اگر حضرت حاجی صاحب قبلہ پہنچ پڑیں تو اس وقت مجھے نیسے کی مکان پرستی پور میں موجود میں فوراً مرید ہو جاؤں گا۔

میں جس وقت اپنے مکان کے قریب پہنچا تو مجھے ساعت کی آواز معلوم ہوئی جب احاطہ مکان میں داخل ہوا تو دیکھا کہ حضور انور نیسے کے مکان میں رونق ازدیاد ہیں۔

میں جس وقت حضور کے سامنے حاضر ہوا تو میرے والد قبلہ سے خود بخوبی حضور نے فرمایا:

”منظفر علیِ منظفر علی اس لڑکے کو ہمیں دیدو“

انہوں نے عرض کیا ”حضور ماں کے ہیں“ چنانچہ میں فوراً حضور کے دست مبارک پر بیعت ہوا، حضور انور کی نامتناہی قوتِ مدرک تھی جس کا اشارتی اثر حضور پر انور کے قلبِ انور کو فوراً طالبانِ صادق کی طرف متوجہ کر دیتا تھا اور وہ آپ کی اس بدیری کی خرقِ عادت سے ہیран و ششدراہ جاتے تھے۔

## مستقیم شاہ حبیب خان کے خاندان کی بیعت کا واقعہ

عکیم محمود علی صاحب دارالشیخ فتحپور می تحریر فرماتے ہیں مستقیم شاہ صاحبؒ

کے بزرگ کابل سے گھنٹو میں آئے اور شاہ او وہ کے یہاں ملازمت کی اور فتح پر  
صلح بارہ بنکی ان کا مستقر ہوا۔ یہ لوگ جب یہاں آئے تو بالکل تمازہ دلاست  
تھی کہ صان طواری دوزبان نہیں بول سکتے تھے۔ ان صاحبوں میں یہاں غیل اور  
یوسف زی دو گروہ تھے جنہوں نے جب فتحور تشریف لائے تھے تو اپنی وضیع داری  
کے مطابق ایک منظر کے یہاں قیام فرماتے تھے اگرچہ اس وقت مستقیم شاہ صاحب  
کے اعتبار میں سے کوئی حضور انور کا مرید نہ تھا بلکہ حضور پر فور کے سامنے حاضر نہیں  
سب کیساں تھا کوئی بات مخفی نہ تھی یہ خاندان ازل سے حضور کی جاشاری اور  
محبت میں نام زد ہو چکا تھا اور مستقیم شاہ صاحب اپنی ازلی سعادت سے حضور کے  
دام محبت میں اسیر پیدا ہوئی تھیں۔ آپ کے سامنے حالات آئینہ تھے، اس لیے  
حضور بغیر کسی شخص سے خلاہری تعارف کے جس مکان میں مستقیم شاہ صاحب  
رتی تھیں تشریف لے گئے جنہوں نے سقفِ مکان پر مستقیم شاہ صاحب کے پاس  
بیٹھے ہوئے تھے کہ مستقیم شاہ صاحب کے والد بادی معزز اللہ خان حبند خاری ملے  
اور انہوں نے نہایت تعجب سے بتا کہ ایک نوجوان فیکران کی دختر نیک اختر کے  
پاس بالآخر پر عیظیت ہوئے ہیں۔ اس موقع پر زیال کرنا چاہیے کہ ایک شریف  
آدمی کو کس تدریجی و تاب ہو گا اور شریف بھی کیا قند حار کاتمازہ دلاست  
شعلہ خوا فغان۔

غرض کہ معزز اللہ خان صاحب نے یہ بات سننے کی تکوار اطمینانی قصد کیا  
کہ کوئی پر اپنچ کر دنوں کا کام تام کر دیا جائے۔ پھر زیر پر بیچکر خود بخود رک  
گئے اور خیال کیا کہ جب یعنی اُرس اس وقت عملہ کرنا چاہیے۔  
چنانچہ معزز اللہ خان حضور کے تشریف لے جانے کے منتظر تھے اور شریف  
بکھ کھڑے تھے کہ حضور پر فور کوٹھے سے اُتر کراطیناں سے ملے گئے اور معزز  
الله خان پر ایسی ہمیست حق طاری ہوئی کہ اپنی جگہ سے جنیش نہ کر کے تکوار اطمیناناً تو درکار  
رہا ان کی زبان سے کوئی بات بھی نہ ملکی۔ حضور کے تشریف لے جانے کے بعد  
پھر خان صاحب کے وہی نیخالات تمازہ ہو گئے جنہوں نے کچھ پرواہ نہیں

کی پرے ہے (ادلی اادلہ لاخو ف علیہ و دلاہو  
جیز لفظ)

اپ آکٹھا سی طرح جاتے آتے رہتے ہے۔ چند مرتب ایسا ہی اتفاق ہوا تو  
معز ز اللہ خان صاحب کے خیالات نے خود بخود پہنچا کیا اور اس بات پر  
غور کیا کہ جب سامنا ہوتا ہے تو یہ ساکت و دم بخود رہ جاتا ہوں اور جب  
وہ صورت آنکھوں سے ادھیل ہوتی ہے تو پھر وہی خیالات عوڈ کر آتے ہیں  
حضر اس میں کوئی لازم ہے۔

غرضکہ تائید غیری خان صاحب کے شامل مال ہوئی جس نے صراط  
ستقیم کی راہ دکھانی اور دوہی چار روز میں سب گھروں لے حضور کی غلامی کا دم  
بھنسنے لگئے اور حضور کی جس محبت بیان نثاری میں اس خاندان نے ثابت تدمی  
کہ انہیار کیا وہ مشہور و محروف ہے۔ حضور انور کے خاص مجouں میں اس خاندان  
کا شمار ہے۔ خصوصاً ستقیم شاہ صاحبہ جس پاپکی درویش گذری ہیں وہ اظہر  
من اشیس ہے۔ بجزید و نقید میں وہ حزب الش تھیں اور بڑی صاحب بیت  
اور کامل گذری ہیں۔ بارگاہ وارثی میں نہایت مقبول تھیں۔

حضور انور کے دست مبارک پر اس قسم کی بھی سعیتیں ہوئی ہیں کہ کسی پر دہ  
نشین کے دل میں حضور انور کی بیعت کی تناہ ہے تو حضور انور خود بخود تشریف  
لے گئے اور بیعت فرمایا۔

حق یہ ہے کہ حضور انور کی ارفح و اعلاء شان عدیم المثال تھی جس کی  
ماہیت و حقیقت سے بخبردار ہونا نہایت مشکل کام ہے۔

## عالم رویا میں استفادہ بیعت

بشارات و اشارات اکثر خواب میں ہوتے ہیں اور دیا صادقه کی  
مدیریت شریف میں بہت تعریف ہے کہ سچے خواب جزو نبوت ہوتے ہیں

مگر شریعت نے خواب کی بات پر عمل کرنے کو منع کیا ہے کیونکہ اکثر خواب اپنے  
ہوتے ہیں جو خواہ کتنے ہی سچے اور اچھتے کیوں نہ ہوں ان کی حقیقت فوری ہو رہی  
سمجھ میں نہیں آتی اور بعض اوقات تیجہ بلکہ براہم سوتا ہے۔ اسی وجہ سے اس  
کتاب میں وہ واقعات خواب نہیں درج کئے گئے جنکی حضور پرورد نے خود  
تصدیق نہیں فرمائی یا جن کو احصیت پڑھی ہوئے میں احتمال نہیں ہے اسی  
وجہ سے بعض نہایت اہم واقعاتِ خواب چھوڑ دیے گئے ہیں:

چو غلام آفتاب ہے آفتاب گویم

ششم شب پر ستم شحدیث خواب گویم

حضور انور حنفیوں کو خواب میں بیعت فرماتے آن کو سامنے آتے ہی  
بیجان لیتے اور خواب میں بیعت ہونے کی تصدیق فرماتے تھے۔ راقم الحروف  
نے بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ حضور انور کا خواب میں اس طرح بیعت فرمان  
ادر تعلیم وغیرہ کرنا نسبت اولیہ کے کمال پر مبنی ہے حضور انور سے خواب میں بیعت ہونے  
کے بعض مختلف واقعات حاصل ہوئے ہیں جو تفصیل اکھیے جاتے ہیں۔

شیخہ نہال الدین صاحب دارال منتظر ضلع بارہ بیگ روایت کرتے ہیں  
کہ ۱۳۲۷ھ کا دادا تمہرے کو سید عبده الرحمٰن صاحب جو بمبئی کے ایک نامور اور مشور  
تاجیر ہیں انہوں نے خواب میں حضور پرورد کی بھی نہیں دیکھا تھا جب وہ مسجد میں نماز فجر کے لیے  
آئے تو بعد غازی انہوں نے اکثر لوگوں سے اس خواب کا ذکر کر کے یہ بیان  
کیا کہ اس خواب کا اثر تو قلب پر ایسا ہے جس کو بالکل اصل کہنا چاہیے تھے  
معلوم نہیں وہ کون بزرگ تھے اور ان کا کیا نام تھا اور کہاں کے رہنے والے تھے  
مولوی شیخ عبد العزیز صاحب منتظر کرسی ضلع بارہ بیگ اس مسجد میں پیش امام  
تھے انہوں نے جب مفصل واقعہ خواب کا بت اور ان بزرگ کا سر اپا ساعت  
کیا تو سید عبده الرحمٰن صاحب سے فرمایا: "اس شکل و شماں کے بزرگ تھوڑت  
ستیدنا حاجی صاحب قبلہ ہیں جو ہمارے جوار میں رہتے ہیں"

سید صاحب کو حضور کا پتہ و نشان معلوم ہوا تو وہ بارگاہ عالیٰ کی جانب  
کے لیے بے چین ہو گئے اور مولوی عبدالعزیز صاحب پیش امام کو اپنے ہمراہ  
لے کر عازم ہوئے۔ بس وقت آتنا شریعتی پر حاضر ہوئے حضور انور نے  
سید عبدالرحمن صاحب کو دیکھتے ہی فرمایا:

”تم تو مرید ہو چکے ہو اس قدر دور دراز سفر کی صرف تھی۔  
مولوی رونق علی صاحب وارثی الرضا قی تحریر فرماتے ہیں کہ میسری  
نان صاحبہ الہمیہ حکیم رحمت علی صاحب کی بیعت کا یہ واقعہ ہے کہ انہوں نے  
خواب میں دیکھا کہ حضور انور ان کے سامنے رونق افزون ہیں اور فرماتا  
ہے کہ“

”تم ہم سے کیوں مرعوب ہوتی ہو ہم تمہارے ہیں، تم ہماری ہو مرید  
ہو جاؤ۔“

یہ ارشاد سننے ہی ان کی آنکھوں خل گئی۔ یہ خواب انہوں نے قریب بصحیح  
دیکھا تھا۔ اس کے بعد بھرپور کوئیندہ نہیں آئی۔ صحیح کو انہوں نے ایک صاحب  
کو ملوا یا جو اس قصہ میں نہایت بزرگ سمجھے جاتے تھے اور میانجی وارث  
علی صاحب ان کا نام تھا۔ جب وہ تشریف لائے تو ڈیوٹری میں بھائی  
گئے۔ پردہ سے الہمیہ حکیم رحمت علی صاحب نے اپنا پورا خواب بیان کیا۔ میانجی  
وارث علی صاحب نے فرمایا کہ: ”یہ تلبیہ تو میرے پیر و مرشد کا ہے۔ مگر وہ  
عرصہ دراز سے کوئی معظلم کی طرف گئے ہوئے ہیں۔“

یہ گفتگو ہوئی رہی تھی کہ میانجی صاحب کی لوڈنگی دوڑی ہوئی آئی اور  
کہنے لگی کہ میان صاحب آپ کو ایک شاہ صاحب دریافت فرماتے ہیں۔  
میان جی صاحب نے ڈیوٹری سے تقدم باہر کی رکھا تھا کہ خود حضور انور  
سامنے سے آتے ہوئے نظر آئے وہ دوڑ کر قدموں پر گرپڑے۔ آپ نے  
دریافت فرمایا کہ ”یہ کس کا مکان ہے؟“  
میانجی صاحب نے عرض کیا کہ یہ حکیم رحمت علی صاحب کا مکان ہے۔

پر سن کر حضور انور نے ارشاد فرمایا ।

"وہ بمارے کہتی بھائی ہیں؟" اور درجہ بافت فرمایا ।

"کیا ہیں؟"

میاں بھنی نے عرض کیا: "ابھی حضور ہی کا لذکر خیز تھا، ان کی بیوی نے صدر کو آج ہی خواب ہیں دیکھنا ہے۔ حضور انور تشریفیت لے چکیں اور ان کو جس فرمائیں؟"

حضور نے فرمایا:

"بس بس وہ تو مرید ہیں؟" اور تشریفیت لے گئے۔

مشی الیارنان ساحب متولن علی گڑھ ناقل ہیں کہ حضور پر لوز باندہ آئے ہیں لے گئے دہاں میرے دالدار بادشاہ کا کثرتے ایک شخص بنے ہوئی تھا سے خواہش کی تھی کہ جب حضور باندہ تشریفیت لائیں تو مجھے ضرور اعلان دینا ہیں مرید ہونا پاہتا ہوں۔ مگر دہاں حضور جب تشریفیت لائے تو وہ شخص ایک دور دار ایمیڈیا ہتھا، اس کو فوراً اعلان دی گئی اور اس کے اشتیاق کی وجہ سے اکٹھو گول نے حضور انور سے پھر نے کے لیے اصرار کیا اور عرض کیا کہ ایک شخص طالب بیعت ہے۔ آپ نے فرمایا:

"اب ہم شیئں پھر سکتے اور وہ مرید ہو گیا؟"

چنانچہ جب وہ شخص پر دیں سے واپس آیا تو اس نے اُنہیں فرمایا کہ اور دن بتایا جب حضور نے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ مرید ہو گیا۔ اور بیان کی کہ بھکاریوں میں حضور انور کی بیعت بخیب ہوئی ہے۔

مولوی سید علی حامد شاہ صاحب قادری حاشیتی سجادہ نشین ساندھی ضلع ہردوئی تحریر فرماتے ہیں کہ مشی صادق علی صاحب متولن گوپا منو شمع ہردوئی حضور انور کے سخت نمائت تھے، مجھ سے وہ خود اپنی بحث کا وائد بیان کرتے تھے، جو یہ ہے کہ جب حضور پر نور گوپا میڈو تشریفیت لے گئے تو مولوی محمد فاضل صاحب تعلق دار نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب قبده

آئے میں مکوہیں ملنا چاہتے ہیں میں نے جواب دیا میں ایسے فتویٰ دل سے نہیں لدا  
اوہ بھی چند سخت المفاظ زبان سے نکل گئے۔

بیٹے بی میں اپنے مکان میں آیا ہمایت شدت سے شکم میں درد شروع ہو  
گی اسی وقت ایک طبیب کو بلایا گیا انہوں نے ہر چند دفعہ کی تدبیریں کیں  
مگر کچھ سودمند نہ ہو میں میں نے سمجھ لیا کہ اب مت آگئی اسی بے شنبی اور تغیراتی  
کی حالت میں کچھ غلطات کی ہوئی تو میں نے دیکھا کہ ایک عالی شان سجد ہے جس میں  
بزرگان دین کا مجھ ہے اور سب نمازِ سنت او اکرنے کے بعد کسی انتظار میں  
خاموش بیٹھے ہیں اتنے میں باہر سے کچھ آواز معلوم ہوئی تو وہ سب اٹھ کر استقبل  
کیے ہاں گئے اور ان بزرگوں کو اپنے چہرہ میں لیکر اندر لائے ان بزرگوں نے  
اندر قشریت لا کر نمازِ سنت او اکی اور پھر فرض پڑھائے میں نے دیکھا تو یہ بزرگ  
حضرت حاجی صاحب قبلہ تھے میں قدم بوس ہوا اور درخواست بیعت کی تو  
اپنے بیعت فرمایا۔

اس کے بعد وہ غلبت جاتی رہی آنکھ جو کھلی تو اپنے آپ کو بالکل تصحیح و  
تandrست پایا کوئی درد یا کرب یا بے شنبی کی علامت نہ تھی۔

اسی وقت میں اپنے خیالاتِ بالملاء سے تائب ہوا اور حضور انور کی خدمت  
با برکت میں حاضر ہوا حضور انور نے بخاود دیکھتے ہی ارشاد فرمایا :

”کیا دوبارہ مرید ہو گے؟“

میں نے بڑھ کر قدموں کی اور اپنی گذشتہ بے اوبی پانچ ماہانہ دامت کیا تو  
حضور انور نے عقیم آمیر الجم傑 سے ارشاد فرمایا :

”تمہاری خطائیں ہے آنکھوں کا قصور ہے“

حافظ عبد الواحد صاحب فضلی تولی میرنگوہا تعلیمیں کر میں نے ایک شخص کو دیکھا  
جس نے بظاہر بھی حضرت حاجی صاحب قبلہ کی زیارت نہیں کی تھی جگروہ عالم رویا  
میں حضور کی بیعت سے مشرفت ہوا لوگوں نے اُس سے کہا کہ خواب کی بیعت  
باز نہیں ہے تم کسی بزرگ سے بیعت ہو جاؤ اُس نے ارادہ کیا تراپتے نے

پھر خواب میں ارشاد فرمایا :

”تم مرید ہو چکے ہو اب کوئی ضرورت نہیں۔“

اس کو چند بار ایسا ہیاتفاق ہوا کہ جب لوگوں کے کہنے سننے سے  
اس نے کسی بزرگ سے بعثت ہونے کا قصد کیا حضور نے اس کی تکین فرمائی  
کہ ”تم ہماری بعیت میں آ چکے ہو۔“  
اب اس کو پوری تصدیق ہو گئی ہے اور خواب ہی میں حضور نے اس کو  
مطمئن فرمایا۔

حضور انور کی ذات محدود اصولات سے حاضر و غائب کے لیے ہر وقت  
فیوض جاری رہتے تھے اور لوگوں کو جو مشاہدات ہوتے تھے وہ بالکل اصل ہی ہی  
ہوتے تھے اور حضور انور نے بغیر ان کی زبان سے کچھ نہ ہوئے اس بعیت کو  
صحیح ارشاد فرمایا اور کتر بعیت نہ لینا اس بات کی مبنی شہادت ہے کہ حضور  
خود لوگوں کو مستقیماً فرماتے تھے اور خداوند قدیر نے حضور انور کو کلامات  
روحانی کا مظہر اتم بنا تھا اور رسمت اور یہیں دہ کمال بخش تھا جو اپنی آپ نظر  
ہے۔ خواب میں بیعت ہونے کے اکثر واقعات ہیں اور یہ بات حضور انور کے  
ایک معمولی تصرفات پر مبنی تھی۔

بعض واقعاتِ خوابِ نہایت ایک ہیں جن سے اکثر روحانی تائج اخذ  
ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ دو تین واقعے جو ہم کو دستیاب ہوئے ہیں کچھ  
جائتے ہیں اور چونکہ ہماری مدد و نظریں یہ بالکل اچھوتے اور جدید واقعات  
بعیت ہیں اس لیے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ان سے بھی ایک واقعات  
گذر سے ہوں اور ہمارے علم میں نہ ہوں کیونکہ حضور کے صفات پر تکا کوئی اعتماد  
نہیں ہو سکتا اور نہ حضور کی تاثیراتِ روحانی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ وہ واقعات  
حسب ذیل ہیں :

فاضی سلیمان احمد صنہ کی بعیت کا واقعہ

فاضی سلیمان احمد صنہ

کی بعیت کا واقعہ

مقرب بالگاہ و درشی

جنابِ زلالمہ برائیم

یہ صاحب شیدا نکھنوی قاضی سیلان احمد صاحب رئیس سینچار ضلع بارہ بندی کی بیت کا واقعہ تحریر فرماتے ہیں جو یہ ہے :

قاضی سیلان احمد صاحب کی یہ بیدار بختی اور خوش نصیبی اس لیے قابل ذکر ہے کہ قبل ازیں کوئی ایسا واقعہ نہیں گیا، حالانکہ بنطہا ہر قاضی صاحب کا واقعہ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسے واقعات قلم بند ہوئے ہیں کہ اکثر لوگ خواب میں شرف بیت سے مستفید ہوئے لیکن اس واقعہ سے ایک عجیب آگھی میں حاصل ہوتی ہے، وہ یہ کہ بیت کا تعلق روح سے ہے اور یہ مسئلہ قاضی صاحب کے واقعہ سے حقیقی طور پر متحقق ہوتا ہے جو یہ ہے کہ قاضی سیلان احمد صاحب رئیس سینچار ضلع بارہ بندی بہت کم سنی میں تین ہو گئے اور آپ کے والد اور برے بھائی مولیانا شاہ فضل الرحمن صاحب رضی اللہ عنہ کے مرید تھے، اسی زمانہ میں ان کا ارادہ ہوا کہ ان کو بھی مولیانا رستہ اللہ علیہ سے بیت کرا دیا جائے مگر اسلامیہ میں قاضی سیلان احمد نے عالم روپیا میں ایک مکان کا نقشہ دیکھا جسیں زمین کا فرش ہے اور اسیں ایک بزرگ روشنی افراد ہیں اور زائرین کا غیر معمولی مجسم ہے۔

ایک شخص اپنے سر پر زرد نگہ کا تہہ بند کر کر لا دیا اور اس ذی شان بزرگ کی خدمت میں پیش کی بعد ازیں ایک صاحب نے قاضی سیلان احمد صاحب کی بیت کے لیے گذارش کی جو قبول ہوئی اور قاضی صاحب سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔

قاضی سیلان احمد صاحب نے جب یہ خواب دیکھا ہے اس وقت تک حضور انصار کا اسم گرامی بھی نہیں مانا تھا اور نہ کسی قسم کا شوق یا خیال ان کو مرید ہدا تھا بلکہ اپنے خیال میں زہد و عبادت سی کو خدا شناسی کا ذریعہ جانتے تھے۔ اس خواب کو دیکھتے ہوئے پانچ سال کا عرصہ گذر گیا تو ۱۲۵۷ء میں حضرت امام الدوایس حضور وارث پاک کے والد ماجد استاذ ما قربان علی شاہ صاحب قدس سرہ الحرزی کا عرس تھا تو سیر و تفریخ کی غرض سے قاضی سیلان احمد صاحب

بھی جناب راجد و دوست محمد خان صاحب وارثی تعلق دار نہونا مند  
سلطان پور کے بہراہ دیوبہ شریعت میں آئے یہاں اگر قاضی صاحب سے مکالمہ  
نقشہ اور کمیں کی شان خدام و ناظرین کی صورت اور وضع بخوبی و بیکمی ہو  
پہلے خواب میں دیکھ دیکھے تھے۔

اور جس کو اس طرح خواب میں دیکھا تھا کہ زرد رنگ کا تہہ بند سر پر کوئی  
کر حاضر ہوا اُسی طرح اس شخص کو انہوں نے یہاں تہہ بند پیش کرتے ہوئے دیکھا  
اور جس شخص نے ان کو خواب میں بیعت کرایا تھا اسی شخص نے یہاں بیعت کرایا  
غرض کے خواب میں جن لوگوں کو جنم خدمات سے دیکھا تھا اسی طرح انہیں  
لوگوں کو انہوں نے یہاں بھی اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھا۔ اس خواب میں  
ایک فاس باست یہ بھی ہے کہ رائے میں جب قاضی سیدمان احمد صاحب  
نے خواب دیکھا تھا تو اس وقت تک مرید ہوئے تھے جو سر پر کوئی  
تہہ بند لائے اور نہ وہ بیعت ہوئے تھے جنہوں نے قاضی صاحب کو مرید  
کرایا۔ سر پر کوئی تہہ بند لائے والے باپو کنیا لال صاحب و غلام وارث  
وکیل علی گڑھ تھے اور مرید کرانے والے راجد و دوست محمد خان صاحب تعلق  
دار نہونا تھے اور یہ مردو صاحب رائے میں کے بعد بیعت ہوئے ہیں۔ اس  
سے ظاہر ہے کہ عالم اجسام میں ہو بیعت ہوتی ہے یہ اس بیعت کا نکملہ ہے  
جو عالم ارواح میں ہو چکی ہے۔

اور جس طرح اس عالم میں حاضر ہوتے ہیں اور خدمات پیلا لائے ہیں بالکل  
اسی طرح ازیں بھی حاضر باش و خدمت گزار رہے ہیں ورنہ قبل و قرع بیت  
باپو کنیا لال صاحب وغیرہ کی حاضری اس طرح نہ سوتی جس طرح بعد حصول  
بیعت ہوتی رہی۔

بابو وارث علی خاصہ صاحب رئیس اعظم  
بابو وارث علی خاصہ صاحب رئیس اعظم  
جگدیش پور کی بیعت کا داقعہ

بلکہ اس پور حضور افزر کے خاص محبوب اور جان شاروں میں ہیں۔ آپ کی بیعت کا واقعہ بھی عالم ار دا ج اور عالم اجسام کے تعلقات کی خبر دیتا ہے جو حسب

ذیل ہے: جناب موصوف بیان فرماتے ہیں کہ اپنے بیعت ہونے سے ایک سال قبل میں نے حضور انور کی نواب میں زیارت کی کہ حضور شریعت فرمائیں اور میں حاضر ہوا حضور نے مجھکو دو تصویریں عنایت فرمائیں ایک تصویر تو مطر آرنلڈ پروفیسر مدرسہ العلوم علی گڑھ کی تھی اور دوسرا می تصویر علامہ شبی نخانی کی تھی ان دونوں صاحبین کو میں نے اس سے قبل نہیں دیکھا تھا۔

ایک سال کے بعد میں دیوہ شریعت حاضر ہوا نواب میں جو حضور کی سکل مبارک اور طرزِ نشست دیکھی تھی اسی طرح دیکھا پھر فرق نہ تھا۔ علامہ شبیؒ کو اس نواب سے پانچ سال بعد دیکھا اور دیکھتے ہی مغضن اس تصویر کی وجہ سے پہچان لیا۔ اور بیعت سے تیرہ چودہ برس بعد جب میں انگلستان گیا تو مطر آرنلڈ کو دیکھا اور ان کو ٹھی اس نواب کی وجہ سے فوراً پہچان لیا۔

## مولوی محمد فراز خان صاحب محقق وارثی کی بیعت کا واقعہ

حضور کی ذات نمودا صفات سے عجیب عجیب روز باطینیہ کا انکشاف ہوا ہے جن کا سمجھنا ہمارے فہم دار اک سے باہر ہے۔

مولوی سرفراز خان صاحب محقق لشکر آبادی۔ سابق نیجر درگاہ اہمیت شریعت کے والد بادشاہ بزرگ خان صاحب کا جب انتقال ہوا ہے تو ان کی عمر گیارہ سال کی تھی اور اس وقت سے مولوی محمد سرفراز خان صاحب کے علم کریم صوبہ دار دنیزان

صاحب ان کے کھلی پروش ہوئے۔

مولوی صاحب موصوف ایک تاریخی خاندان کی یادگاریں اور حضرت نبی  
بن ولید رضی اللہ عنہ کی اولادیں ہیں۔ ہندوستان میں ان کے آباء اجداء ممتاز  
و قیس رہے ہیں مولوی سرفراز خان صاحب وارثی اپنی ابتدائی حالت اور بیعت  
کا واقعہ خود تحریر فرماتے ہیں جو حسب ذیل ہے۔

میرے والد حاجاً کبر خان صاحب مکان پر رہتے تھے اور میرے عُمَر مکرم  
وزیر خان صاحب چھاؤنی پونامیں صوبہ دار تھے چھا صاحب کو صد اسہاگ کے ایک  
در ویش کامل سے بیعت تھی مگر ان کی بیعت کا راز ہنسایت پوشیدہ تھا جب وہ  
پشن ہے کہ اپنے وطن میں رہنے لگے تو ان کا یہ قاعدہ تھا کہ دو دو قین میں روز  
یک ایک ججرہ ہیں دروازہ بند کر کے مغلنگت رہتے تھے خود دلوش اور دیگر  
محدودیات کے لیے بھی باہر نہیں نکلتے تھے جب دو یعنی دن میں واپس آتے تھے  
تو ان کی ہنسایت پر جالی حالت ہوتی تھی چہرہ اور آنکھیں سرخ ہوتی تھیں مہینے میں  
دو ایک مرتبہ اس طرح اعسکاف میں رہتے تھے۔

میرے عُمَر مکرم کی کوئی اولاد نہیں تھی اس لیے وہ بھکو ہنسایت پیار اور  
سے رکھتے تھے اور اپنی بی اولاد سمجھتے تھے۔ میری عمر گیارہ سال کی ہو گی جب  
میرے والد حاجاً کا انتقال ہو گیا اس روز مولوی صاحب جوش محبت سے بیقرار  
ہو کر بوئے کہ میرے پیارے بھائی بھنے کی معلوم تھا کہ تم مجھ سے ایک سال پلے  
چلے جاؤ گے ورنہ اپنی عمر کا ایک سال نہیں کو دے دیتا۔ عرض کہ ایک سال کے  
بعد ہی انہوں نے بھنی داعیِ اجل کو لیکیں کہا اور حالتِ زرع میں مجھے طلب فرمایا  
اور اپنے سینے سے لگایا اور اس زور سے بھکو دیا کہ ہنسایت مکملیت ہوئی ایسا  
معلوم ہوتا تھا کہ کوئی گرم سلاخ میرے کے دل میں گھس گئی اور اس کے بعد چھا  
صاحب قبلہ نے یہ الفاظ ارشاد فرماتے:

”خیر وارثٌ تیرا وارث ہے“

یہ کہتے ہوئے بھکو چھوڑ دیا اس وقت جو میری حالت تھی وہ بیان

کے باہر ہے بھکوٹی طاری ہو گئی میرے کے جانی اور میری والدہ بھکوٹی سنبھالنے لگیں  
پندرہ میں منت کے بعد مجھے ہوش آیا۔ اس وقت ان کا وصال ہو چکا تھا ان  
کی تجیز تو نکھنی میں سب متوجہ ہو گئے پندرہ روز تک مجھے بہت تکلیف رہی اور  
تاب میں سوڑش رہی جس کے ساتھ ہمیں ایک اسرور بھی طاری رہتا تھا، رفتہ رفتہ  
یہ عات کہ ہر قلی گئی اس کے بعد جن اسباب ایسے پیش آئے جن سے طبیعت  
مشتر ہو گئی۔ میں ماند لدمیں تھا کہ سخت علیل ہو گیا جب صحت ہوئی تو گرفتی  
مجبت کے آثار قلب رسوس ہونے لگے۔ احباب نے مشورہ دیا کہ مولینا کرامت  
علی صاحب کے صاحبزادہ مولوی شاہ احمد میاں صاحب سے بیعت ہو جاؤ  
یہ بھی ارادہ ہوا کہ ضرور شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اس سعادت  
کو حاصل کروں گا مگر چھ سات سال بہہا میں رہنے کے بعد جب میں نہ صحت  
لی تو معلوم ہوا کہ مولوی احمد میاں صاحب کا وصال ہو چکا ہے۔

اس کے بعد جیاں ہوا کہ تن مراد آباد میں باکر حضرت مولینا شاہ فضل الرحمن  
صاحب رضی اللہ عنہ سے بیعت ہو جاؤں مگر بظاہر خانگی ضروریات کے باعث  
حاضری نہ ہو سکی۔ رخصت ختم ہونے کے بعد کاغذات دی ہی کے کام میں یعنی  
ہو کر ضلع بریلی میں جانا ہوا دہلی جناب قبلہ شاہ نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ  
علیہ کے قریب ہی میرا مکان تھا جس کے سبب سے اکثر شب کو حضرت شاہ  
صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا شاہ صاحب پر نیایت شفقت فراز تھے گروہاں  
بھی میسر احتہانیں تھا۔ اس لئے بیعت ہو سکا اس کے بعد پلی بھیت میں حضرت میں  
محمد شیر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں بھی اکثر حاضری کا انفاق ہوا مگر  
میری طبیعت کا رجحان مولینا شاہ فضل الرحمن صاحب رضی اللہ عنہ کی طرف تھا  
اسی زمانے میں میں نے حضرت مولینا مددوح کے وصال کی خبر سنی جس سے بے حد  
رنج و ملال ہوا اور ضلع بریلی سے نکل کر کاغذات دی یہ منتقل ہو کر میں پوری آیا  
وہاں جو میں نے مکان کرایہ پر لیا وہ خاص حضرت حافظ شاہ محمد عارف صاحب  
رحمۃ اللہ علیہ کے دروازہ پر تھا۔ شام کو مغرب کی نماز کے لیے میں حضرت حافظ  
صاحب کی مسجد میں گیا اور شرف تدبیوسی حاصل کیا۔ حافظ صاحب کی عمر

اس وقت قریب سو برس کے تھی ہنایت پاک اور مقدمہ مصودت تھی جانلو  
قبلہ کی خدمت میں بخوبی وغیرہ بہت آتے تھے۔ چند ہی روزیں جواب نہیں  
میرے ساتھ ہنایت شفقت و محبت کا برآتا کرنے لگے اور میں بخوبی بہت زیادہ ان  
کی خدمت میں حاضر ہنے لگا۔

ایک روز تخلیہ میں بھروسے فرمایا کہ میری سرپاکس کچھ گھوڑی سمی پوچھی ہے تو میں  
تجھکو دینا چاہتا ہوں میں نے عرض کیا تھا سے یہ بارہ نہیں اٹھ سکے گا۔

اس کے بعد ایک مرتبہ مولانا محمد شمس صاحب کا رکورڈی نور الدلہ مرقدہ اور  
میر غندو مامد صاحب سے بھی شاہ صاحب نے فرمایا کہ میراول چاہتا ہے  
جو پوچھی میرے پاس ہے وہ میں سرفراز خان کو دوں مگر یہ گریز کرتا ہے یہ شکر  
دوں بزرگوں نے مجھ سے فرمایا کہ یہ غفت سینکڑوں برس کی خدمت سے بھی  
نہیں ملتی پھر کمبوں تامل ہے میں نے ان کو بھی یہی جواب دیا کہ میں اپنے کو اس  
قابل نہیں پاتا کچھ عرصہ کے بعد ٹافٹا صاحب قبلہ کا بھی وصال ہو گیا۔ اسی زمانے  
میں میں نے رخصت لی اور بعد ختم رخصت شکوہ آباد سے ۶ بجے شب کی گھوڑا  
گاڑی میں اپنی زنانہ سواریوں کے روانہ ہوا۔

یہ ۱۹۴۲ء کا واقعہ ہے اس گاڑی کے نیچے کا درجہ میں نے  
پورا لے لیا تھا اور پر کے درجہ میں اور سافر تھے۔ میرے ساتھ زیور و فیرہ کل مال  
قریب پاچھزار روپیہ کے تھا جب گھوڑا گاڑی موضع ارادوں کے قریب پہنچی تو  
میں اتفاق سے سو گیا دہل سے موضع بہاری میں نے نکل کر ایک دیکھ اور سناں  
میدان میں شکوہ آباد سے بارہ میل کے فاصلہ پر چب گاڑی پہنچی تو گاڑی پر ڈاک  
پڑا قریب چالیس ڈاکوؤں کے تھے جو گاڑی کو روک کر مکھ پر ہو گئے اور سافر  
کو مارنا شروع کر دیا۔ میں جب بیدار ہواں تو مجھ پر جعلی شروع ہو گئے تھے۔  
اس وقت میں نے بچشم خود دیکھا کہ ایک سفید ریش بزرگ جو ہنایت حسین خوشنوت  
تھے ڈاکوؤں کو میری سرپاکس سے ہٹاتے تھے۔ ان کی اولاد کو میں بغور دیکھ رہا  
تھا اور خود بھی ڈاکوؤں سے مقابلہ کرنے لگا۔ آخر کار میرے ہاتھ سے بہتے

ڈاکو نزدیکی ہوئے اور چاروں گو بناں سے مارے گئے جنہیں سے ایک میں کچھ بناں باقی تھیں جو شام تک ختم ہو گیا باقی لاشیں ڈاکو اٹھا کر لے گئے ہی سے مرادی بالکل دش کے گلے میرا ذرا ساتھی لفڑان ہیں ہوا اس بجا محنت کے بعد میں میکار گو نشست سے بندوق وغیرہ انعام میں ملی۔

اس واقعہ کو تینی ایک عرصہ گزرنگیا۔ ایک مرتبہ درود کی وجہ سے میرا شنکوہ آباد جانا ہوا اور سالدار کے باغ میں نیچے وغیرہ رضب ہوئے وہیں ہم لوگ مقیم تھے۔ ایک شخص کہ زبانی معلوم ہوا کہ حضرت اقدس جامی صاحب متبرہ اٹاواہ میں تشریعت الدین ہوئے ہیں اور شاید ملاؤں میں تھا کہ یقیناً تکمیل صاحب کے پیاس بھی تشریعت لے جائیں گے مگر فریزوں آباد کی طرف سے جائیں گے۔

اس شخص کی زبانی آئی کہاڑ کر کیا کیم میرے دل میں بیعت کا خیال پیدا ہو گیا اور آنے والے خیال اشتیاق و احتطراب کی حد تک پہنچ گیا۔ آسمی وقت میں نے سواری کے انتظام کے لیے ایک رہیں کو خط لکھا اور اسی خیال میں خو ہو گیا۔ رات کے دس بجے ہوں گے کہ مجھے میند آگئی میرے ذریعہ میں دو چپڑی اور دو ڈالتی طازم تھے اور بارہ روچ کیداروں کا پڑھتا ہوا۔ دیرہ میں میرا اور کریماں بھی رکھتی تھیں۔ ایک کوری ہانڈی میں شکر منک بھری ہوئی رکھتی تھی اور پانی کے گھر سے بھی بھرے رکھتے تھے۔ رات کے آخری حصے میں میں نے خواب دیکھا کہ حضور پرورد تشریعت لائے آپ کے ہمراہ تین اور شخص بھی تھے میں دیکھتے تھے کہ حضور پرورد تشریعت کے لئے کسی شخص نے بتایا کہ جامی صاحب کے لیے کھڑا ہو گیا میرے دریافت کرنے پر کسی شخص نے بتایا کہ جامی صاحب بن لئیں۔ میں نے بڑھ کر سلام عرض کیا اور قدموں ہوا آپ نے میرا ماتھ پر ڈکر گلے سے ٹکایا اور ارشاد فرمایا کہ تم کیوں اتنی زحمت اٹھاتے ہیں میں خود یا ہم کیا پاہتے ہو۔

میرا نے عرض کیا کہ "میں غلامی میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔"

حضور نے جواب میں ارشاد فرمایا :

"تم ازل سے ہمارے مرید ہو چکے ہو تھارے بڑے باپ نے ہمارے

سپر در کر دیا ہے اطمینان رکھو۔"

میں نے عرض کیا:

"حضور مجھے مرید کیجئے۔"

آپ نے میرا ہاتھو قھام کر فرمایا:

"تم بیعت ہو چکے ہو۔"

میں نے عرض کیا:

"حضور بیعت کرتے وقت شربت پلایا جاتا ہے۔"

آپ نے مسکرا کر ایک صاحب سے ارشاد فرمایا، جو ہمراہ تھے کہ:

"بے نظر شاہ اچھا پالیں پانی لاو۔"

چنانچہ بے نظر شاہ صاحب ایک کٹورے میں پانی لائے را در جو سکر ک  
ہاندی میز پر رکھی ہوئی تھی اسیں سے حضور پر نور نے اپنے دست مبارک سے  
شکر نکالی اور دو مٹھی شکر اس پانی میں ڈال کر ہاندی بدستور میز پر رکھ دی اور میز پر  
سے ایک پسل اٹھا کر اس کو پلایا ایک تھوڑت شربت کا خود لونش فرمایا بعد ازاں وہ  
شربت کا کٹورا مسکرا کر مجھے عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا:

"پی لو!"

میں نے پہلے اس کو سر پر کھا پھر لیا۔ ہر اہمیں میں سے ایک صاحب نے  
کہا کہ حضرت آپ سب پی گئے!

حضور نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا:

"یہ اسی کا حصہ تھا۔" اس کے بعد حضور افسر نے مجھے اپنے گلے سے لگایا

اور فرمایا:

"خدا حافظ! اب تمارے آنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

خواب میں یہ واقعہ دیکھتے ہیں میر کی آنکھ کھل گئی۔ اس وقت میرا دل دھڑک  
رہا تھا۔ سوچنے لگا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ خواب ہے یا بیداری دو نوں ہوتا  
شربت کی شیرینی سے چٹ رہے تھے زبان میں شربت کا ذائقہ محسوس ہوا تھا

لائیں دیرہ میں روشن تھی میں نے اسی تحریر حالت میں ہو آدمی سور ہے تھے ان کو اٹھایا شکر کی ہانڈی کو دیکھا تو اسیں سے شکر کھلی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ میں اسی تعبیں تھا کہ آن آدمیوں نے بیان کیا کہ اس وقت دیرہ میں خوبصورت ہیک رہی ہے۔ اس کا کیا سبب ہے میں نے بھی۔ خیال کیا تو واقعی عجیب درج پر و خوبصورتی۔ اس وقت میرا دل فرط مسترت سے بااغ باغ پر رہتا تھا۔

مولوی محمد سرفراز خان صاحب مفتقی وارثی کا واقعہ بیعت بھی اپی نوعیت میں فرو ہے کہ جو بات خوب میں دیکھی اس کا بیداری میں پورا ظہور تھا۔ ابتدائے غرے ان کو حضور انور کی ذات بارگات سے بالکل بے تلقی رہی حالانکہ مولوی صاحب کے علم مکرم نے جو ایک بامکمل درویش تھے۔ وقت وصال ارشاد فرمایا تھا :

”خیر وارث تیرا وارث ہے“

گھر طاہر ہے کہ عظیم اتن ہونے کے باعث مولوی محمد سرفراز خان صاحب اس فقرہ کے مفہوم کو بالکل نہیں سمجھے اور دوسرے بھی خیالات میں رہے۔ مگر جو جس کا حصہ ہوتا ہے وہ اس طرح گھر بیٹھے ہوتا ہے۔

مولوی سرفراز صاحب نے اپنی زندگی میں حرف ایک مرتبہ حضور کی زیارت کی ہے اس وقت ان کی چودہ سال کی عمر تھی۔ جو کچھ بھی ان رحضور کا طبق کرم رہا وہ محض ان کی نادانستگی میں تھا کیونکہ ابتدائے بیعت کے لیے ان کا رجمان طبیعت حضور کی جانب منتظر بلکہ دیگر بزرگان دین سے بیعت ہونے کے مشائق رہے مگر حضور انور ان کی ہر صیحت میں کام آئے۔ داکوؤں کے محاصرہ کے وقت بھی مدوفری کی پھر خود تشریف لائکر ان کی بیعت لی اور مولوی سرفراز خان صاحب اپنے بیعت ہونے کے بعد لپنے علم مکرم کے اس فقرہ کا مطلب سمجھے کہ خیر وارث تیرا وارث ہے“

حق یہ ہے کہ خداوند کائنات نے حضور انور کو وہ مدارج غالی عطا فرمائے تھے جن کی مقدس اور نراثی تاثیرات سے ایک عالم موحیت ہے اور آپ کی

ذات بارکات میں وہ قوت کا علم تھی کہ حاضر و غائب کی کیساں دلکشیری  
فرماتے تھے۔

حضور انور کی بیعت کا دائرہ اس قدر وسیع ہے جس کی کوئی انتہا نہیں  
ہے، بیجود بے شمار افواح حضور انور کی غلابی کا شرف رکھتے ہیں، کوئی مک اور  
مقام ایسا نہیں ہے جو حضور انور کا نام نامی لینے والوں سے خالی ہو جس طرح  
آپ کی بیعت و سمعت تامد رکھتی ہے اسی طرح ذرا شع بیعت بھی مختلط اور کمزور  
ہیں اور ایسے نہم باشان کہ جن سے بعض نہایت اہم مسائل کی عینی تصدیق ہوتی  
ہے جن یہ ہے کہ خداوند کرم نے آپ کی ذات محمود الصفات سے اپنی قدرتوں  
کا ایک موزہ دنیا میں پیش کر دیا ہے جس نے تمام عالم میں ایک فرشتہ پیونک دی  
جس طرح مسلمانوں کو حضور کے فیوض و برکات نے مالا مال کر دیا، اسی طرح  
دیگر مذاہب کے افواح نے بھی حضور پر نور میں وہ کمالات فقر و تصوف شاہدہ  
کیے جن کے مقابل سرتیکم خم کر دیئے کے سوا اور کچھ نہ بن آیا۔

حضور انور کی جانب ہر مذہب و ملت کے افواح کا رحمان تھا کچھ بھروسہ میں  
ہیں آتا کہ کوئی کشش ہے کہ ہر شخص آپ کا دلداہ ہے۔

جو ایک نظر دیکھ لیتا تھا وہ متاع صبر و فرار نذر کر دیتا تھا، جس طرف سے  
گذر ہوتا تھا ہزاروں تیرنگاہ سے زخمی ہو جاتے تھے۔ خدا کی مخلوق دیوانہ وار  
حضور پر شارٹی عجیب عالم تھا کہ خود بخود لوگ حضور پر گرتے تھے، جس طرف  
سے گذر ہوتا، جس قیام ہوتا خلقت دروازہ پر جمع ہو جاتی۔ ہر مذہب و ملت  
کے افواح حضور تھی کا دام بھرتے اور حضور پر انور کی صورت و بیرت دو نوں کے  
ذمہ تھے جنور کے ہن صورت کی طرح نیزت بھی لا جواب تھی کہ یہاں مخلوق  
حضور کی جانب رجوع تھی اور سب کی خلاہری و باطنی طور پر تھی فرماتے  
تھے ہے:

اے زندہ زخمی تو آئیں دل آرامی  
جال بندہ روئے تو زماں روک تو مولانا

## دیگر نہاد کے افزاد کی

### رجوعات و اقتضات بعیدت

زمانہ حال جو باعتبار  
شیعوں علوم و فنون  
مغرب بیرود شنی کا زمانہ کہا  
جاتا ہے اور جس میں نہ ہائی

جو مشاہدات سے خارج ہیں باطل سمجھی جاتی ہیں نہ اونیندہ عالم نے حضور انور کی ذات محدود اصفات کو سراپا عین ایقین اور حقائقین پناکر جلوہ گرفتایا اور حضور پر انور کے مقدس اثرات روحا نیتیں کوس لئن الٹکی بجا دیا۔ آپ کی حیثیت ظاہری بھی نہایت مقتضم بالاشان تھی اور قام ادیان و ملل کے افزاد حضور پر شیفخت و فراغت تھے۔ آپ کی حیات میں اہل سہنود وغیرہ ہزاروں منیتیں حضور انور کے اسم مبارک کے وسیلے سے نالگا کرتے تھے، چنانچہ خواجہ حسن نظامی صاحب خواہزادہ حضرت محبوب الہی، موز فائز اور نقادانہ حیثیت سے حضور انور کے حالات لکھتے ہوئے اخبار و کیل طبوعہ، ہرجندری ۱۹۰۹ء میں رقطہ راز میں:

”اگلے زمانہ میں مسلمان فقروں کے ساتھ سہند و دل کو بڑی عقیدت ہوتی تھی اور سہند و مسلمان فقراء کو اپنے دو شیول سے زیادہ ادب کی نگاہ سے دیکھتے تھے، مگر حاجی صاحب کے زمانہ میں سہند و دل کا عقیدہ کم سو گیا تھا اور ایسا کوئی فقیر سہند وستان کے مسلمانوں میں نہ تھا جس پر عامگر ویدیگ سہند و دل کو سو، حاجی صاحب نے اپنے برتاؤ اور بالطفی اثر سے اس کی کوپورا کر دیا اور تمام عک کے سہند و دل کی رجوعات حاجی صاحب کی طرف ہو گئی، ہزاروں سہند و آپ کے مرید ہوئے، بعض نے مسلمان ہو کر احرام حاصل کیا اور بعض نے اپنے دھرم کو نہ چھوڑا مگر وارثی وردی کی پن لی۔“

حاجی صاحب نے غرس بھی قمری حساب کو چھوڑ کر شمسی طریقے سے مقرر کیا تھا، کہاں کے نہیں میں ان کے ہاں غرس ہوتا تھا جس کی وجہ نااب

بھی ہو گئی تا کہ ہندو عقیدت مندوں کو آسانی ہے۔ عرس میں اس قدر غنیمہ اشان مجسے ہوتا تھا اور ایسے مختلف الحال اور مختلف الحفاظ میں لوگ جمع ہوتے تھے کہ تعجب آتا تھا ہزاروں ہندو عورت مرد یا وارث "کافرہ الگاتے دیوانہ وار دیوہ کی گلیوں میں پھرتے تھے۔ خدا کی درودی احرام کا بلوں سکھا تھا اور اذام کو پڑھکا تھا خواں میں لگایا جاتا تھا۔ اور وقت اور اکر نے والا اس کو اپنے سر پر کھاتا تھا۔ اس کے بعد باجے بجا تے ہوتے یا وارث "کے لئے بھارتے ہوئے سب آدمی خابی صاحب کی خدمت میں لیجاتے تھے۔ خابی صاحب اس اذام کو پن لیتے تھے اور پرانا ان لوگوں کو دیدیتے تھے پرانے اذام کو بتسرک کے ٹوپر پہنیں و تھیجیا کر کے قیصر کریا جاتا تھا۔ اس وقت کا جو شو اس دقت سماں خلوص اس دقت کی لیکا گفت اُسوقت کی وحدتِ علی المغاظ کے ذریعے سے ادا ہونی ناممکن ہے۔ ہندو مسلمان چھوٹے بڑے سب ایک خیال اور ایک نگہ میں رنگے ہوئے نظر آتے تھے۔

فی الواقع بن بزرگوں نے بارگاہ وارثی کا سماں دیکھا ہے وہ بخوبی واقع نہیں کہ اس وقت کا منتظر ایک عجیب دلکش منظر ہوتا تھا۔ بکثرت ہندو حضور انور کے فیوض و بکرات سے اہل دل اور صاحب کیست ہو گئے۔ ہزاروں کے قلوب سے تھبات کی تاریکیاں دُور ہو گئیں۔ سینکڑوں پابند صورم و صلوٰۃ ہو گئے بعض تو اسلام میں استدھخت ہیں کہ ان کی سختی کو شیعی مسلمان بھی محوس کرتے ہیں۔ یہ حضور انور کا اصراف تھا کہ جس سے بزر چاہکا میں یا حضور انور کے دربار سے خلوص و محبت کا حقد تواریک شخص کو ملتا تھا اگر تبدیلی نہ ہب کے متعلق کوئی لغظہ زبان مبارک سے ارشاد نہیں تھے۔ خود بخود دیگر بناہب کے ازاد حضور رُنور کے جمال عدم الشال کو دیکھ کر زبان دل سے اسلام کے شیدائی بن جاتے تھے۔ خواجہ حسن ظہامی صاحب دہلوی اخبار دیکھیں میں کھتھتے ہیں :

"هم نے اکثر ہندوؤں کو دیکھا ہے کہ وہ خابی صاحب کی مریعی کے سب اسلام اور طریق اسلام کے شیدائی بن گئے اور بعض در پردہ مسلمان تھے بعض درود شریعت اور آیات قرآنی کو بنایت ذوق شوق سے پڑھتے تھے اور مزے لیتے

تھے۔ یہی نہیں بلکہ اکثر بندوں کے لئے بڑے مجاہدات کے میں بھاگ کر کم سنگو  
صاحب ریس ملادوں صلح میں پوری جو خصوصی رُنور کے خاص جان شاروں میں میں  
انہوں نے بڑی بڑی ریاضتیں کی ہیں۔ باوہ توحید سے سرشار ہیں ذکر و شغل میں  
انہاں ک رکھتے ہیں جو خصوصی رُنور کے اسم گرامی پر زوال شارکرتے ہیں جو خصوصی کے خیال  
کے سامنے ان کی نگاہیں دنیا کی کوئی چیز و جاہت نہیں رکھتی۔

اسی طرح بابو کاشی پرشاد صاحب ال آبادی غوثی تکمیل زانی صاحب مظفر  
پوری راجہ سرپر جیت ٹکھے صاحب تعلقہ دار سابق سورت گنج اودھ بابو موتی لال  
صاحب دکیل بھاگل پوری نشی کمی زانی صاحب تعلقہ دار مظفر پور بھاگ کر شی ٹکھے صاحب  
رمیں رائے پور ضلع بارہ بکی خصوصی کے خاص جان شاروں میں گذرے ہیں پندرت  
شام لال صاحب ریس گی خصوصی رُنور کے عشق و محبت میں ایسے مد ہوش ہوئے  
کہ انہوں نے حضرت فتحیت شاہ صاحب قبلہ سے احرام حاصل کیا اور ہر چیز  
انہیں کے ساتھ رہنے لگے۔ بابو کنہیا لال صاحب دکیل علی گڑھ نے علی الاتصال  
بیس برس سے کم روزے نہیں رکھتے۔ ان کے قلبی سوز و گذاز کا حال جا جی او گفت  
شاہ صاحب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے جو ضیافت الاجاب میں ہے کہ "بابو  
کنہیا لال صاحب دکیل علی گڑھ بعد حصول متعہ  
غلامی جمال داری پر شیفۃ و فلیفۃ رہے علاوہ جو گیں محبت کے توحید درسالت  
کا اقرار اور ریاضت شاقہ سے سروکار ہے۔ علی الاتصال حسام الدین بڑی بادر  
موصوف کا ایک خط مورخ ۱۹۰۷ء جو میرے نام آیا تھا  
وہ درج ذیل ہے جس سے ان کے ذوق شوق کا اندازہ ہو سکتا ہے وہوندا۔

"جناب شاہ صاحب تیکم! آپ سے رخصت ہو کر میں پہچا  
دل بے چین طبیعت پریشان ہے وجد دریافت نہ ہونے سے عقل  
حیران ہے۔ نہ رانی فرما کر سکا رہیں سلام عرض کردیجئے اور میری  
ٹھنڈے کہہ دیجئے کہ اب سکلنے کی طاقت نہیں ہے۔ ایسا کرم

زما یئے کہ آگ بھڑک اٹھے اور اس کے خبیط کل تقدیرت عطا فرمائیے اور ویگر خدار کی خدمت میں علیے قدر مراتب سلام ۔ ” ( رقمیہ نیاز کنہیا لال گداوارشی )  
اس خط سے ظاہر ہے کہ با بونہیا لال صاحب کو بارگاہ وارثی سے خاص موزو  
گداز عطا ہوا ۔

اکثر ہندو ہیں جو حضور انور سے بعیت ہرنے کے بعد ترک دینا کر پکے ہیں اور  
شب و روز مجاہدات میں منہک ہیں جیسے بر م شاہ صاحب، مرات شاہ صاحب  
و دیندار شاہ صاحب وغیرہ ۔

حق یہ ہے کہ حضور انور کے روحاں تصرفات نے ہزاروں ہندوؤں کو رام  
کریاتھا اور بکثرت ہندو آپ کے مقدس تاثیرات میں غلب ہو گئے تھے۔ اکثر آپ  
خوارق عادات و کرامات سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔  
صاحب عین الیقین تحریر فرماتے ہیں کہ ایک راجپوت کنپن سکھنا میں جگنا تو  
جی کے تیر تھوڑا کیا دہاں اس نے بنا کر مندر میں عینی مشاہدہ کیا کہ حضور انور جلوہ افرود  
ہیں کنپن سکھنے اپنے ہمراہیوں کو بھی دکھایا۔ جب راجپوت مذکورہ دیوبہ شریعت میں  
حاضر ہوا تو اس نے یہ داقہ حضور انور کی خدمت عالی میں عرض کیا۔ آپ نے  
فرمایا: ” تھا کر جبی سُم نہ ہوں گے، کوئی اور سوگا ۔ ”

کنپن سکھنے نے کہا: ” تہنیا میں نے ہی نہیں دیکھا اور لوگوں نے بھی نہیں ۔ ”  
آپ نے مقسم ہو کر فرمایا:  
” اب جگنا تھبی نہ جانا ۔ ”

وہ فوراً مسلمان ہوا اور حضور پر انور کے دست مبارک پر بعیت ہو گیا۔  
حضور پر انور کے روحاں اثرات سے بڑے بڑے فلسفی و منظومی تاثر تھے۔ آپ  
کو دیکھ کر حیرت ہوتی تھی کہ حضور پر انور کی ذات محو و الصفات کو شمر خداوندی ہے  
یا اعلیٰ رسلت کو وہ لوگ جو توحید و رسالت سے محفوظ تھے اور معجزات و  
کرامات کے تأمل نہ تھے۔ خرق عادات کی باتیں سکھ کرتے تھے کہ اب کیوں ایسے  
با اثر اور مقدس نعموس دنیا میں ظاہر نہیں ہوتے ان کو حضور انور کی روحاں تاثیرات

ویریت میں ڈل دیا اور وہ آپ کے سامنے آتے آتے ہا جزو ہونے کے کوئی  
بات بھی نہ کر سکے اما عین دارثی کا اقرار کیا جا لائے کہ خود حضور انور کی تفصیل سے باقی  
گزرنے کی مادوت نہیں تھی نہ زبانی مباحثت سے سر و کمار رکھتے تھے۔ بس آپ کی  
ذات ستوودہ صفات آئینہ تصدیقی تھی جس میں مشاہدات قدرت نظر آتے تھے  
مولانا سائبن تختستہ الاصفیاء میں لکھتے ہیں کہ فیض آباد میں حضور پیر انور باظظیں العابد  
صاحب سب زخم کے مکان پر قیام پڑیتے جبکہ م Gould ہزاروں ہندو مسلمان  
بارگاہ عالیٰ گلی قدیم بوسی کے لیے ہانزہ ہوئے ایک صاحب پنڈت آتمارام نامی  
جو اقصب مہربی سے مخلوب تھے ان کو حضور انور کی جانب ہندوؤں کی گردی میں کی  
شاق گذری اور وہ حضور انور سے مباحثہ کرنے کی غرض سے آئے اُن کو حضور  
مباحثت سے کیا سر و کار تھا۔ آپ نے ان کو بھائیا اور پیداولد مادوت کے کچھ اشعار  
سنائے گے اور روزہ فنکات سمجھائے گے۔ پنڈت آتمارام صاحب حضور انور کی  
زبان فیض ترجان سے معرفت و حقیقت کے نکات شکر بخود ہو گئے اور حالت  
کیفیت میں زمین پر لوٹنے گے۔ جبکہ ہوش آیا تو دولت اسلام سے بہرہ مند ہوئے  
اور شرف بعیت حاصل کیا۔

ناوک ان کا کبھی خطاب نہ ہوا

طا رُ سر رہ تکہ انشاہ ہوا

حضور انور کی ارمنخ و اعلیٰ شان دیکھ کر لوگ توحید و سالت کا اقرار کرتے  
تھے اور آئے دون ایسے و اتعات پیش آتے رہتے تھے۔

حسین بخش و محمد بخش صاحبان ساکنان جوگل پورہ (متصل ہاتھر س ضلع  
متھرا) لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور پیر انور ہاتھر س میں تشریف لائے اور مولوی محمد  
رکن عالم صاحب تحصیلدار کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔ بعد کا دن تھا نوب بارش  
ہو رہی تھی آپ اسی حالت میں مسجد تک پایا وہ تشریف لائے۔ حضور انور کے ہمراہ  
بمعنی کثیر تھا۔ اکثر لوگوں نے بغور دیکھا کہ پائے مبارک کا کوئی نشان فرش محمد پر  
ہمیں پڑا۔ حضور کے پائے مبارک کی یہ صفت سا کرتے تھے۔ اس وقت آنکھوں

سے دیکھی اسی وقت حضور انور کو دیکھ کر ایک حمزہ سندھ و بہمنی نامزد روا اور مسلمان ہو کر حضور کے دست مبارک پر بیعت ہو گیا۔ مقرب بدر کاہ وارا نہ نام مرزاجہ بارہ ستم بیگ صاحب شید الحسنی ناقل ہی کتاب بولکاشی پر شاد صاحب اگر واپس رئیں الہ آباد کا داقعہ ہے کہ ایشان اوننا و خلائق مکھتو پران کو فرمیں عولیٰ مجھ دیکھ کر حیرت ہوئی اور قریب اگر جب بالکل دیکھی تو خیال ہوا کہ اس فتنہ میں کوئی نوشہ سوار ہے اور یہ براتیوں کا ثبوت ہے ٹو دنخود ان کا دل چاہا کہ دو لما کی صورت دیکھنا چاہیے جب قریب بالکر فینس کے اندر نگاہ کی تو وہ صورت زیبا نظر آئی کہ دیکھتے ہی دل بے بیمار ہو گیا اور غش کھا کر گر پڑے جب ہوش میں آئے تو شرف بیعت سے مستفید ہوئے۔ بیعت کے بعد بالکل کاشی پر شاد صاحب کا زیادہ قیام دیوہ شریفہ ہی میں رہنے لگا۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر تمام اعوانے کنارہ کشی اختیار کی اور ان کو دراثت سے محروم کر دیا۔ ہنایت قلیل گزارہ ان کا مقرر کیا گکا اس مردمیانِ محبت کو چنانے والہ استقلالِ محبت فرمایا کہ اس نیک ہناد اور خوش نصیب نے تمام عمر حضور کے عشق میں بسر کی اور آخر کار آپ ہی کی مجبت کا دم بھرتے ہوئے جاں بحق تسلیم ہوئے۔

حضرت انور کی شان دیکھ کر لوگ خود بخود توحید و رسالت کا اقرار کرتے تھے جنور پر انور کی جانب سے کسی کو مجبوہ نہیں کیا جاتا تھا۔

مولوی روفی علی صاحب دارالرزاقی پتھنے پوری سمجھتے ہیں۔ پتھنے پور میں ایک چوچہ کے نامی بورجی تھا۔ وہ ایک ناہک شاہی ہمہت کی صحبت میں رہتا تھا۔ حضور انور کی شان و علمت دیکھ کر اس کے دل میں بھی دلوں پیدا ہوا کہ کیا اچھا ہوتا کہ میں اپنی قوم سے علیحدہ نہ ہوتا اور حضور انور کے غلاموں میں داخل ہو جاتا۔ اس نے اپنا خیال کسی سے ظاہر بھی نہیں کیا تھا کہ حضور پر انور نے اس کی طرف دیکھ کر حاضر نہیں سے ارشاد فرمایا :

”مریدی دل سے ہوتی ہے اور دل مسلمان ہوا کرتا ہے“  
وہ یہ نویڈ جان بخش ملک حضور کے قدموں پر گر پڑا اور مرید ہو گیا مگر خورد دنوش

یہ اپنا آبائی طریقہ بتتا ہے۔ بارگاہِ دارثی میں بالکل رضا و رغبت کا معاملہ تھا۔ اور خلوص و مبہت کی تدریجی بعض دیگر مذاہب کے اذاد نے تو حضور انور کی سعیت میں آئنے کے بعد اسلام کی ایسی خدمات کی ہیں جو نہایت اہم ہیں چنانچہ بدھو لال صاحب جو مزار پور کے باشندے ہیں اور تن کا اسلامی نام محمد شفیع ہے نہایت راست باز اور صاف گو شخص ہیں اور مسلمانوں کی ہر قومی خدمت میں پیش پیش رہتے ہیں۔ ان کی سعیت کا واقعہ بھی بہت تیجہ خیز ہے جس کو سارے مکرم بادر طریقت مشی امامت اللہ خان صاحب دارثی مزار پوری رب انسپکٹر منشی نے اپنی کلم سے لکھوا کر ارسال فرمایا ہے جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اس سے عشقی محمد شفیع صاحب کا جوشِ قلبی اور فورِ تصدیق کافی طور پر تحقیق ہوتا ہے مشی محمد شفیع صاحب کہتے ہیں۔

”میسکے مرشد برحق حضرت سیدنا و مریلنا حاجی صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ اس البیل شان اور انوکھے انداز سے اس عالم میں قیام پذیر رہے جس کی حقیقت سے خبر دارہونا اور اک اپنی سے بالاتر ہے۔ ہر مرد مذہب و علت ان کے سمع جمال کے پروان تھے۔ خداوند عالم نے جس تدریخت بہش شخص کو عطا فرمایا تھا۔ اسی کے موافق اس نے حضور کو پہچانا میسکے رسکار اسرارِ خداوندی کا مخزن تھے اور اس کی تدریست کا ملک کی ایک بنی دلیل تھے جو ہلوگوں کو سمجھانے کے لئے بارگاہِ قدس کی روشنی کی طرح اس عالم میں تشریف لائے اگر ہنروں نے حضور کو کرشم جی ہماراچ کی طرح دیکھا تو میسکیوں نے جانب علیٰ بنی علیٰ اعلیٰ اصولہ والسلام کی شان ان میں مشاہدہ کی۔ اگر ہنروں کو اسی شان کے سبارک اور انور ان ملتوں میں یہ بیضا کی کیفیت دیکھی تو مسلمانوں نے جانب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی نکھلت بانغزا محسوس کی۔ عزم کنکن تھا جس کو دلِ دانا اور پشم بناعطا فرمائی اس نے اپنے ظرف داستعداد کے موافق حضور میں فاسخ شانیں دیکھیں ہے۔

جاکی رہی ہے اُننا جیسی  
ہر مردت دیکھی تیکی!

آج دنیا میں کوئی نہ ہے و ملت ایسا نہیں ہے جس میں یہ سرکار کے  
نام لینے والے نہ ہوں جس قدر ماہر توکر بحیث ہوئے ہیں وہ تو بشار میں  
گروائیے لوگوں کی بھی کمی نہیں ہے جن کو حضور نے عالم روپیا میں شرف بحیث  
سے مستقید فرمایا ہے اور وہ ایسے بادۂ محبت سے سرشار اور فیض بالغیں سے  
آزادت نظر آتے ہیں جن کا تذکرہ حدیبیان سے باہر ہے۔

میں خود جب اپنی حالت پر غور کرتا ہوں تو مجھ ستر ہو جاتا ہوں۔ میرا  
داقعہ یہ ہے کہ میں ایک کافر کے یہاں پیدا ہوا۔ خدا اور رسول کا پہچانا تو قبڑی  
بات ہے ان کے نام سے بھی واقعہ رہتا۔

شہنشاہ کا وافعہ ہے کہ میں سکندر نام کا بدقیق پڑھتا تو شروع میں  
یہ شعر آیا ہے:

پناہِ بلندی و پستیِ توفیٰ  
ہمہ غیتِ اندانچ سستیِ توفیٰ

اس شعر کا مطلب ہے اپنے استادِ مرثوم و مغمور سے کمی مرتبا  
دریافت کیا اور سمجھا کچھ ایسا اثر قلب پر ہوا کہ کیک لخت کفر سے دل بیزار ہو گیا  
اب یہ خیال دامن گیر ہوا کہ توحید دنیا میں کیونکر چلی۔ بحیثیت میں معلوم ہوا  
کہ خدا ہے واحد نے توحید کی منادی کرنے کے لیے انہیاً علیہم السلام کو دنیا میں  
بھیجا اور انہوں نے توحید کی روح دنیا میں پھونک دی۔

اسی طرح ۱۹۹۵ء میں ایک شب اپنے مکان پر بیٹھا ہوا تھا اور اس خیال میں  
خوتا کہ جب خداوندِ عالم نے مارنا اور جلانا ہی تھا تو پھر عزمِ خلیل ہو میں لائت کی  
کیا ضرورت تھی۔ اس سے قویر پر تھا کہ پیدا ہی نہ کرتا۔ اسی خیال میں سو گیارہ خواب  
میں کیا ویکھتا ہوں کہ ایک دستِ میدان میں جس کی انتہا نظر نہیں آتی اس میدان  
میں ایسی نیسیں اور بزرگ گھاس ہے کہ دنیا کی کسی بزرگ چیز کو اس سے مثال نہیں دی  
جا سکتی۔ بزرگ مغل کی اس کے سامنے کوئی رستی نہیں۔ میں اسی گھاس سے گذرتا ہوا  
جب درمیان میں بیٹھا تو ایک زریں تخت دیکھا جس کی پچھہ دکھ سے نکلا ہوں

میں خیرگی پیدا ہوتی تھی۔ اس تخت پر پانچ بزرگ رونق افروز تھے ایک صدر شیش  
تھے ان کے علاوہ دوسری دوست کا یہ عالم تھا کہ ان کی طرف نگاہ نہیں ہوتی تھی۔ دو  
بزرگوں کو دیکھا جو آن کے میں ویساں بیٹھے ہوئے تھے اور دو بزرگ سامنے تھے  
میں نے سلام عرض کیا تو دو اپنی جانب بزوی بزرگ رونق افروز تھے۔ انہوں نے  
مجکو بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ میں زمین پر بیٹھنے لگا تو تخت پر بیٹھنے کا حکم دیا۔ میں  
ادب سے ایک کنارے بیٹھ گیا۔ دو بزرگ جو سامنے تشریف فرماتے تھے۔ آن میں  
سے ایک صاحب نے کچھ عربی زبان میں اشعار پڑھتے ہوئے جن سے سب وجد میں  
آگئے اور کھڑے ہو گئے میں بھی زمین پر کھڑا ہو گیا اور میں نے دست بستہ  
عرض کیا کہ مجھے بھی ایک شعر یاد ہے۔ اگر حکم ہو تو پڑھو۔ ارشاد ہوا کہ پڑھو  
چنانچہ میں نے وہ شعر پڑھا تو سب کو وجہ آگئی اور وہ کھڑے ہو گئے جسند  
منٹ کے بعد جب وہ حالت فرد ہوئی سب بیٹھ گئے میں بھی بیٹھ گیا۔ وہ بزرگ  
ہو صدر شیش تھے انہوں نے ایک بزرگ کے جو سامنے تشریف فرماتے  
ارشاد فرمایا کہ آن کو سمجھا دو۔

چنانچہ انہوں نے مجکو یہ سمجھایا کہ تمہارا پہلا خیال دسوسرہ شیطانی تھی  
اس کو قلب سے نکال ڈالو۔ اگر اللہ جل جلالہ کو اپنے عجیب حضرت سرورِ عالم  
صلی اللہ علیہ وسلم کو دنسیں میں بھینا شہوتنا تو عالم ظہور میں نہ آتا۔ اچھا  
جاوے ہے :

### ہر چیزہ میں بدان کے منظر اورست

میں جب خواب سے بیدار ہوا تو اس خواب کا قلب پر نخاص اڑتھا اور  
ایمان کی حادث و شیرینی سے عجیب هزیدار کمیضت تھی۔ اسی دن سے دل کی حالت  
بدل گئی اور خجال ہوا کہ کچھ کنایا پیٹے گر فاندی اثرات دامن گیر تھے اور زندگی سے  
ایسی شناسانی تھی کہ جس سے حال دل کہکر کچھ دریافت کرتا بڑھتی کوشش سے  
یہ پتہ چلا کہ درود شریعت ایک افضل ترین عبادت ہے جس نے جو کچھ پایا اور وہ شریعت  
کے پایا چنانچہ ایک کتب فروش کی دوکان سے درود شریعت کی کتاب شرید کر

لایا جسیں متعدد درود شریف کے بغیر ہوئے تھے۔ میں نے چند درود شریف زبانی یاد کئے۔

مرزا پور میں ایک مشہور ولی اللہ کا مزار ہے جو عالیگیر کے زمانہ میں بیان شریف لائے تھے اور ان کا نام نامی حضرت خواجہ سید شاہ اسماعیل حشمتی علیہ السلام ہے آپ کے فیوض و برکات سے تمام شہر مستفید ہے۔

میں نے اپنا یہ معمول کر لیا تھا کہ دن میں شوالہ کے اندر جا کر بیٹھ جاتا تھا اور خاموشی سے درود شریف کا در در کھاتا تھا اور شب کو حضرت خواجہ سید شاہ اسماعیل حشمتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بیٹھ کر درود شریف پڑھا کرتا تھا۔ ۱۸۹۶ء کا واقعہ ہے کہ شب کے ۲، ۳ بجے ہوں گے میں اپنے ذوق شوق

میں حضرت خواجہ صاحب کے مزار پر ازار پر بیٹھا ہوا درود شریف پڑھا کر بجھے پیاس معلوم ہوئی اس وقت چاندنی پیشکشی ہوئی تھی۔ میں روشنہ اندر کے یاہم آیا اور کنویں پر جا کر پانی نکال کر پیا جب برتن اور ریس رکھنے لگا تو میں نے بخشم خود دیکھا کہ کنویں سے قریب جو گور کا درخت ہے اس کے نیچے ایک بزرگ کھڑے ہیں۔ مگر درخت کے سایہ کی وجہ سے میں ان کو پوچھے طور پر نہیں دیکھ سکا۔ اس سے ان کے قریب گیا اور سلام عرض کیا وست مبارک پر بوس دیا اور میں نے پوچھا کہ حصہ کا دولت خانہ کہاں ہے۔ تو انہوں نے اشارہ فرمایا:

”سنو سنو تھا راحصہ میرے یہاں ہے۔“

یہ فرمتے ہی غائب ہو گئے۔ میں عرصت تک اسی نکر میں رہا۔ دو ڈھانل برس کے بعد مرزا قاسم جان صاحب دارثی سے رسیبل تذکرہ یہ ذکر آیا۔ انہوں نے بھکو ایک مرقع دکھایا۔ اس مرقع کو دیکھتے ہی میں نے سچان لیا کہی متذکر صورت تھی جس کو میں نے خواجہ صاحب کے مزار سے قریب گوار کے درخت کے نیچے دیکھا تھا۔

میں اُسی سال کا تکمیل کے نہیں میں مرزا قاسم جان صاحب کے ہمراہ

دیوبہ شریف حاضر ہوا۔ یہ حضور پیر نور کے والد ماجد سید قربان علی شاہ صاحب  
رضی اللہ عنہ کے عرس کا زمانہ تھا جنہے حضور انور کی زیارت کیا کیا اشتیاق تھا  
جب آتا تھا عالیٰ کے دروازہ پر بخا تو دیکھا کہ ایک بھی کشید روازہ مکمل  
ہے۔ میں نے بھی ہی دروازہ پر زخم کھٹکھٹائی فوراً حضور انور نے فرمایا:

«مسنو سنو انور محمد شاہ مرزا پور سے ایک لڑکا آیا ہے۔ اس کو ملا لو۔»  
حضور کی یہ آواز میں نے اپنے کافلو سے کئی اس کے بعد دروازہ کھلا  
میں اندر گیا۔ حضور پیر نور استراحت میں تھے میں نے قدموں کو بوسر دیا اور دل  
میں خیال کیا کہ اگر حضور رخ انور کو مول دیتے تو شناخت نظر ہری کی منزل ہی ہے  
ہو جاتی یہ خیال آنا تھا کہ فوراً حضور مجدد گئے اور میں جمال نعیم المثال کی زیارت سے  
شرف اندر سعادت ہوا اور دستِ مبارک پر بوسر دیا۔

حضور نے فرمایا:

«مسنو سنو سماری تہاری پڑائی ملاقات ہے۔ اچھا باواب پھر  
ملقات ہو گی۔»

اسی سال میں خوشیں نصیبی سے حضور انور کے سلسلہ نعلیٰ میں داخل ہوا اور  
جو احسانات و افضال حضور انور کے مجرپ ہوئے وہ بیان سے باہر ہیں اور حق تو  
یہ ہے کہ وہ لوگ ہمایت خوش نصیب ہیں جو اس گورہ کیتائی بھر تو حیدری زیارت  
سے مستفید ہوئے اور ان سے زیادہ وہ قسمت کے وحی میں ہیں جن کو شب دروز  
شرفتِ حضوری حاصل تھا۔

قدم وہ ناز سے رکھت انسیں تنگ سیماں پر

ترے کوچھ میں جس دردیش رہتے لگایا ہے

محمد شیخ صاحب کا واقعہ بیعت جس تدریجیت رکھتا ہے وہ نظر ہے  
ایسے اکثر واقعات ہوں گے اور ممکن ہے کہ ان واقعات مذکورہ بالا سے جی  
کہیں تتم باثان واقعات گذرے ہوں جو ہمارے علم میں نہ ہو۔ اس لیے کہ  
حضور کے مرید بے شمار میں جو واقعات دستیاب ہو گئے۔ انہیں پر اکٹھا کیا گیا۔

کیونکہ ملک نہیں کر سند کی سب لہریں شمار میں آجائیں۔

غرض یہ ہے کہ حضور انور مسلا نوں کی طرح ہنود بھی شار تھے اور ان کے پیشوں پر شدت سادھوں کا ناٹک شاہی ادا اسی دغیرہ عرض کہ ہر خیال کے سند و فقرا حضور پر انور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوتے اور برکت و فیض حاصل کرتے تھے اکثر سند و سادھو اپنے کے پیشوں گئے۔

ماجی او گھٹ شاہ صاحب دارثی فیض ازادیں کر میں بارگاہ عالی میں حاضر تھا کہ ایک ناٹک شاہی ادا اسی فیض حضور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے جو امرتسر کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے اپنی حاضری کا یہ سبب بیان کیا۔ کہ مجھکو عرصہ دراز سے یہ بھین پہنچے کہ خدا انسان میں ہے یا اس جسم سے علیحدہ ہے میں نے اس بات کی سینکڑوں فیضوں اور سادھوؤں سے تجھیس کی اور انہوں نے مجھکو ہر طرح سمجھایا مگر میری سمجھ میں نہیں آتا اور میں تسلیم ہوتی ہے۔ اب یہاں تھا ہوں۔ ماجی او گھٹ شاہ صاحب کا بیان ہے کہ میں نے پیٹے بھی ان کا نام نہ کوئی بات ہوئی یہی حضور انور کی خدمتِ عالی میں پیش کرنے کے لیے ان کو اسی وقت میں نے چلا جائیا مگر باہر آ کر انہوں نے کہا کہ آج مجھکو تسلیم ہو گئی۔

میں نے دریافت کیا تو انہوں نے کہا :

" جیسے ہی دروازہ کھلا اور میری نگاہ حضور پر طریقی میں نے دیکھا کہ دھرتی سے آکاں ہنک ایک بجوت ہے اور صورت یہی ہے جب پیر کٹے تو سارے اُس صورت کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔"

" یہ ادا اسی فیض کی روز تک دیوہ شریعت میں بیٹھ رہے رہے اور اس کے بعد پلے گئے "

ایسے واقعات روز مرہ پیش آتے تھے کہ حضور انور مشاہدہ کرایا کرتے

تھے۔ حق یہ ہے کہ آپ کی ذات سے خدا کی قدرت کا مشاہدہ ہوتا تھا اور ساتھ  
آئتی ہی عقده لائیں جل عمل ہو جاتا تھا۔  
حضور انور کی خدمت عالی میں بڑے بڑے سادھو اور ہر ایک پنچھوکے ہندو  
ضیر آتے تھے اور آپ ان کی قدر نرماتے تھے اور شفقت سے پیش آتے  
تھے اور فرماتے تھے :

”ہم اور تم ایک ہیں نا۔“

جان آٹ تشریف لے جاتے ہندو فقراء ہمایت عقیدت سے حضور انور  
سے ملنے کے لیے آتے تھے، اگر ان کو اپنے مقام پر اس بات کا علم ہوتا تھا کہ  
حضور پر نور اس راستہ سے گذریں گے تو وہ ہر راہ حاضر ہوتے اور شرف  
زیارت سے مستفید ہوتے تھے۔

مشی عبد الغنی خان صاحب وارثی رئیس پووہ غنی خان صلح رائے بریلی  
لکھتے ہیں کہ جناب حکیم محمد عقوب بیگ صاحب وارثی اور مرا منعم بیگ صاحب  
وارثی اور حسیم شاہ صاحب اور دیگر بزرگوں کا بیان ہے کہ جب حضور پر نور  
بنارس تشریف لے گئے تو عجیب کیفیت دیکھتے ہیں آئی جس وقت حضور کی  
ماں کی راجح گھاٹ کے قریب پہنچی تو بنارس کے پنڈت اور پچاری اور وہ گدی  
لشیں مہنت جو کبھی اٹھتے نہیں تھے وہ اپنے اپنے مقاموں سے اٹھتے اور حضور انور  
کی خدمت عالی میں محبت و عقیدت سے آئے بعض لوپاکی کے دندوں میں  
ہاتھ لگائے ہوئے تھے حضور پر نور ہر ایک سے یکاگہت و شفقت کی باقیں فرم  
رہے تھے۔

ایک مقام پر پاکی روکا کر حضور نے ان سب سے فرمایا :

”ہم اور تم ایک ہیں — اب ہم کو بخوبی اجازت دو کہ ہم ایک شخص کے  
ہیاں قیام کریں وہاں سب سے ملاقات ہو جائے گی۔“

آن سب نے قبول کیا اور حضور کی مدح و ستائش کرنے لگے جب  
انہوں نے بخوبی منظور کریا تو حضور نے ایک حکیم صاحب کے یہاں قیام

فریا بعضاً مہنتوں نے حضور انور کے لیے کھانے پختے بعین نے پچول چل اور  
سیوے اور دیگر تھانوت ارسال کئے۔

جب دو سو دن جمع کے وقت حضور بنارس سے رخصت ہوئے تو  
تو اکثر نامی گرامی پندرت اور ہمہت رخصت کرنے کے لیے آئے اور جب حضور  
سے چدا ہوئے گکے تو نہایت اشکبار ہوئے۔ ان کی گرید وزاری کا عالم دیکھ کر  
حیرت ہوئی تھی کہ اللہ اکبر حضور انور مجتبم مہر و محبت ہیں جس کا ہر شخص پر آنا گانہ  
اُڑھتا ہے۔

ہندو فرقہ بھی حضور انور کو سوت زیادہ مانتے تھے۔ حاجی او گھٹ شاہ  
صاحب وارثی کہتے ہیں کہ مجھے ایک سادھو صاحب تے پھر اپوں میں  
دریافت فرمایا کہ تم کہاں بیعت ہوئے۔ میں نے حضور انور کا اسم گرامی بتایا تو انہوں  
نے نہایت جوش میں اکر کہا کہ وہ فقیر ہیں اور فقیر سوت کم ہوتے ہیں۔ اولیا اس پر  
سوت ہوتے ہیں۔

اس کے بعد یہ شعر ٹھہراتے:

حد پیٹے تو اولیا بیجد پیٹے تو پسیر

حد بیجد دھو پیٹے تو اس کا نام فقیر

اس شعر کو طڑک کر کہا کہ میں نے یہ بات حاجی صاحب کے سو اکسی میں نہیں  
دیکھی تھیں کو طڑکا پیر ملا۔

حاجی او گھٹ شاہ صاحب ایک دوسرا واقعہ کہتے ہیں کہ چھنکا صاحب  
مجذوب ہو چکا ب کے ایک مشہور درویش تھے۔ میرے والد ماجد علیہ الرحمۃ کے  
ملنوا لے تھے۔ پیران کلیر شریف میں مجھاں سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تو  
نہایت شفقت و محبت سے پیش آئے اور پوچھنے لگے کہ کم کس خاندان میں بیعت  
ہوئے؟

میں نے کہا "چشتیہ، قادر یہ میں"۔  
کہنے لگے خاندان زبردست ہیں۔

پھر کہا کہ کس سے بیعت ہوئی؟

میں نے حضور اقدس کا نام نامی بتایا تو پڑی کیفیت سے فرمائے گے:  
اوہ پیر بھی پراز بر دست بلا علاوه اور باقیوں کے مقابلے پر پڑے غیر  
میں۔ ایک بات یہ ہے کہ سید میں اور سید سے زین و آسمان لرزتے ہیں  
اور سکل پیشیں درتی ہیں۔

مولوی محمد سرفراز خان صاحب محقق شکوہ آبادی سابق مینجر درگاہ اجیز شاہ  
مکتبتے ہیں کہ ۱۸۹۴ء میں مجھے چند احباب کے ہمراہ سنگاٹنگ کے ہمار پر  
جانے کا اتفاق ہوا۔ جب ہم لوگ وہاں کا بڑا مندر دیکھنے کے لیے گئے تو تو ہمیں  
ایک ہند فیکر کو دیکھا جان کو دہان کے لوگ بہت مانتے تھے اور وہ عربی و فارسی  
اردو ہندی وغیرہ مختلف زبانیں مانتے تھے۔ اپنی عمر سوا سو برس کی بتاتے تھے  
جب میں ان کے سامنے گیا تو بھکوڑ کیکر مکرانی اور میرے گذشتہ واقعات  
خود بخوبی بیان کر کے آئندہ واقعات کی پیشین گوئی فرمائے گے اور آخر میں  
کہا تو ایک ایسے بردست ولی کامل کے خاص مقبولوں میں ہے جس کا شانی  
آج دنیا میں نہیں ہے۔ تجوہ پر بہت آفیں آفیں الیں الیں مگر تو محفوظ رہے گا۔  
یہ پیشین گوئی ان فیکر صاحب نے مولوی محمد سرفراز خان صاحب محقق والی  
کی بیعت سے قبل بیان کی تھی بلکہ اس وقت تک مولوی صاحب موصوف کو  
حضور انور سے بیعت ہوئے کا خیال بھی نہ تھا۔

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ عام ہندو ہی نہیں بلکہ ان کے واجب التعظیم  
ہوتا اور پیشوائی حضور انور کی ولایت تامہر کے کل خلائق اقبال تھے یہی نہیں بلکہ معتقد  
حضرت انور کی خدمت عالی میں حاضر ہو کر فیضیاب ہوتے تھے اور حضور انور پر جان  
شاری و شیفتگی میں مسلمانوں سے کم نہ تھے۔

اپ کے فیوض و برکات نے ہزاروں ہندوؤں کو دولت روحا نیت  
سے مالا مال کر دیا اور مناخین اسلام کے اس خیال باطل کی قلعی کھول دی کہ  
اسلام بزرگ شیر پھیلا ہے یا بعض دہریت کے دلدادے جو کہتے تھے کہ اسلام

کی ختنیت و روحاںیت کے واقعات دل خوش کن اور پارینہ افاسے ہیں  
اگر یہ واقعات صحیح ہیں تو اب ایسے باشاد مقدس نبیوں اسلام میں کیوں نہیں  
پیدا ہوتے جیسے صاحب تاثیر اور باکرامت اولیا اللہ زماں مابقی میں پیدا  
ہوتے تھے۔ ان کے لیے آپ کی ولایت تا قرآنکے قطعیۃ الدلالۃ جنتی  
اور آٹھ کی ذات صداقت اسلام کی بین دلیل تھی اور اس کا ایک بدیکی ثبوت  
کہ اسلام بخوبی اکراہ یا بزور شمشیریں بلکہ اس طرح اسلام کی ترقی و اشتہارت  
بھوئی ہے جس طرح آج تم اپنی آنکھوں سے آج دیکھ رہے ہو کہ نہ فوج ہے نہ  
شمشیر ہے نہ دیگر سامان یعنی د مقعم نہ اور کوئی ظاہری دلچسپیوں کے اس باب  
ہیں ایک تن تہا حصہ نور کی ذات بابرکات ہے جس کی ختنیت و روحاںیت  
سے معاشر ہو کر تمام عالم والہ و شیفتہ ہے :

بے شکر و فوج بادشاہی کر دیم  
بر مند فخر کرسے یالی کر دیم  
اے در و بد و لت فغیری ایخ  
در کسوٹ بندگی خدا الی کر دیم

حضرت نور کی مقدس تاثیرات روحاںیت پر اس زمانہ کے مشاہیر ارباب  
سیر اور خوش خیال و تعالیٰ تکرار اصحاب نے بھی غور کیا ہے۔

چنانچہ خان بہادر مولوی محمد بشیر الدین صاحب بانی اسلامیہ الی اسکول لٹاؤ  
میرا خبار "البشير" رجو حضرت مولیانا شاہ فضل الرحمن صاحب رضی اللہ عنہ سے  
شرف بیعت رکھتے ہیں اور اپنے آزاد خیالات و اسلامی خدمات میں ضرب الشل  
ہیں، حضور نور کے وصال پر اظہار رنج و ملاں کرتے ہوئے "البشير" مطبوعہ  
۱۸ اپریل ۱۹۰۵ء میں تحریر فرماتے ہیں :

"آپ کا مسلک ہنایت صلح مل تھا کسی نہ بہ اور عقیدہ کا شخص آپ  
سے علماء آپ اس سے بر اخلاقی باتیں کرتے چنانچہ علاوہ مسلمانوں کے بہت  
سے ہنود بھی آپ کے مرید تھے۔ حاجی صاحبؒ کی ذات بابرکات اس امر کا

بیدی ثبوت تھی کہ شہزاد شاہ بول کے فرزند یعنی سے نہ علام کے وعظ و پندر سے اس قدر اشاعت اسلام ہوئی ہے جتنی صورتی نے کرام کی بدولت ہوئی ہے۔  
خواجہ حنف نظامی صاحب دہلوی اخبار و کلیل طبعونہ، ۱۹۷۹ء جنوری میں  
اپنے مضمون کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں :

”هم نے خود اکثر سند و دوں کو دیکھا ہے کہ وہ حاجی صاحب کی مریدی کے سبب اسلام اور طریق اسلام کے شیدائی بن گئے اور بعض در پردہ مسلمان تھے، بعض درود شریعت اور آیات قرآنی کو نہایت ذوق و شوق سے پڑھتے اور مزے لیتے تھے۔“

صرف ہندو بی بھیں بلکہ پارسی یہودی مسکی سب آپ کی جاں شاری کا دم بھرتے تھے۔ اکثر انگریزوں نے مسلمان ہو کر لباس درویشی ہیں لیا۔

حاجی او گھٹ شاہ صاحب ”ضیافت الاجاب“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بزرگوں سے نتا ہے کہ ہست سے عیسائی شرف بیعت دار میں سے مشرف ہوئے اور بعض کو شہنشاہ عالم پناہ نے خلعت فقر سے بھی سرفراز نہیں ہے، چنانچہ رومی شاہ صاحب و لالائی شاہ صاحب عبد اللہ شاہ صاحب جو حضور کے خرقہ لوش فخر تھے یورپ میں تھے۔

صاحب تختۂ الاصفیا کہتے ہیں ۱۸۵۴ء کا واقعہ ہے حضور پر نورِ مدد ایمن آباد شہر کھنڈوں میں ہبودھری ہدایت علی صاحب تعلقہ دار وہرہرہ کے مکان پر ردنق افروز تھے۔ اُسوقت علاوہ چودھری صاحب موصوف کے چودھری سرفراز احمد صاحب تعلقہ دار سیخ و غیرہ بھی حضور کی خدمت میں حاضر تھے۔ حنفیان سے ایک صاحب مسٹر براؤن ہیڈلکر و فتر کشڑی بہرائی سر راہ پلے جاتے تھے جیسے ہی حضور کے چڑھے انور پر آن کی نظر پڑی، جو اس بجا نہ ہے از خود رفتہ ہو گئے۔ بہروس ہو کر گر ٹرے ہے،

کتنا گھری مرے ساقی کی نظر ہوتی ہے  
مجھکو پردوں میں کہیں اپنی خبر سے ہوتی ہے

مطہر موصوف کو جب ہوش آیا تو وہ حضور کے دست تھی پرستِ مسلمان  
ہو گئے اور کچھ دنوں کے بعد آپ کی اجازت سے حج بیت المقدس اکران کی کیلے  
کوئی مغلظہ نہیں ہے گئے۔ صاحب موصوف نے اپنی زندگی اشاعتِ اسلام کیے  
وقوف کردی تھی اور جب تک زندہ رہے اسلام کی خدمت کرتے رہے۔  
 حاجی او گھٹ شاہ صاحب صنایافت الاجباب میں لکھتے ہیں کہ برادر بیم  
شاہ فیقر حضرت وارث عالم پناہ اپنے خط میں بنیاب حرم شاہ صاحب خادم  
خاص بارگاہ وارثی سے مسکیل صاحب فراشی کی سفارش کرتے ہیں کہ ان کی تھی<sup>۱</sup>  
حضور عالیٰ میں عرض کر دیجئے وہ یہاں۔

قبيلہ ام رحیم شاہ صاحب زید مجده پس از ماوجب آنکھ باعثِ تکلیف دی  
یہ ہے کہ ایک صاحب فراشی مسٹر کیل حضور پر فور کے غلام ہونا چاہتے ہیں  
اور بوجہ چند درجہ فی الحال حاضر ہیں ہو سکتے ہے اُن کی درخواست میں کوئی بھی  
اور بواپسی مطلع فرمائی۔ آن کو عالم رویا میں بھی زیارتِ سلطانِ دو جہاں یعنی وارث  
کوں و مکاں ہو چکی ہے یہی باعث اُن کی غلامی قبول کرنے کا زیادہ تر ہوا میں امید  
کرتا ہوں کہ آپ خود یہ تکلیف گوارا کر سکے مجھے ممنون فرمائیں گے۔

### رائق فیقر بیم وارثی اناگرہ

مطہر موصوف کی عقیدت اور برادر بیم شاہ صاحب کی سفارش طلاق فماکر  
مکم ہوا کہ اُن کی بیت قبول ہوئی۔ جب موسم ہر چلے آؤیں۔ "صنایافت الاجباء"  
بعد ازاں مسٹر کیل صاحب حضور انور کی خدمت عالیٰ میں دیوبہ شریعت حاضر ہوئے تھے  
انوں نے اپنام بھی بدلت دیا۔ عبد الموارث نام رکھا۔ اب ٹھاہے کہ بھی میں  
ہیں۔

اسی طرح اور انگریزوں کو بھی حضور انور کی بیعت کا شرف حاصل ہوا ہے۔  
چنانچہ حاجی سید غفرنہ شاہ صاحب حسامی الوارثی نے حضور پر فور کے مختصر حالات  
میں ایک سوانح عمری انگریزی زبان میں تایف فرمائی ہے اُس میں لکھا ہے کہ "مسٹر  
ہنری ٹرینیک اسکریپٹر اجیر اور مسٹر جانشن پرنٹنڈنٹ پر لیس محاکم متعدد بھی حضور انور

کی بیت سے مشرفت ہوئے تھے۔ اسی طرح پارسی دیوبندی وغیرہ بھی حضور کی بیت سے مشرفت ہوئے ہیں۔

چنانچہ بھی کے شہر پارسی دوسرا بھائی ولد وہ کن جی حضور کے دست مبارک پر بیت سے مستفید ہوئے اور اسلامی عقائد کے پابند ہو گئے اور ان کی دونوں بیٹیں بھی حضور کے دست مبارک پر بیت سے مشرفت ہوئیں۔ دوسرا بھائی ولد کریمی بھی حضور سے بیت ہوئے۔

یہ بعض ایسے واقعات کہتے گئے ہیں جو حضور انور کے آخر زمانہ میں ہیں آئے اور حضور کے خدام حاضر باش کی یادداشت میں تھے۔ آپ کے زمانہ سیر و سیاحت میں جو واقعات گذرے ان کا علم ہونا مشکل ہے جو حضور انور کی ذات بابرکات۔ خاص جامعیت رکھتی تھی اور اسلام کی صدائت اور تھانیت کی ایک بین دلیل تھی پڑاں مکروہ کو آپ کی مقدس تاثیرات رو جانیت سے راہ ہدایت نصیب ہوئی۔ آپ کے تمام واقعات و حالات احاطہ تحریر میں آنا ممکن ہیں کیونکہ طاہر و باطن طور پر حضور انور کی ذات سے فیوض و برکات جاری تھے۔

حضور کے تصریفات فیض آیات نزبِ الشیل ہیں۔ جنابِ مولیٰ مولوی عبدالrahman ماحب قبلہ ششاد فرنگی محل شیخ برادر سر حشیرہ رحمت غازی پور جو فی زمانہ ایک عالم ہائل اور مشاہیر روزگار سے ہیں اپنے سفر کا ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں جو بہنیت دلچسپ ہے اس لیے بجنبشہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ مولیٰ مکھتے ہیں میں جب تیسری مرتبہ حسبِ ملب نوازِ حسین میال صاحبِ محروم والے مکروہ لکھ کاٹسیاوار گیا تھا تو واپسی کے وقت گجرات سے اجیر شریعت کی طرف آئئے میں رات کو ملی پر سور ہاتھا۔ ایک پنج پریں تھا اور پانچ سنتی کی پنج پر ایک امیر مارڈ و اڑان تھی اور اس کی بغل کی پنج پر اس کا ایک نومر لڑکا تھا۔ میں نے اتنی بغل کی پنج پر پانڈان دغیرہ رکاو دی تھا کیونکہ وہ خالی تھی۔ جب سوچا سیشن پر بجا تو کسی کے آئئے کی اہست می اور تیرتی آنکھ کھل گئی میں نے دیکھا کہ ایک انگریز چھوٹا تھا میں آیا اور میری بغل کی پنج پر بیٹھا پا ہا۔ میں فوراً اٹھا اور اپنا اس باب ہٹانے لگا۔ اس انگریز نے نہایت نمودہ

لب دلہجہ میں کہا:

"آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں آپ سوئے میں ایک طرف بیٹھ جاؤں گوہ  
مجھے اس کی فضاحت پر تعجب ہوا اور میں نے اس بہشا کروہ پڑھنے والی  
کردی اور پھر سورہ میرے کان میں آواز آئے گلی:

اے خدا میرے حوال پر قم فرمائج سخت تکلیف ہے تو کیوں مجھے یہی بُشَّت  
سے زائد تکلیف دیتا ہے۔ اے پیر تو مجھی میری نہبہ نہیں لیتا"

اس آخری افظع نے مجھے ہوشیار کر دیا اور میں انٹھ میٹھا دیکھا تو وہ انگریزست  
تکلیف میں کراہ رہا ہے۔

میں نے پوچھا کہ صاحب آپ کو کیا تکلیف ہے؟

اس نے کہا "میں بہت بیمار ہوں اس وقت بخار کی زیادتی ہے اور طحال میں  
کیڑے پڑ گئے ہیں"

میں نے بخش دیکھی تو واقعی بخار بہت شدت کا تھا میں نے کہا بے شک  
آپ کو شدت کا بخار ہے۔ آپ کے طحال میں کب سے کیڑے پڑ گئے ہیں؟  
اس نے کہا:

"ایک مہینہ سے زائد ہوا کہ داکٹروں نے تجویز کیا ہے؟" میں نے کہا:

"ان لوگوں کی رائے غلط ہے۔ اس مرخص کامرین ایک بہفتہ سے زائد نہیں  
جی سکتے"

اس نے کہا کہ آپ علیم ہیں؟ میں نے کہا "نہیں گر طبیوں کی صحبت میں رہا  
ہوں اور ہر فن کی کتابیں دیکھا کرتا ہوں۔ مجھے کتب میںیں کامشخدا بہت پسند ہے"

اس نے پوچھا "آپ کا مکان کہا ہے؟" میں نے بتایا آنکھوں میں:

میں نے کہا آپ نے اپنی بے چینی میں خدا سے رحم کی درخواست کی تھات

میں یہ بھی کہا آپ اے پیر تو مجھی میری نہبہ نہیں لیتا۔ اس کے کیا منتهی؟"

اس نے کہا "میں نے یہ نہ کہا ہوگا۔ میں نے کہا، آپ نے غرور کہا تھا۔

منکر کر کئے تھے لگا۔ بے صفائی میں منہ سے نکل گیا ہوگا۔  
میں نے کہا۔ اس کی کچھ اصلاحیت ضرور ہوگی ورنہ ایسا کلمہ الگریز کے منہ سے  
نہیں نکل سکتا۔

اس نے بہت کچھ طالا لگریں پھیپھی پڑ گیا اور احرار سے پوچھنے لگا۔ اس نے چاہا  
بات ٹھل جائے۔

کہنے لگا۔ سینے صاحب آپ کھنوں کے رہنے والے ہیں دہل کے لوگوں کو  
ضرور جانتے ہوں گے۔ میں نے کہا۔ ہاں جانستا ہوں۔

اس نے جیسیں حزہ اور پنڈ کینگ کا لمحہ کے ملبہ کو پوچھا۔ پوچھ کر وہ لوگ  
میکے ساتھ کینگ کا لمحہ میں پڑھتے تھے۔ میں نے اکثر صاحبوں کا حال بتایا۔  
اس نے کہا۔ دہل کے عربی عورتیں مولیانا خافظ فضل اللہ صاحب مخدوم کو بھی  
جانتے ہو۔ میں نے کہا وہ میرے سرستھے۔

یہ سنتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہا میں آپ سے ملوں گا، وہ میرے استاد  
تھے اور ان کی فیاضیوں اور بزرگیوں کا دیکھ کر تذاہ رہا اور کہنے لگا۔ اب تو  
میری بخش دیکھیجئے۔  
میں نے بخش دیکھی توز راجہ بخارہ تھا۔ میں نے کہا۔ اس وقت تو آپ کی  
بخش صفات ہے۔

مشکر کئے لگا۔ مجھے آپ سے مکرا یعنی خوشی ہوئی ہے کہ میرا بخارا تر گب  
خدا آپ کو خوش رکھتے۔ پھر کہنے لگا۔ آپ ہاول صاحب دکیل کو جانتے ہیں؟  
میں نے کہا۔ ہاں میں نے ان کی تعریف سنی ہے۔ ان سے ملتے کا مجھے اتفاق نہیں  
ہوا۔

اس نے کہا۔ وہ میرے حقیقی چاہتھے۔ یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ وہ فرانسیسی  
تھے اور فرانسیسی فرنگیوں کی عورتیں پرده میں رہتی ہیں۔ میں نے کہا۔ مجھے علم نہیں  
ہے۔  
کہا۔ اچھا۔ کھنوں کے فقروں کا حال بھی آپ جانتے ہیں؟

میں نے کہا "میں بہت دنوں سے غازی پور میں رہتا ہوں لڑکپن میں ہر پر شاہزادہ کو دیکھا تھا؟ کہا کہ جاتی صاحب کو جاتے ہیں؟" میں نے کہا "انہیں بچپن میں دیکھا تھا۔ میرے ماموں وغیرہ ان کے مرید تھے اس وجہ سے وہ گدیہ میں تشریف لاتے تھے۔ چونکہ وہ عورتوں سے سرمیں تسلی و فخر ڈالاتے تھے۔ اس وجہ سے میں ان کو اچھا نہیں سمجھتا تھا۔"

کہا "آپ نے آن کی کچھ کرامیں بھی سنی ہیں؟"

میں نے کہا "ہاں میں نے سنا ہے کہ برسات میں بھی وہ بگئے پاؤں رہتے ہیں اور بے شکل فرش پر پڑے جاتے ہیں فرش پر دھنیہ وغیرہ نہیں ٹرتا۔" کہا کہ "اور کچھ ہے؟"

میں نے کہا "یہ کیا کرم است ہے کہ غیر مذاہب کے لوگ بھی ان کے مرید ہوتے ہیں۔ مٹکرول کے سطے سفر میں جب میں آگرہ پہنچا تو جیل خانہ کے داروں کے سماں بغرض سیراگرہ میں کمی روز تھی اور ہاں ڈاکٹر پنڈت رام پرشاد صاحب ڈاکٹر جیل خانہ سے ملاقات ہوئی ان کی صورت نہایت متبرک قبولی ڈاکٹری کئے جاتے تھے اور ما تھے پرستی پورا اقتضہ دیئے رہتے تھے اور ہر وقت کچھ پڑھا کرتے تھے دریافت سے معلوم ہوا کہ درود تشریف پڑھا کرتے ہیں اور تلاوت قرآن بھی کرتے ہیں اور پانچ سو نماز بھی جبکہ کئی روز کی صبحت میں تبلکل ہو گئی تو ایک روز روہ کئے گئے ہیں مسلمان ہوں اور جاتی صاحب قبلہ کامرید ہوں۔ اپنے بہت و اعتماد انسوں نے بیان کئے تھے کہ میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک بڑے دربار میں پہنچ گیا ہوں۔ وہاں حضرت جاتی صاحب قبلہ ہمیشہ تشریف رکھتے ہیں میں نے آپ سے دریافت کیا کہ یہ کیسی مغلل ہے۔

دریاما "یہ دربار حضرت رسول مبعول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اشارہ میں بتایا یہ حضرت ابو بکر ہیں یہ حضرت عمر ہیں یہ حضرت عثمان ہیں یہ حضرت علی ہیں یہ حضرت فلال ہیں یہ فلال ہیں رضوان اللہ علیہم اتعیین" میں حضرت ابو بکر کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ حضرت پیغمبر

صلالہ علیہ وسلم بہاں شرایف رکھتے ہیں ہے۔

تو انہوں نے فرمایا: "تو انہیں نہیں دیکھ سکتا۔"

زیادہ حال دریافت نہ کر سکا اور آنکھوں کھل گئی۔ مجھے بہت سخت صدمہ ہوا جب میں تبدیل ہو کر سہار پھوڑ گیا تو میں نے حضرت مولیانا محمد قاسم نافوتوپی مرحوم غفور سے اپنا خواب بیان کیا اور وہ عدم زیارت دریافت کی تو انہوں نے فرمایا: "تم حصہ تو نہیں چیز ہے۔"

میں نے کہا: "حصہ کا کیا ذکر میں تو انہیں بھی کھاتا ہوں۔"

حضرت مولیانا نے فرمایا: "تم کو زیارت نہیں ہو سکتی۔"

میں نے اسی وقت حصہ اور انہیوں سے کوچکی بہت سخت بیمار ہو گیا تامام یکمool اور ڈاکٹروں نے بخوبی کہ بغیر استعمال انہیوں کے تم اپنے نہیں ہو سکتے میں نے کہا: "مجھے مربا نامنظور ہے مگر حصہ اور انہیوں کے پاس نہ بازوں گاہا۔" چنانچہ میں اتنا ہو گیا اور ملائیزیہ سہولیہ نہ صلالہ علیہ وسلم کی زیارت ہو چکی ہے۔ الحمد للہ علیے ذکر۔

صاحب ان واقعات کو سن کر بہت خوش ہو رہے تھے اور غور سے میسر چہرے کو دیکھنے بات تھے جب میں اس قضیہ کو کہہ چکا تو بُوٹے: "اور کوئی حاجی صاحب کی کرامت آپ نے نہیں بتے۔ میں نے کہا: "اں۔" کہنے لگے وہ کیا، میں نے کہا:

"مولوی شرف الدین صاحب دہراوی میں میسرے دوست مولوی بہل الحمد صاحب مرحوم غازی پوری سے بیان کرتے تھے کہ میں ایک گھنٹہ شراب کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ ایک مرتبہ میں دیوبہ شرایف کے قصده سے روانہ ہوا جب دنیا پر پہنچا کہ ہو ٹولی سے چند بُوٹیں مے لوں۔ ایک بُوٹی بھی نہ ملی فرشت آباو بارہ بُکھی دغیرہ کے ہو ٹلوں میں بھی سی سی نوبت آئی۔ میں دیوبہ شرایف پہنچا اور کئی روز رہا مگر شراب کی ذرا نداش شہروٹی۔ میرے ذہن میں یہ بات ہو ٹوکری کہ حضرت حاجی صاحب کو منکرد ہے کہ میں شراب کو چھوڑ دوں۔ چنانچہ میں نے چھوڑ دی اور اب تا اُب

ہو گیا ہوں اور کچھ ملکیت نہیں ہوتی۔  
صاحب نے کہا "اور کچھ ہے؟"

میں نے کہا "میرے بڑے ماںوں کی ایک کھلانی تھی نہ رہن نام، اس کی  
ہنچ کرنے لگئی دہائی سے واپس آگرہ بیان کیا کہ میں کو شریعت میں  
حضرت حاجی صاحب کی مرید ہو گئی۔ لوگ ا سے دیوانہ بتانے لگے کہ بغیر عید کو تو  
حضرت حاجی صاحب دیگر میں تھے، وہ کعبہ شریعت میں تھے ہماں سے ملتے کہ تو مرید  
ہو گئی ہے"

وہ بتوں کو مجنون سمجھتی تھی اور اصرار سے کہتی تھی کہ "میں تو وہیں مرید ہوں  
ہوں"

اس قصہ کو بیان کر کے میں نے ہمیں اپنا تعجب ظاہر کیا۔ اس پر اس  
انگریز نے کہا "آپ کو واقعی تعجب ہے؟"  
میں نے کہا "بے شک سمجھتے تعجب ہے"

اس نے کہا "مجھے آپ کے تعجب پر تعجب ہے۔ نہ رہن کی بین پر کہتی ہے  
وہ کعبہ شریعت میں مرید ہوئی اور نہ رہن بھی سچی تھی۔ اس نے حضرت حاجی صاحب  
کو گدیے میں دیکھا تھا۔ خدا کی قسم حضرت حاجی صاحب ایک آن میں مختلف مقامات  
پر بست سے آدمیوں کو مرید کر لیتے تھے"

جب اس نے یہ کہا تو میں نے کہا "شاید آپ نے بے چینی کی حالت میں  
انہیں کو یاد کیا تھا؟"

کہنے لگا "ہاں! وہی میرے مرشد ہیں یہ"

اب آپ میرے مرید ہوئے کا حال سنئے۔ اگرچہ آپ کو تعجب ہو گا انگریز  
بخدا پر کہوں گا میں بہت کم سن تھا۔ جب میرے والدہ ماجد نے انتقال کیا میری  
ماں جوان تھی اور پردہ میں رستی تھی میں آپ سے بیان کرچا ہوں کہ فرانسیسی  
یہیں ہندوستان میں پردہ کرتی ہیں۔ پردہ کے باوجود میں اپنی والدہ کی بہت  
نگرانی اور حفاظت کرتا تھا۔ ایک روز میرے پریسے نے بیان کیا کہ میری

ماں کے پاس ایک فقیر آتے ہیں اور دیرنگ اندر رہتے ہیں مجھے اس بات کے  
نتے کے اگلے گئی اور جب میں آیا کہ ابھی گولی مار دوں۔ جب میرا غصہ فرو برا تو  
میں نے اس سے فوچھا "وہ کب آتے ہیں؟"

اس نے کہا "کبھی مہینوں کے بعد اور کبھی جلد جلد آتے ہیں"

میں نے اس سے کہا "اب جب آئیں تو مجھے فوراً اطلاع دینا"

جب وہ چلا گیا تو میں نے ایک دونالہ پنچھ پنچھرا اور کوٹ کل جیب میں رکھ دیا۔  
اور یہ صتمم ارادہ کر لیا کہ اس مرتبہ جب آئیں گے تو ایک گولی سے شاہ صاحب  
کو اور ایک سے اپنی ماں کو ٹلاک کر دوں گا۔ دن رات اسی نکری میں تھا کہ کسی طرف یہ  
کام بہت جلد انجام سہو جائے۔

اتفاق سے ہفتہ کے اندر ہی میرے بیرونی نے اطلاع دی کہ اس وقت شاہ  
صاحب آتے ہیں اور مکان کے اندر ہیں۔ یہ سنتے ہی فوراً اٹھا اور جلدی سے  
دروازہ ہی سے جیب میں ہاتھ ڈال کر پنچھ کو تھانے لے گا مگر پنچھ میرے ہاتھ میں  
نہیں آتا تھا بلکہ چھوٹ چھوٹ جاتا تھا۔ یہاں تک کہ صحن مکان میں پنچھ کی اور میری  
نظر شاہ صاحب پر پڑی وہ سر ہانے بیٹھنے تھے اور پامیں پر میری ماں ہاتھ جوڑے  
ہوئے۔ پنچھ کہہ رہی تھی میں بے ساختہ آگے بڑھا چلا جاتا تھا اور ہاتھ سے  
پنچھ تھانے کی کوشش میں مصروف تھا اور پنچھ ہاتھ میں نہیں آتا تھا۔ یہاں تک  
کہ شاہ صاحب کے قریب پنچھ کیا اور انہوں نے میری طرف دیکھ کر فرمایا:  
"اواؤ بیٹا او"

اور میری ماں ایسی خوفزدہ ہو گئی کہ گویا اس میں بیان ہی نہیں تھی۔ شاہ صاحب  
نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بٹھایا اور کہنے لگے:  
"تو میرا بیٹا ہے اور یہ میری بیٹی ہے" میں نے کہا "آپ کہتے ہیں کہ میں مسلمان  
ہو جاؤں" فرمایا "تو مسلمان ہی ہے اور تیری ماں بھی مسلمان ہے" میں نے کہا میں  
کیا کروں"

فرمایا کہ "نیپک چینیں نہ کیا یا کرو اور جس طرح پاہواں طرح رہوں یہیں آدمی دوں گا۔ اس سے کھانا پکوایا کرو۔ فرزین خاں اس کا نام ہے"۔

میں نے کہا "بہت بُتھر"

کئی روز کے بعد ایک شخص آیا اور کہا فرزین خاں میرانام ہے اور خابہ

شاہ صاحب نے بھیجا ہے؟

میں نے کھانا پکانے پر اس کو نوکر رکھ دیا۔ سولہ سترہ برس وہ میرے ماس  
نوکر رہا جب کبھی میں بھارہوتا تھا تو وہ کھانے سے برابر میرا علاج کر لیتا تھا۔ کبھی  
جسے دوا استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ دو برس ہوئے وہ مر گی۔  
اس وقت سے میں برابر بیمار رہتا ہوں۔ کبھی برس سے میں سو جد پاسٹشن ماسٹر  
ہوں۔ اس وقت بیمار ہو کر اجیزیر شریعت کے شفاف انہیں جبارہا ہوں۔ یہ باقیں خست  
نہیں ہوتی تھیں کہ اجیزیر شریعت کا اسٹشن آگیا اور صاحب نے مجھے اصرار کیا۔  
کہ آپ بھی دوچار روز اجیزیر شریعت میں ٹھہریں۔ میں نے غدر کیا کہ میری خصت  
ختم ہو رہی ہے اور میں جاتے وقت اجیزیر شریعت کی دو مرتبہ زیارت کر چکا ہوں۔  
آپ کو میں نصیحت کرتا ہوں کہ طحال میں کیڑوں کا خیال دل سے دور کیجئے۔ امتحان کا  
طریقہ میں بتائے دیتا ہوں کہ مٹی کے آنکھوں سے میں کڑو ایل پیجئے اور اگر بُو اوڑ مرا  
تیل کا معلوم ہو تو سمجھیے کہ ڈاکٹروں کی رائے غلط ہے۔ اگر معلوم ہو تو آٹھ روز  
براہ کھانے کے بعد پتے جائیے انش اللہ تعالیٰ صحت ہو جائے گی۔ آٹھ روز کے بعد  
آپ کو تیل کی بُو اوڑ معلوم ہوئے گے کا یہی صحت کی علامت ہے۔ والسلام۔  
مولانا عبدالاعد شاہ صاحب فرمی محلی گھنٹوی نے جزاں سے سفر کا داتعم تحریر فرمایا  
ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ دیگر اقوام کے تلوب میں حضور انور کی شان و عظمت کا  
کس قدر گمرا اثر رکھا۔

اکثر انگریز حضور انور کے سیعیت سے مستقید ہوئے اور صرف میکیوں پر  
موقوف نہیں ہے۔ بکھر منہب و ملت میں آپ کے اثرات انہر من اشنس میں  
چھر تو کچھ بھی واقعات ہیں وہ ایسے ہیں جو اتفاق سے مل گئے وہ میکنٹروں اور

ہزاروں واقعات ہوں گے جن سے ہمارے کان خبردار نہیں ہیں۔  
وگر نہ اہب کی رجوعات حضور انور کے ملائکو شوں کے نزدیک ایک نہ است  
معولی بات تھی جس پرانوں نے کبھی خیال بھی نہیں کیا اور یہی سبب ہے کہ اس  
قلم کے واقعات دیگر سلاسل کے مجرم بزرگوں سے زیادہ دستیاب ہوئے  
حضر انور کے فیوض و برکات تمام دنیا میں جاری ہیں اور غالباً کوئی خطایسا نہ  
ہو گا جہاں حضور کے ملائکو شوں نہ ہوں۔

جناب خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی اخبار و کیل مطبوعہ ۲۴ ماہی ۱۹۰۹ء  
میں رقم طراز ہیں کہ ” حاجی صاحب“ کو نہ صرف ہندوستان کے ہندو مسلمان  
بزرگ سمجھتے تھے اور عقیدت رکھتے تھے بلکہ یورپ کے باشندوں میں بھی ان کی  
بزرگی کا چرچا تھا۔ تھامہ بیوں ضلع مظفر نگر کے ایک صاحب مسٹر جیب احمد نامی  
اجمل انگلتان میں ہیں۔ انہوں نے حاجی صاحب سے فیض حاصل کیا تھا۔ یہ صاحب  
انگریزی تعلیم یافتہ ہیں اور عموماً انگریزی طرزِ معاشرت برتبے ہیں۔ جب ولی میں  
روزانہ اخبار جاری تھا تو یہ مسٹر جیب احمد شاہی اس کے چیف ایڈٹر تھے کچھ عرصہ  
بعد اخبار چھوڑ کر مصادر وہاں سے ولایت ٹلے گئے۔ دوران قیام انگلتان میں ان  
کے غلبی بیانات کا شہر ہو گیا کشف تصور کے طالب علم کو ابتدا فی حالت  
میں ہونے لگتا ہے مسٹر جیب احمد نامی کشفی طاقت سے انگریزوں کے سامنے  
بعض ایسی باتیں کہدیتے تھے جن سے ان کوے حد تعجب ہوتا تھا۔ کیونکہ انگریزوں  
کے واسطے یہ بات مائل نئی تھی کہ گذشتہ یا آئندہ حالت کو ایک اجنبی اس  
طرح بیان کر دے گویا اس واقعہ کا پورا علم اس کو حاصل ہے۔ رفتہ رفتہ  
مسٹر جیب کا زیادہ چرچا ہونے لگا اور ہندوستانی طلباء بھی ان کے کلامات  
کے معتقد ہونے لگے۔

ہمارے دوست شیخ عبد القادر صاحب بیر شریط لاڈلی کو بھی زبان  
قیام انگلتان میں وقتاً فوقیٰ ان سے ملاقات کرنے کا موقع ملا تھا اور انہوں  
نے مسٹر جیب احمد کے عجیب و غریب بیانات کو بطور خود آنیما تھا وہ تھے میں

کر مشریعیب احمد واقعی باطنی احساں میں غیر معمولی قابلیت کے آدمی ہیں۔ آنے والے واقعات کی نسبت وہ جو کچھ حکم لگادے ہے۔ تھے عموماً دیساہی ہوتا تھا جن پڑھے ہم نے شیخ عبدال قادر صاحب کے پاس ایک کتاب میں مشریعیب احمد کے تکلم سے یہ کہا ہوا دیکھا کہ سید کرامت حسین صاحب نجح ہو جائیں گے جالانکہ یہ تحریر دو برس پہلے کچھ گئی تھی۔ جب کسی قسم کا دہم دنگان بھی نہ ہو سکتا تھا کہ مولوی سید کرامت حسین صاحب ہالی کورٹ کے نجع میں کئے ہیں۔

اس قسم کے صد بار واقعات ہیں جن میں مشریعیب احمد کا قول پورا اُڑتا۔ اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ غیری باقول کا پتہ دنیا اہل اصوات کے سامنے کوئی کمال نہیں ہے اور وہ اس کو سیخ اور ادنیٰ فعل خیال کرتے ہیں۔ مگر آج کل کے زمانہ میں مشائخ کی پتی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ ان میں کشفی حالت کے آدمی بھی ناپید ہیں۔ زیادہ کلاں تو شے دیگر ہیں۔ اس اعتبار سے مشریعیب احمد کی قابلیت کی داد دینی پڑتی ہے کہ وہ ایسے مک میں صوفیوں کے کلاں کا ایک جزو دنیا کو دکھا سکتے ہیں اور یہ سب ثابت ان کو حاجی صاحب سے حاصل ہوئی ہے۔

اپنے کے ایک امیرزادہ نے جولندن میں آیا تھا اور مسلمانوں کے کلاں کا متلاشی تھا، مشریعیب احمد کے کلاں کی تعریف سنی اور وہ ان سے ملنے آیا جب اس نے دیکھا کہ واقعی یہ آدمی دیساہی ہے جیسا تھا تو وہ مشریعیب احمد کی خدمت میں رہنے لگا اور نہایت عقیدت مندانہ طریق پر ان کی تعلیم حاصل کرنا شروع کی اس نے اپنा� نام بھی بدل دیا اور طریق نہ ہب بھی سہلا سانہ رکھا یا ان سک کردہ مریدوں کی مثل بن گی اور اس اثنائیں اس نے ہزار ہارو پر سیم مشریعیب احمد کو دیئے اور انہوں نے وہ روپے نہایت بے پرواہی دبے تو جبکہ سے خرچ کر ڈالے۔ لوگوں نے اپنے امیر کو بہکایا کہ یہ شخص تھا رہو پر کس بے دردی سے اڑاتا ہے تھیں سوچنا چاہئے۔ بگروہ عقیدہ پر قائم رہا۔ پہاں تک کہ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ امیر پیر ایک سہندوستانی پیر کا مرید ہے اور وہ بزرگ ہنوز زندہ ہیں تو وہ بھی سہندوستان میں آیا اور خاص دیوار میں حاضر ہو کر حاجی صاحب کی زیارت

کی جب داپس گی تو اس نے اپنے دوستوں سے کہا کہ میں نے وہاں ایک آنکھ دیکھی جس میں تمام عالم موجود تھا میں کیونکہ کہوں کہ اس آنکھ میں کیسی کیفیت تھی جس نے مجھکو جنپش میں ڈال دیا۔ حالانکہ وہ آنکھ خود حاجی صاحب کی نہ تھی بلکہ ان کے ایک ادنیٰ مرید کی تھی جو ان کے پاس حاضر تھا۔ حاجی صاحب کی تعریف میں اس نے اتنا کہا کہ تم اندازہ کر سکتے ہو کہ جس کے غلام ایسے ہیں تو وہ تو دیکھا ہو گا۔

یراۓ ایک ایسے ملک کے باشندے کی ہے جو درویشی رضھکار اڑاتے ہیں اور جن کی دیکھا دیکھی ہمارے ملک کے لوگ بھی فقیروں سے بدعتید ہوتے جاتے ہیں۔“

خواجہ صاحب نے جس اپنی امیر کا ذکر فرمایا ہے اس کا نام کو شکل لازماً ہے۔

حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی ان کی حاضری کا واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب ان کو بارگاہِ عالیٰ میں پیش کیا گیا تو حضور انور کھڑے ہو گئے ان کے ہمراہ ایک مترجم صاحب بھی تھے۔ مٹھا کر پچھم سلگھے صاحب رئیس ملاؤں کے مکان میں ان کو پھر ایا گیا۔ مترجم کا دوست گلازرانے ایک ملینہ گاہ تہ بند خرید اور اپنے سر پر کھڑک رضوی کی خدمت عالیٰ میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اس کو زیر بسم فرمائے کا حکم دیا۔ وہ بیٹھ گئے جسنوں اندر لئے فرمایا:

”کیسے آئے ہو کیا کام ہے؟“

اپنوں نے مترجم کے ذریعے عرض کیا:

”ہم کو کوئی پیغام نہ لمنی چاہئیے، سو ائے اس کے کہ ہم اپنی زندگی میں اپنی اپنی آنکھوں سے خدا کو دیکھیں اور کیا؟“

حضرتوں انور نے مبتنی سوکر فرمایا:

”ماشیت کو معمشوقِ بھی کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔“ من تو شدم تو من شدی فرمائے ارشاد فرمایا: ”ہم تم وہاں ایک جگہ ہوں گے۔ خلا دُرد نہیں ہے۔ جاؤ“

تم کو تصدیق نہیں ہوئی ہے، ہو جائے گی۔"

مشترکونٹ گلزارانے اسی وقت غلامی قبول کی اور رخصت ہو کر انہی قیام گاہ پر آئے۔ حضور پیر نور کو احرام بدلوانے کے بعد جو اُترا ہوا احرام ان کو ملا تھا ہنا سیت محبت و عقیدت سے اسے دن بھرا ہوئے رہے رات کو تو الی سنی۔ صحیح کو حضور نے رخصت فرمایا۔

حاجی او گھٹ شاہ صاحب سے ان کو خاص محبت پیدا ہو گئی تھی جو بدستور قائم ہے اور سلسہ خط و کتابت بجاری ہے۔

مشترکونٹ گلزارا کے متعلق شیخ عبدال قادر صاحب بیرونی رساں اپنے طیراً بزرگ (سور) راقم المخدود کو اپنے والانامہ میں تحریر فرماتے ہیں جو حسب ذیل ہے۔

"مشیر صبیب احمد سابق نئیم روزانہ اخبار دہلی جو ایک عرصہ سے الگستان میں مقیم ہیں اور وہاں متوجہ گلزاری سیت بس کر رہے ہیں۔ انہوں نے انگریزی کی زبان میں ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام مشیر برآفت ساؤنڈ اینڈ نیٹ ہے یعنی صوت و عد و کے اسرار۔ اس کتاب کے لندن میں شائع ہونے پر اس کا بعض محتوى ملتوں میں بہت چرچا ہوا اور وہاں کے بہت سے علم و دوست یا مشرقی غاذ رکھنے والے اصحاب مصنفوں کتاب سے ملاقاتات کے خواہاں ہوئے۔ ان میں ایک صاحب ملک اپنی کے ایک متمول ریسیں کا ڈنٹ گلزارانامی جو انگریزی زبان بھی جانتے تھے غشی جبیب احمد سے اگر ملے۔ میں کا ڈنٹ صاحب موصوف سے ملاقاتی نہیں ہوا۔ کیونکہ میرے زمانہ قیامِ الگستان میں وہ کبھی نہیں آئے لیکن میں غشی جبیب احمد صاحب کے ہاس کا ڈنٹ صاحب کے خطوط اکثر دیکھا کرتا تھا۔ ان خطوط سے معلوم ہوا کہ اُنہیں غشی جبیب احمد صاحب سے ایسی ارادت پیدا ہو گئی جیسی مشرقی ملکاں میں ایک مرید کو اپنے پیر سے ہوتی ہے اور انہیں علوم مشترک اور اسنے کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ انہوں نے تحصیل عربی کے لیے ہندستان سے ایک انگریزی و ان اسنٹا و بلوانا پاہا اور جناب شمس العلما مولوی سید علی

بگرامی مردم کی معرفت مولوی سید محمد شکری صاحب کو جو پلے علی گڑھ کا لمحہ میں  
دینیات امامیہ کے معلم تھے اور پیر بیگداد کے سفارتخانہ انگریزی میں ترجیح مقرر  
ہو کر چلے گئے۔ اپنے پاس معقول تجوہ پر بلایا مولوی صاحب دو سال کا  
کاؤٹ صاحب کے سامنے پاٹ صاحب کو شوق پیدا  
ہوا کردہ جناب حاجی صاحب علیہ الرحمۃ کی زیارت سے مشرف ہوں گے انہیں  
مشیٰ حبیب احمد صاحب سے یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ جناب حاجی صاحب کے مریدوں  
میں سے ہیں ان کو اشتیاق ہوا کہ سرچشمہ فرض پر خود پہنچیں پنا پنچہ دہ بہمنستان  
اس غرض کے لیے آئے اور حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ واپسی پر  
مشیٰ حبیب احمد صاحب کو انہوں نے ایک خط لکھا تھا جو میں نے خود پڑھا ہے  
اس میں لکھا تھا :

”کہ میں حضرت حاجی صاحب کی زیارت سے اس درجہ مستحبہ اور سفر ہوا  
ہوں کہ ساری محنت سفر وصول ہو گئی اور خود حضرت حاجی صاحب کی توکیہ  
تعریف ہو۔ ان کے حلقہ درویشان میں مجھے ایک ایسا شخص نظر آیا جس کی آنکھیں  
وہ آب اور کشش تھیں کہ میرا جی چاہتا تھا برابر اسی پانی میں نہتا نہ ہوں۔“  
سید غفور شاہ صاحب حسامی الوارثی حصہ اور کہ میں خواجہ انگریزی میں کاؤٹ  
صاحب کا ایک خط نقل کرتے ہیں جو مولوی احتشام علی خان صاحب داری بیڑڑ  
ایٹ لا ر منصف سریام کے نام ہے اور جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔  
”مائی طریق احتشام! اپنے پیارے نندہ کعبہ شاہ وارث علی سے نئے کے  
بعد میراج ختم ہو گیا۔ اس وجہ سے میں مصروف اپنے جانا ہوں۔“

آپ کا مخلاص

کونٹ مگزین آف سینٹکرڈ  
ستر کاؤٹ مگزین آں کی آن میں جو قابلیت پیدا ہو گئی وہ خواجہ حسن  
نظمی صاحب دہلوی اور شیخ عبد القادر صاحب بیڑڑ ایٹ لا کے نام پر خط آیا  
اس سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ کاؤٹ صاحب میں اللہ والوں کی شناخت

کامادہ بھی پیدا ہو گا اور جس طرح ذوق و شوق میں انہوں نے اس قدر دوسرے راز  
نک کی صوبت سفر گوارا کی تھی اسی طرح وہ کامیابی کے ساتھ واپس گئے ان  
واعفات سے ظاہر ہے کہ اس پرائیوری زمانہ میں جبکہ مغربی برلن کا اقبال  
اضفت النہار پر ہے اور علوم جدید نے ایک نیا دور شروع کر دیا ہے کہ جنہاں  
کے اور اس سے ان کی مدد و عطییں قاصر ہیں ان سے بے ناہل امکان کر دیتے  
ہیں۔ انہیں فلسفی منطقی افزاد کے روپ نہ کامیابی نہ ظاہر ہو اس سے متعلق ہب ہو کر انہوں  
نے اسلام کی حقانیت کو قبول کیا میرٹ کا ذمہ لگز راحضوں کی ایک نگاہ میں خود آفتاب  
بن گئے ان کے ولی جذبات کا انتشار اُن خطوط سے ہوتا ہے جو انہوں نے ثبت  
بیعت کے بعد حاجی او گھٹ شاہ صاحب دارثی کو سمجھے ہیں جن میں بعض خطوط  
کا تجزیہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

۱۔ دوست شریک فی الفنا۔ السلام علیکم اُس کلام سے ہجس کو ہمارے  
ولی قدس سرہ نے بظاہر فرمایا تھا میں نے توسط ایک عالم غاص کے چند کلمات کا  
جو ان کے باطن مبارک اور باطن الہی میں تھے زبانِ عربی میں استنباط کیا ہے جنکا  
لفظی ترجمہ آپ کے پاس بعض حصول قربت کے روانہ کرتا ہوں۔ لاریب کہ  
آپ کی طہارتِ تلب اس طریق متعلق کے صدقہ کا یقین کرنے کی مکر رکت ہوں  
کہ کس درجہ آپ کی اور آپ کے اور ہمارے ولی کی محنت مجھے مسود رکتی ہے  
اور کس درجہ آپ اور ہمارے ولی میرے ساتھ ابتداؤ انتہائے ذکرِ الہی میں مرفق ہیں۔

مترجم صاحب آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہیں اور مولیٰ نصیر  
الدین صاحب کی خدمت میں میرا سلام عرض ہے۔  
کلمات ذیل ترجمہ از زبانِ عربی۔

- یا سُوْجَوْ
- ۱۔ او گھٹ میں نے تم کو اپنا امین قرار دیا ہے۔
  - ۲۔ او گھٹ مثل تیری صورت کے ہے جس پر بھروسہ ہو سکتا ہے۔

- ۱۔ او گھٹ سے تیری راہ اور تیرا ایمان نکال ہر ہوتا ہے۔
- ۲۔ تم آئے ہو میسکے مکان پر دیاں سے میری طرف خطا بائے۔
- ۳۔ تمہاری خواہش میری توجہ ہے۔
- ۴۔ تم آئے ہو اور تم مجھ سے متخد ہو گے۔
- ۵۔ تمہارا آنا مبارک ہو۔
- ۶۔ ہم تم دیاں ایک جگہ ہوں گے ریز ظاہری کلام ہے ولی قدس سرہ کا۔
- ۷۔ تم اپنی خواہش کا بجید چھپائے ہوئے ہو۔
- ۸۔ خدا تمام بجید دل کا جانے والا ہے۔
- ۹۔ میری روح تمہاری حفت نظر کرے گی۔
- ۱۰۔ میری موت کا وقت پنجاہ ہے۔
- ۱۱۔ ایک صورت تمہارے ساتھ ہو گی جو تمہاری ہدایت کرے گی۔
- ۱۲۔ ایک صست جیبیم تم کو بخات دے گی۔
- ۱۳۔ اور بخات اتحاد میں ہے۔
- ۱۴۔ او گھٹ کی تم عتنے زکر دے گے اور اس کو اپنا معتمد دوست قرار دو گے۔
- ۱۵۔ اس کا طریقہ تمہارے طریقے میں ہے۔
- ۱۶۔ جناب حاجی او گھٹ شاہ صاحب السلام علیکم۔
- فراں لی کینٹ ایل پس دی ٹائیس  
ہوشل ڈی سچر
- ۱۔ آپ کو یہ عرضہ سبب فرط محبت کے لکھتا ہوں کیونکہ آپ ہمیشہ برے ساتھ ہیں۔ اس باریک پر وہ میں جو دیاں ہماری ہوئیں ذاتیہ کے حاصل ہے جس مقام پر آپ ہوں اپنے پترے سے مجھے اطلائی لوتی ہے کہ میں آپ کے جنمی نشان سے بے خبر نہ رہوں۔ اس لیے کہ اس ظہور میں صرف آپ ایک شخص ہیں جس کو

میں بہت قریب پاتا ہوں۔ میں آپ سے معاونت کرتا ہوں۔ اپنے والی کی مدد میں  
میں نے ان کو دیکھا ہے کہ وہ گویا و نات کر رہے ہیں اور وقت وصال کے  
انہوں نے اپنے وعدہ اور میری خواہش کو پورا کیا اور اپنے تقبیل سے توام کیا۔  
کاؤنٹ گلزار سینما کا یہ اکشن ہوئے  
پیرس، لیک فرانس

۳۔ میسے دوست او گھوٹ شاہ۔ میرا مرجم گیا ہے اس وجہ سے میں تم کو  
عربی میں خط لکھتا ہوں کہ اپنا سلام پہنچا دوں۔ بحث عربی اور مہاراہمال دیبا فنت  
کرتا ہوں۔ علمی اشغال سے فارغ ہو گیا ہوں اور توحید کے دریا میں غوطہ زن ہوں  
میں نے دیکھ دیا ہے کہ وہ لوگ یعنی اللہ کی جانب اتفاقات کرنے والے بغیر خود کی  
بلा و غرب میں مخفود ہیں پس عالم ٹھوڑے میں تو ہی بخار افسوس ہے اور تم سے بھالی  
جان خواتین کار ہوں کہ میرا ساخت دو دعائیں جس کو تم جانتے ہو سلام مجتہ  
کاؤنٹ گلزار فرانس  
قبول ہو۔

مندرجہ بالا خطوط سے ظاہر ہے کہ مدرس کاؤنٹ گلزار میں کس قدر رومانیت  
پیدا ہو گئی کہ ان کو خود باطنی احسان میں کمال ہو گیا اور تصدیقی و تیئیں کی دولت سے  
وہ مشرف ہوئے۔

ان کی آرزو اور نتیجہ بھی اسی زندگی میں پوری ہوئی کہ وقت وصال حضور از  
نے ان کی تسلیم فرمائی۔

حتیٰ یہ ہے کہ بارگاہ وارثی سے کوئی نامراہنیں آیا۔ مدرس کاؤنٹ کی باطنی  
قابلیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ جزو وقت اور تاریخ حضور از کے  
وصال کی تھی اسی تاریخ اور وقت میں کاؤنٹ صاحب نے فرانس میں اس  
جادو شیعیم کا اسی حالت سے مشاہدہ کیا جیسا کہ ان کے خط سے ظاہر ہے۔  
اسی طرح اور انگریزوں کے بھی واقعات ہیں۔ مگر جو تک آٹھ کے ختم  
ذی الاحرام نے کبھی واقعات کی حقان میں نہیں کی کیونکہ جو حضور کے ماضی ایں  
حلقہ گوش ہیں وہ ایک خاص اندازِ عشقی رکھتے ہیں۔

بجز متنی و مد ہوشی دگر کارے نمی دائم

اس وجہ سے شاہوں نے اس قسم کے واقعات کو جس کی نہ ان پر توجہ کی  
حالانکہ حضور انور کی ذات متعین الصفات سے ہر دن وہر بخط نہایت اہم ترین  
واقعات کا ظہور ہوتا تھا مگر حضور کے دیکھنے والوں کی بیکاریوں میں وہ جہالت  
عدیم الشال تھا جس کے نظائر کیا ہے ایک ادنیٰ کرشمہ تھا کہ ہوش و خرد رخصت  
ہو جاتے تھے اور عالم استغراق و محیت کسی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتا تھا  
حضور انور کی عادت نہ تھی کہ بھروسے سے بھی کوئی ایسی بات زبان پر آ جائے  
جس سے خرق عادت یا کشخت و کرامت یا کسی اعلیٰ صفت کا انعام ہو۔ البتہ  
بعض واقعات نہ لامان شخص سے اگر کوئی واقعہ بیان نہیں فرماتے تو اس سے تعقیم  
ہوایت کی غرض مقصود ہوتی تھی۔

جیسا کہ صاحبِ تختۂ الاصلیفی نے لکھا ہے کہ جب حضور نے ملکِ روس  
کی سیاحت فرمائی تو مولوی عارفؑ میں صاحب جو پسروی بھی حضور کے ساتھ  
تھے روں کے ایک شایع خاندان کی لڑکی حضور انور فریستہ ہو گئی اور حضور کیست  
حق پرست پر مسلمان ہو کر درویشا نزندگی بسر کرنے لگی مسلمانوں کے ایک قریب  
میں اس نے اپنی سکونت اختیار کر لی تھی۔ یہ حضور پر انور کی ابتدائی سیاحت کا  
واقعہ ہے اور بعض بزرگوں نے حضور انور کی زبان مبارک سے بھی اس واقعہ  
کو سنائے۔

چنانچہ شیخ حسین علی صاحب دارثی شخصیں بہ نواب زمیندار سارہ مٹو  
صلح پارہ بکی ناتقل ہیں کہ حضور انور نے اس کے فریستہ ہونے کا واقعہ خود مجھے  
بیان فرمایا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے :

حضور انور ایک باغ کی سیر کرنے تشریف لے گئے تھے جہاں اکثر میں  
 موجود تھیں مولوی عارف علی صاحب جو پسروی ایک عورت پر عاشق ہو گئے  
اور اسے خواس باختہ ہوئے کہ اسی کے ہو گئے حضور کا ساتھ اسی باغ سے چھپڑ  
دیا حضور انور پر خود ایک لڑکی عاشق ہو گئی۔ مگر جب اس نے حضور انور کو واپسی جا بے

خاطب نہیں دیکھا تو دریافت کیا کہ آپ کسی کے عاشق ہیں؟ حضور خود ارشاد فرماتے تھے کہ ہم نے کہا "ہاں" اس نے کہا "وہ بڑا خوبصورت ہو گا ہم سے بھی زیادہ حسین ہو گا؟"

ہم نے جواب دیا کہ تمام عالم سے زیادہ خوبصورت ہے اس کا مثال دنیا میں نہیں ہے؛ "شہزادی نے کہا" ہم بھی اس پر عاشق ہوں گے بتائیے وہ کون ہے؟"

ہم نے کہا وہ ہر جگہ ہے اہر شے میں ہے۔ اس کے بہت نام ہیں، ایک نام اللہ بل جلال ہے اور اس کی عاشقی کاظریت ہے لالہ اللہ مکمل رَسُولُ اللہٰ اور اس نے حمد و دل سے پڑھا اور قسم کھانی کر مجھے اب اسی سے کام ہے اور کسی سے واسطہ نہیں رہا۔

شایی خزانہ سے اس کو معمول و ظیفہ ملتا تھا جس کی شبست اس نے حضور سے عرض کیا "میں اس کا کیا کروں؟" تو حضور نے ارشاد فرمایا؛ "تم جس پر عاشق ہوئی ہو اس کی راہ میں مبتا جوں اور بیواؤں کو دنیا غیر بیوی کے لڑکے لڑکی کی شادی میں دینا اس سے وہ بہت خوش ہو گا؛" حضور فرماتے تھے کہ اس نے ہم سے کہا جب آپ پلے جائیں گے تو ہم کیس کریں گے۔ ہم نے کہا اسی کو کیا کرونا؟"

"اس نے کہا اس مقام سے قریب ایک قریب ہے اس میں ہم رہیں گے۔ اب سیاں نہ رہیں گے۔ آپ پلے ہم کو دہماں بھاٹا دیجئے؟" چنانچہ ہم نے اس کو دہماں بھاٹا دیا ایک شب بشکل نام ہم اس قریب میں رہے۔ اس کے بعد رخصت ہوئے اس کا نام رونا تھا۔ چھ سال وہ زندہ رہی اس کے بعد انتقال ہو گیا پس اپنے پاؤں کی قبر ہے اس کا محل ہوتا ہے۔ یمن خط اس کے آئے تھے۔ شیخ حسین علی صاحب نے دریافت کیا کہ مولوی عارف علی صاحب کے عرش کا کیا طبقہ ہوا؟"

فرمایا کہ "دوسرے دن ہمارے پاس آئے تھے ڈھماڑھی منڈی ہر فل تھی

ام نے کہا "یہ کیا کیا؟"

کہتے گے "اب تو جو ہوا سو شوا"

حضرت اوزر کے واقعات سفر فی الواقع نہایت مُتم باثان ہوں گے مگر  
افسوس ہے کہ ان مالات سے ہم کو شرف آگاہی نصیب نہیں ہے۔

جو واقعات حضور پیر نور کے زمانہ انہیں ہندوستان میں پیش آئے  
وہ بھی ہماری مدد و معلمات سے باہر ہیں۔ شاذ و نادر واقعات حاصل  
ہوئے ہیں۔

حالانکہ حضور پیر نور کی بیان میں روزانہ اہم ترین واقعات پیش آتے تھے اور  
تامی نماہب کے ازاد اپنے کے نقش قدم پر جان دیتے تھے۔ اپنے کی ذات  
ستودہ صفات حدائقِ اسلام کی ایک بین دلیل تھی جس سے ہر شخص تاثر ہوتا  
ہتا اور ہر غریب و غلط واقعہ حضور کے اکم گرامی پر قربان ہو جاتا۔ میں ایمان  
بنتے تھے اور اپنے کی ذات بارگات میں خدا کی قدر توں کام شاہدہ کرتے تھے  
حضرت اوزر کا چہرہ انور دیکھ کر اسلام کی حقانیت اظہر من اشیں ہو جاتی تھی اور  
اپنے کی محبت صراطِ مستقیم کے لیے سراجِ نیز کا کام دیتی تھی جس پر خدا کی مخلوق پر ماں  
جاں شاریٰ کرتی تھی۔

جو تاریخی میں نور اس کا نظر آیا تو دن مکلا

تجھی سے بننا چشم و حسرائی دشت ہر پتہ

ہو جلوہ ناجسم دہ سورج ہو گیارہ دش

ہوا شرمندگی سے ماند بالکل چاند کا مکھڑا

گرم مخلوق سجدے میں اٹھایا جب نقاب اُس نے

ہے در پر دہ وہ چہرہ قدرت اللہ کا جلوہ

لئے ترجیحاً شمار عزیز موسویہ بدریہ عماریہ از شحات علم فیض رقہ مولیٰ مولوی سید عبد الغنی  
صاحب قبلہ وارثی ہماری مظلہ العالی۔

حضرت انور کی ذات  
 محمود الصنفات پر فتوح

## مریدین میں ازدواج محبت

عامگردیدگی اور رجوع خلافتی تھی وہ خاہ ہر ہے۔ بگر مریدین میں جو جوش مجبت اور حسن عقیدت ہے وہ بھی حضور پر نور کی ذات با برکات کی طرح عدم الشال ہے۔ الگ حضور کے شمار مرید ہیں مگر سب میں خاص جذبات مجبت ہیں اور اکثر مریدوں کی ایسی حالت ہے جو عام طیائی میں حدود اعتماد اسے کہیں متجاوز ہے ایک یونیورسیٹ از خود رفتگی کا عالم ہے کہ وہ اپنی دین و دنیا کی بہتری کو حضور انور سی سے وابستہ ہیں اور حضرت مولینا ردم قدس سرہ العزیز کے س شعر کے مصدق ہیں ہے :

چوں تو ذات پسیر را کردی قبول  
 ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

حضرت انور کے مریدین بالکلین میں جو جذبات مجبت ہیں اور ان کے خاص عقائد ہیں ان کا بیان تو احاطہ تحریر سے باہر ہے مگر نظاہر جوان کی جان شاریٰ جوش مجبت ہے وہ بھی ہے انتہا ہے پر وادی وار حضور پر شمار ہتھے تھے آپ کی پوچھت پھر نماگواہیں تھا۔ اکثر مریدین دفور مجبت سے حضور کا طوات کرتے اور عیدین کے موقع پر تو اور بھی زائرین کا جو جم ہوتا اور گرد پھر پھر کر حضور پر قرآن ہوتے تھے حضور کے متول مرید ہزاروں روپیہ حضور انور کی خوشودی میانچ حاصل کرنے کے لیے صرف کرتے اور غرباً کو تضمیم کرتے تھے۔ علاوه روسادیوہ شریف کے ہن کو بارگاہ دارثی میں شرفِ تدامت حاصل ہے یعنی شاہ فضل حسین صاحب دارثی سجادہ شیخ شاہ ولایت و مید مسرووف شاہ صاحب دارثی و گھیٹے میان صاحب جو اپنا جان دمال حضور پر نثار کرتے تھے دیگر معززین بھی بیرون بخاتے سے آتے اور صرف کثیر کرتے تھے چنانچہ راجہ دوست محمد خان صاحب تعلقہ دار ہمنا خلیع سلطان پور عید الفطر کے موقع پر دلوہ شریف آتے اور شیر دخدا

سنیاں اور تہ بند فقراء وارثی میں قیسم کرتے اور میتوں کو حضور انور کے صدر کا صاحب ہار پسید دیتے تھے علاوہ ازیں شیخ عنایت اللہ صاحب تعلقہ دار سیدن پر عید الحضیر کے موقع پر حضور انور کو من خدام و دیگر مریدین حاضر باش مذکوی الجمیع سیدن پور میں لیجاتے تھے اور حضور انور وہی نمازِ عید الحضیر ادا فرماتے تھے۔ شیخ عنایت اللہ صاحب نہایت سیرہ شامی و فیاضی سے اس تصریب سعید میں خرج کرتے تھے، محتاجوں اور غریبوں کو کھانا قیسم کرتے خوب روشنی ہوتی اور محفل میلاد خیر العباد منعقد کی جاتی تھی خدام و فقراء کو تہ بند بدلواتے تھے۔

لوازب محمد عبدالشکور خان صاحب رئیس اعظم و حرم پور جب دیوبہ شریعت میں آتے حضور انور کی دعوتوں کا اعتمام نہایت اعلیٰ سیماز پر کرتے تھے اور پڑیے ذوقِ شوق سے زیادہ دلنوں تک دیوبہ شریعت میں قیام سکتے تھے اور اپنے زمانہ قیام میں روزانہ دلوں وقت حضور انور کی خدمت عالی میں پڑی مکلفت کھانے پیش کرتے تھے۔ عشرہ محرم میں دس روز تک متواتر آستانا عالی پر پلاٹ و دفیرہ کی دیگیں تیار کرتے اور عشرہ کے دن سبیل بھی رکھتے اور جناب سید الشہداء علیہ السلام کی نذر کرتے تھے اور غرباً میں قیسم فرماتے تھے جحضور انور کے وصال کے بعد بھی اپنی قدیم وضع پر قائم رہتے اور ہمیشہ آستانا وارثی پر حاضر ہوتے اور تمام مرافق اسی طرح ادب و تعظیم سے بجا لاتے تھے۔

دیگر امرا اور سائبھی حضور پر انور کے نام نامی پر کثیر صرف کرتے تھے۔ اسی طرح ٹھاکرہ نجم سنگھ صاحب رئیس طاروی علی علیع میں پوری اور ٹھاکر جگوان سنگھ صاحب رئیس طاروی ہوں کے زمانہ میں دیوبہ شریعت حاضر ہوتے جب تک حضور کے خدام و فقراء دیوبہ شریعت میں موجود ہوتے تک تبدیل ہوتے تھے اور حضور انور کے خاندان عالی شان کے ہر ایک خدمتی یعنی دسویں بخشی جامن کار دب وغیرہ کو اتنا تباہ دیتے تھے جحضور انور کی جانب سے اکثر امرا اور روسانے مہانوں اور فقراء کے لیے لٹکر جباری کر کر کتے تھے، چنانچہ دودوہ نہیں کی باری سے راجہ ادالت نزان صاحب تعلقہ دار رام نگر راجہ دوست محمد خان صاغلقة دار دارث گنج درسیں

حاجی عباس علی تعلق دار بالا پور اچوہر سی رطافت حسین صاحب ریس  
 رامدراز، راجہ شیر محمد صاحب تعلق دار رائے پور ضلع  
 سیتاپور، بادشاہ حسین خاں صاحب تعلق دار کیرانگاری رکنیت  
 تھے۔ دیگر امر اور وساہر چند گوشش کرتے تھے کہ تم ہم ہی اس قوت مظہری میں نظر  
 لیں گے کہ موقع ہی شہیں ملتا تھا۔ اپنی باری کا ایک دن کسی کو دینا شان تھا۔ لشکر میں  
 معمولی کھانا ہنسیں ہوتا تھا بلکہ مرتکافت کھانے تارکاریے جاتے تھے اور زردومال  
 حضور پر بے دریغ قربان کیا جاتا تھا جس طرح امراض حضور پرور کی خدمت عالمیں ہماں  
 ہو کر اپنے زردومال کو شمار کر کے اپنے ہوتے پورے کرتے تھے اسی طرح غربا  
 بھی جو کچھ انبیاء میسر ہوتا حضور از زر پر قربان کرتے تھے اور حضور انور کی نگاہ  
 حقیقت آگاہ میں سب ایک تھے چنانچہ حضور انور کی یہ بات تو عادات و  
 عادات ہی میں داخل تھی کہ جس مکان میں پہنچے قیام فرماتے جب اس ٹھر میں  
 پہنچتے اُسی کے یہاں ٹھہر تے اور اس مشرف سعادت میں غربا کی ہی زیادہ تعداد  
 ہے حضور انور سب خوش نصیب کے گھر تشریف لیجاتے اور قیام فرماتے تھے  
 دن عید اور رات شب برات کا سماں رہتا تھا جن کو خوش نصیبی سے حضور کی میزبانی  
 کا شرف حاصل ہوتا تھا اپنے تمام مال و اساب کو حضور کا ہی سمجھتے تھے اور بے دریغ صداقت  
 خیرات کرتے تھے۔ بعیب جوئی و خروش کی کیفیت ہوتی تھی اور عجیب دلوں ہوتے  
 ہوتے تھے حضور کی تشریفیہ اوری کی مسرت میں بعض لوگ ترجمامال و اساب ٹھادیتے تھے  
 مولی حافظ حسن صاحب ہم ریوانی علیگڑہ کے والد کے سام جب حضور انور کا قیام ہوتا  
 تو وہ تمام اٹاٹک البتہ ٹادیتے تھے۔ جسی کہ حضور انور کے تشریف لیجا سکے  
 بعد برلن اور جپان وغیرہ کا انتظام ان کے یہاں قرض سے ہوتا تھا۔ زیور اور کپڑا  
 اور برلن اور نیونڈ غرض کے کچھ گھریں ہوتا خیرات کر دیتے۔ صرف بدنا کے  
 کپڑے رہ جاتے تھے۔

اگر کسی وجہ سے حضور انور کی کے یہاں تشریف لے جائیں میں تالہ ہتے  
 تو اس کو اپنی زندگی وہ بھر جاتی تھی اور وہ اپنی جان بکھر ہلاک کرنے کو مستعد

ہے جاتا تھا۔ بالآخر حضور پر نذر اُس کی حالت سے متاثر ہوتے اور ان کے بیان  
تشریفیت لے جاتے تھے جیسی یہ ہے کہ حضور انور کے مریدین عقیدت گدیں میں  
جو ہوش و محبت و عقیدت ہے دنی زماناً قابل ہیرت ہے۔ حضور انور کے نام  
نامی پر مشے ہوئے ہیں اپنی پیزیزوں کو حضور کے اہم مبارک سے منوب کیا ہے۔  
راجہ درست محمد خان صاحب تعلیم دار اور ہند ناجی موضع میں قیام رکھتے ہیں اُس  
کا نام "دارث گنج" رکھا ہے۔

سید صدر الد شاہ صاحب دارثی دشمن کرنگلہ صاحب دارثی نے حضور  
کے نام نامی سے بلخ لگائے اور اس کا نام دارث باخ رکھا۔ سید صدر الد شاہ  
صاحب قبلہ کے دارث باخ میں جو سب سے اچھے آم کے درخت ہیں ان  
کا نام دارث سندر کھا۔ اور ان درختوں کی تلیہں جن باغوں میں لگائی گئی  
ہیں اسی نام سے مشہور ہیں۔ چنانچہ فمشی وحدت اللہ خان صاحب دارثی مختلف  
مشی عبیدت اللہ خان صاحب دارثی ریس شاہ بھاں پور نے بھی خاص طور  
پر اپنے باخ میں "دارث پند" آم کے درخت لگائے جو سب درختوں میں  
متاز اور کھنکے قابل ہیں۔ جہاں جہاں ان درختوں کی تلیہں گئی ہیں وہ اسی نام  
سے مشہور ہیں۔

اکثر امراء نے حضور انور کے نام نامی سے اپنے مکانات کو منسوب کیا ہے  
چنانچہ مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ دارثی وکیل سرکار ریس گیا کے عالی شان  
لکھان پر خط غلیہ سوالوارث کندہ ہے اسی طرح بعض صاحبوں نے اپنے مکانات  
کا نام دارث منزل رکھا۔ داکٹر سید ریاض حیدر صاحب دارثی تلفظ الرشید  
مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ دارثی نے اپنے شاخانہ کا نام شنا خانہ  
دارثی رکھا ہے۔

جناب حاجیہ عائشہ بنی صالحہ دارثیہ رئیس گی بسط اللہ حیا تہاد کرام  
اللہ صفا تہا جو حیدریاض دعائی بہت، پاک طینت، رائخ العقیدت، سرشار  
محبت، نیک دل نیک نیت خاتون ہیں اور جن کے ذکر سے زمانہ سلف  
کی ان مقدس خواتین اسلام کی یاد تازہ ہوتی ہے جو اپنے زہد و عبادت

نیاضی و بیداری میں ضربِ اٹکل آئے گئیں۔ اس زمانہ میں جناب پیغمبر نبی کی فیاضیان اس تقدیرِ قدر کا ثانی ہیں کہ تمام خدامان و اعلیٰ کے تکوہ پر نام اثر ہے۔ آستانہ دار اعلیٰ کے اکثر شاندار حقائق ان کے اوقات و موقعوں پر اعلیٰ ہیں اور تنگی مزمر کی سہری آنہوں کی بائیت حملی کا مشاہدہ ہے ان کو اعلیٰ ترین خیالات کی بنا پر آستانہ عالیٰ کروانی سے اعلیٰ زیریبِ فریضت ادارہ پر دیکھنے کا ایسا اہنگ ہے کہ اکثر حصص کی تعییریں انہوں نے رکھیں ہیں کیا ہے بلا وہ اذیں انہوں نے آستانہ عالیٰ کے صدر دروازہ کے قریب لیکہ در سرچشمہِ دمنزل عالیٰ شان تعییر کرایا ہے جو درستہ وار شیعہ کے نام سے ہر ہوم ہے اُس کے قیام و اتحاد کم کیلے ایک معمولی وقت بھی فرط یا ہے۔ اسی طرح تبرکات لوگوں کے پاس محفوظ ہیں جنہوں انور کے مہوس مبارک، موئے شریعت، بکان کامیل، وہ کپڑا جس سے بعد وصالِ جسم مبارک پور پچھا گیا، وہ کپڑا جس سے جنہوں انور مزار مبارک میں امارے گئے، انہوں مزار پاک، وہ مدنان مبارک، وغیراً اور رکھیوں کا پانی، وقت وصال جو محل ہر اتحاد اس کا پانی، عرضکے صدمہ چیزوں لوگوں کے پاس محفوظ ہیں۔ اس موقع پر ایک مقدمہ ناقلوں کا ذکر ہے جن کو نشانِ محبت کہنا چاہیے سہری حروف میں لمحے جانے کے قابل ہے۔ مولوی سید غنی حیدر صاحب تبلہ وارثی وکیل دریں لگیا کہ الہیہ مجرمه کے قلب کو جنہوں انور کی ذاتِ محبو و اصنفات سے جو اتعلقہ سے اس کا ذکر اغماظ میں ادا ہونا ممکن ہے۔ انہوں نے حضرت کے تبرکات کا ایک بیش بہاذخیرہ جمع کیا ہے اور ایک کرہ میں سجار کھا ہے اور خود اس کی مجاورتی کی خدمات بچالاتی ہیں جنہوں انور نے ان کو اپنا اگالا مان مرست فرمایا تھا جس میں اگال بھی تھا انہوں نے اس اگال کو قائم رکھنے کی روشنی کی اور وہ اگالا معاہ اگال کے ان کے پاس محفوظ ہے۔

اکثر لوگوں نے اپنی اولاد کے نام جنہوں انور کے نام نامی پر رکھے ہیے غلام وارث، نیاز وارث، عبدالوارث وغیرہ۔ یا وارث فاطمہ وارث باو کنیز وارث، وارثیہ ناقلوں وغیرہ۔

غرضکے اپنے خیال کے مطابق ہر شخص حضور انور کی اسم گرامی سے استفادہ  
روحانی حاصل کرتا ہے اور اپنی کسی رکسی شے کو حضور انور کے اسم گرامی سے ضرب  
کرنا باعث خیر و برکت سمجھتا ہے جنہوں افراد کے نام نامی پر اس تدریج وید مگل ہے  
کہ اپنے نام کے ساتھ امن و ارشادی ہدایت فخر و مبارکات سے تکمیل کر حضور انور سے  
نسبت حاصل کی جاتی ہے۔

حضور انور کے مریدین بالکل میں جو جوش مجبت اور حضور کی شان و عظمت کا اثر  
ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ جس زمین پر حضور پر انور کے قدم پڑتے تھے لوگ تبرک  
سمجھ کر اس خاک پاک کو اٹھایا کرتے تھے ہے :

بُرْئِيَّكَيْهِ شَانٌ كَفَتْ پَانَىْ تُوبُودْ

سَالِهَا سَجَدَهُ صَاحِبُ نَظَارَانِ خَواَبَدَ بَوَودْ

حضور انور جس بالکل میں تشریف لے جاتے ہیں بڑے بڑے امر اور دُس کہاں  
کو اٹھا کے خود اُس پاکی کو اٹھاتے تھے۔

چنانچہ آزیل جسٹیس مولوی سید شرف الدین صاحب ولادی بالغا ہے  
بانکی پوریں خود حضور کی پاکی اٹھائی اور پاکی کو اٹھا کر کوئی سوں تک دوڑتے ہیں جتنی  
کپاٹوں میں چھا لے ٹرکے۔

ایک عجیب اندھور فتنگی کا عالم ہوتا تھا حضور پر انور کی پاکی کا تجویزا بہت بڑی  
بات سمجھا جاتا تھا جنہوں جس سلسلی میں وضو فرماتے اس پالی کو لوگ تبرک سمجھ کر  
لے لیا کرتے تھے کوئی پی لیتا تھا کوئی آنکھوں سے اور سینے سے لگانا تھا بعض  
لوگوں کے پاس وہ پانی اب تک محفوظ ہے۔

قاضی منیر عالم صاحب وکیل دریں در بھنگ کے مکان پر جب حضور تشریف  
لے گئے ہیں تو وہ اپنی ڈاٹری سے راستہ صاف کرتے ہوئے حضور کو لے گئے  
تھے۔ ان کے مکان کی رکسی بہت اوپھی ہے۔ زینہ کو انہوں نے شرڑا دیا اور  
خود زینہ کی جگہ جگہ کر کھڑے ہو گئے جس پر سے حضور انور اور سہرا ہی گذرے  
غرضکے جو ادب و احترام حضور انور کا غلوقی کی تھا اور جو عقیدت و

محبت مریدین کے قلوب میں حضور کی تھی اس سے فاسد بدد مانتے تھے۔ کے منے سمجھ میں آتے تھے کہ حضور کے نعمان گیر کو اس قدر غلبہ محبت ہے کہ حضور کی ذات مفتح الاصناف سے پوراں صور و نعمت کی نسبت پیدا ہو گئی ہے۔

مولوی علی احمد نان صاحب دارثی دکیل اگرہ اپنے برادرزادہ میاں بیک علی خان دارثی کا حال سمجھتے ہیں جس کا ناملا صہی ہے :

جب میں نے اکتوبر ۱۹۴۷ء میں دیوبہ شریعت کی حاضری کا تصدیق کیا تو میاں مہدی کا اشتیاق تدبیری اور شوق احرام پوشی میں یہ حال تھا کہ جس وقت سے سفر انتیار کیا جائز پان کھانے کے متعلق نہدا استعمال نہیں کی بارہ بیک ایشان بولی سے اتر کر دیوبہ شریعت کمپ پیادہ پاسفر کیا کسی سواری میں سوار نہیں ہوئے سواری اک دبڑے ترک کر دی کہ جہاں حضور انور تشریف فرمائیں وہاں سواری میں جانا بے ادب ہے۔ خدا اس یہے چھوٹا ہی کایا مقدمہ سے مقام پر جہاں حضور انور تشریف رکھتے ہوں بول و بر از سرے ادب ہے۔

حضور انور کی خدمت مالی میں اکثر بہنہ پیکرنا و فیرہ کرتے ہوئے اور مسلمان دیگر یا نسلیوں سے صافت طے کرتے ہوئے حاضر ہوتے تھے اور ان کا ہونا خروش اور ان کے جذباتِ محبت قابل دید ہوتے تھے جس سے یہ مشاهدہ ہوتا تھا کہ حضور کی ذات مقدس سے کس قدر حصول و تصدیق ہوتی تھی حضور انور کے بے شمار مریدین کے جذباتِ محبت کا ذکر احادیث تحریر یہ سے باہر ہے۔ اس زمانے کے اکثر مشاہیر اور علم و دوست اصحاب نے حضور انور کے مریدین و معتقدین کے جذباتِ محبت کو غور و تحقیق کیں لگائیں ہوں سے دیکھا ہے۔

چنانچہ خان بیادِ مولوی محمد شیرازی صاحب قبلہ مدیر المنشیر نے جو حضور انور کے دصال پر اظہار رنج و ملال کیا ہے اس نوٹ میں آپ کے مریدین کی کثرت تعداد کا ذکر کرتے ہوئے مریدین کے جذباتِ محبت کے متعلق حسب ذیل خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔

”حضرتِ م Gould مرید بلکہ جس قدر حسن عقیدت جوشِ محبت اور عظمت حاجی بھائی مزین کے دلوں میں حاجی صاحب کی بحقی کم مزین کے دلوں میں حاجانت اس زمانے میں ہو گئی تھی، اکنام بالغہ نہ ہو گا کہ عظمتِ محبت کا درجہ اعتماد ال سے بڑھا ہوا تھا۔ مندرجہ بالا تحریر سے ظاہر ہے کہ دیگر بزرگوں کے دلوں میں بھی حضور انور کے مریدین عقیدتِ گزین کے جذباتِ محبت کا احساس ہے اور اس میں شکر نہیں کہ آپ کے دیکھنے والوں کی نگاہ میں حضور انور کی بے مثل چھائی ہوئی ہے۔“

اب کون رہا ہے جس کو دیکھو  
اک تم تھے سر آ گئے نظر میں

اب بھی بیکہ حضور انور نے ہماری ظاہری آنکھوں سے پردہ فرایا ہے  
دہی جوشِ محبت اور حسن عقیدت موجود ہے اور بعض بزرگوں کی حالت تو ایسی  
ہے جس کو عام عقول و طالع بحوزۃ اللہ محبت سے آشنا ہیں دیواریں کی حرکات  
بھیں گے۔

چنانچہ سید معروف شاہ صاحب جاں نشار دخادرم قدیم بارگاہ وارثی  
کی یہ حالت ہے کہ وہ جس ادب و احترام سے حضور کی حیات میں مردم تکمیل د  
اداب اور خدمات بجا لاتے تھے اسی انداز سے اور اسی حالت سے اب بھی  
بجا لاتے ہیں۔ ان کے اس طرتی ادب سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو اس قدر تصدیق  
یقین حاصل ہے کہ وہ عموماً حضور کو حاضر و ناظر سمجھتے ہیں اور یہ مرید کی ایک خاص  
شان ہے جیسا کہ حضرت شاہ تراپ علی صاحب تکلیدریہ رحمت اللہ علیہ فراستے  
ہیں۔“

حاضر و ناظر مرید اس طرح جانے پر کو  
جس طرح احوال بندہ سے خدا آگاہ ہو۔

آن کو اپنے عشق و محبت میں اس قدر انہاک ہے کہ نہ کسی کی الگستہ نہیں  
کی پرواہ نہ خندہ زنی کا خیال وہ فطرتی طور پر اپنے خیال و عقیدہ میں ایسے  
متفرقہ ہیں کہ جس کا حاضرین پر بھی خاص اثر پڑتا ہے اور ان کی نکاح ہوں میں عجب  
پیارا سماں آجاتا ہے جب وہ اپنے تلبی سوں و گلزار سے عرض کرتے ہیں کہ یہی  
اک شہنشاہ یہرے آفایہ حضور کے یہی فلاں شخص کی جانب سے فلاں نیز  
پیش کی جاتی ہے۔

اسی طرح اپنے اپنے خیال کے موافق حضور کے ہر ایک دست گرفتہ کی  
کیفیت ہے سب کسی نہ کسی خیال میں نہ کہ ہیں اور اپنی دین و دنیا کی بہبودی  
حضور انوری کی ذات سے وابستہ کرتے ہیں یہ حالت حضور انور کی محبت میں  
صرف انہیں اصحاب کی رسمی ہن کو مشتری مذاق کے لحاظ میں ہے پیر پست  
کہا جاتا ہے بلکہ جو تعلیم یافتہ حضرات مغربی تقدیم میں ممتاز ہیں ان پر بھی حضور انور  
کی محبت کا اسی ہی گہرا کامب چڑھا ہوا ہے۔

مثال کیلئے (آزادیل جیش) مولوی شرف الدین صاحب بالفراہ  
کا اسم گرامی پیش کیا جاتا ہے جن کے جذبات محبت حیرت انگیز ہیں اور عرف  
حیرت انگیز ہی نہیں بلکہ سبق آموز محبت ہیں۔ بارگاہ خداوندی سے ان کو  
حضور انور کی محبت کا خاص حصہ عطا ہوا ہے جتنی کرنو حضور انور نے آن سے  
ارشاد فرمایا "لهمت لحمی و دمك دھی" ان کی محبت کے واقعات لمبیں  
ہیں اس لیے ہم ان واقعات کو نظر انداز کرنے ہوئے ہیں میں جناب مددح  
الشان کا حضور انور سے شرف اخصال و محبت نظاہر ہوتا ہے شیخ مشیر حسین  
قدوالی بیس شری لا میتم الگلتان اپنا عقیدہ حضرت وارث پاٹ کی نسبت تحریر  
فرماتے ہیں جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

لٹا کپن ہی کے زماں سے خاص ذوق شوق سے میں مرید ہوا گوئیں۔

دو نوں بھائی صاحب حضرت مولیا شاہ فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے  
بیعت ہوئے تھے مگر میں نے حضرت حاجی صاحب میں کچھ ایسی کشش پائی کہ دل  
گردیدہ ہو گیا۔ لذا کپن کا زمانہ عقیدت کیشی کا تھا۔ اب میں نہادی یورپ کی بہت  
فاک چھانی ہے قریب قریب مشہور شہر اور دارالسلطنت علاوہ روں کے دیکھ  
ڈالے ہیں موجودہ اختراقات مادی کو دیکھا ہے، موجودہ ترقی پر غور کیا۔ سائنس  
کی کتابوں کے مطابعہ کا بھیجھے جخط ہے اور موجودہ زمانہ کے اعلیٰ ترین مادہ پرست  
میکل کاسکے میرے قلب پر میجا ہوا ہے ان کی شاندار کتاب کویں نے پڑھا ہے  
الغرض اس قدر تجربہ اور علم کے باوجود جواب بھکتو حاصل ہوا ہے اور جواب حضرت  
حاجی صاحب قبلہ کا وصال ہو گیا ہے مگر میری روح کو اس ذاتِ اقدس سے  
دہی تعلق ہے جو لڑکپن میں شروع ہوا تھا۔۔۔

میں اس حیرت میں ہوں کہ خدیادہ کوئی نہی بات اس ذات والاصفات  
میں تھی جو کافرا و مومن زادہ و نمذہ عالم اور جاہل، ایشیائی اور یورپی، نئی روشنی والی  
اور پرانی روشنی والے سب کو پیچھے لیتی تھی گنڈہ تھوڑہ ہیں لکھتے تھے وضع قسط ان  
کی عالمانہ تھی، کسی کے لیے دعا یاد و ادہ نہ کرنے غصہ اور منطق سائنس اور چونتر  
کسی سے ان کو بشرط تھا، درستک اپنے پاس کسی کو بیٹھنے بھی نہ دیتے تھے۔  
یہ سب کچھ تھا مگر پھر تھی لاکھوں شخص ہر رتبہ اور درجہ کے زاد و مردم جاں شمارانہ  
عقیدت رکھتے تھے اور وہ کوئی نہیں جانتا۔ میں نے کوئی خرق عادت یا کرامت  
حضرت سے نہیں دیکھی پھر تھی مجھے اس وقت اس کا پُراؤ یقین ہے کہ اگر وہ پاہتے  
تو انتظام عالم کو ایک اشارہ سے بدلتے تھے۔

حضور انور کی ذات معدن الصفات سے جو تصدیق کامل حاصل ہوتی  
تھی اس کا نوثر غلامان وارثی کے ازدواج عشق و محبت اور ان کے بے شل  
عہائد و جذبات سے صاف ظاہر ہے۔

حضرت پونڈکی محبت میں ہر خیال اور مذاق کے ازا کو ایک خاص انہاںک  
ہے جس سے اس مسئلہ پر کافی روشنی پڑتی ہے کہ خدا کی مقدس روشنی اور تاثیرات

کامل کے رو برو تسامی علوم و فنون اور ملکہ دسانہس کی قویں باطل ہیں۔  
 حضور انور کی ذات ایک عجیب کر شکرہ قدرت بخشی کے بحیں سے ہے ہر شخص تباہ  
 ہے اور دوستگانِ دامنِ دولت کی تمام امیدیں حضور انور کی کی ذات سے  
 دا بستہ ہیں۔ اور اپنی دین و دنیا کی بہتری حضور انور کی ایک غلط انداز نظر پر قرآن  
 کرنے کو جاں نثار اٹھ تیار رہتے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ محبت و خلوص کے  
 ساتھ تصدیقی و تیقین کی دولت بھی حضور کی سرکار سے کامل طور پر عطا ہوتی تھی۔  
 جناب شیخ امیاں وارثی ناقلوں میں کہ حکیم یعقوب یگ صاحب وارثی خیر آبادی  
 کا واقعہ ہے کہ سپار کے سفر میں حضور شیخ پورہ جاتے تھے جیکم یعقوب بگ صاحب  
 وارثی خیر آبادی بھی ہمراہ تھے کہ ناگاہ ان کا وہ سالہ لڑکا پس اپنے پرستے گر پڑا یکن  
 حکیم صاحب کو جو حضور کی محبت ازل سے ساتھ لائے ہیں کچھ پرواہ بھی نہ ہوئی  
 اور نہ لگھا رئے نہایت استقلال کے ساتھ درستے تھوڑی دریں لوگ اس  
 رط کے کو اٹھا لائے تو یہ دیکھ کر نہایت حیرت ہوئی کہ اس کے سینیں پوٹ نہیں اُنیں  
 تھیں حضور انور نے مسکرا کر فرمایا :

”یعقوب اگر تم گھبرا جاتے تو لڑکا زندہ نہ بچتا جو خدا پر بھروسہ کرتا ہے  
 خدا اس کی ضرور مد کرتا ہے“

حق یہ ہے کہ حضور پر انور کے رو برو کسی بات کا خیال رہنا محال تھا ہی  
 وجہ ہے کہ دوستگانِ دامنِ دولت کے جذباتِ محبت تجسس و حیثیت  
 سے دیکھنے جاتے ہیں۔

آنریسل جس مولوی شرف الدین صاحب وارثی بالغاہ کی جاں شدای  
 کا ایک واقعہ مولوی سید عینی حیدر صاحب تبلد وارثی (رہیں گیا) بیان  
 فرماتے ہیں کہ حضور انور درجنگہ میں روئی افروز تھے اور آنریسل مولوی سید  
 شرف الدین صاحب وارثی بالغاہ حضور انور کے سراہ تھے جس نے حضور پر فرد  
 جس کرہ میں قیام پذیر تھے اس میں ہر یکجا لگا ہوا تھا اس کی رُسی کز درستی اتفاق  
 سے ڈٹ گئی اور قریب تھا کہ پکھا نیچے گر پے کے معاملوی سید شرف الدین

صاحب نے گرتے ہوئے شکنے کے ساتھ اپنا سفر کر دیا اور اپنی گروہ پر  
یا چوتھے کا آنا لازمی تھا مگر بیان نشانی و سرفوشی کی امتحان کام کرنے کے  
خواص خصوصاً ازدھنے اپنے تجسم ہونے والے مولوی صاحب کے طبق خطاب کر کے فرمایا  
کہ :

『 بالسڑا چوٹ تو نہیں آئی ۔ ۔ ۔ 』

انہوں نے دست بستہ عرض کیا کہ جان حاضر ہے ۔

اس وقت دریا نے شفقت و محبت موجز ان تھا جھنور پر فرلنے  
فرمایا : 『 لَا تَقْتُلْ بُو الصَّنْوَةَ وَأَنْتُ مُسَكَّادٌ  
کے سنتے قوبیا ڈ ۔ ۔ ۔ 』

انہوں نے عرض کیا کہ لا تقتل بوسنونی کا صیغہ ہے جس سے مراد ہے کہ نشہ  
کی حالت میں نماز کے قریب رجما ڈ ۔ ۔ ۔

جنور نے فرمایا "ہاں ہاں نشہ کی چیز، نشہ کس چیز کا عشقی کا کہ مشراب  
کا ڈ ۔ ۔ ۔ 』

اس کے بعد بائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا : " بالسڑا کو سجدہ  
کر د تو شرک ہے ۔ ۔ ۔ اس ارشاد پر ایک عالم سکوت طاری تھا کہ معاً جھنور نے  
ایک ادا نے خاص سے ان کی جانب نظر فراہی اور کچھ تیور بدلتے ارشاد  
فرمایا کہ " اس کو سجدہ کر د تو عین اسلام ہے ۔ ۔ ۔ 』

مولوی صاحب موصوف کا بیان ہے کہ اس ارشاد پر میری بھگاہوں کے  
ساتھ ایک بھلی کونڈگی اور اس بھلی سے بخوبی کمر میں سرسبحمد ہو گیا جو کچھ دیکھا وہ  
گفت و شنید کے دائرہ حدود سے باہر ہے ۔

جنور پر فر کے مریدین عقیدت گزیں کے واقعات و حالات بھی عجیب  
غیریں کہ دین و دینا میں جو ہیزان کی بھگاہوں میں وجہت رکھتی ہے وہ  
آپ ہی کی دفتری صورت ہے اس کے سواب سچ تھا۔ ہزاروں اس  
محبوب اور عدیم المثال حسن دفتریب پر دیوانے تھے ۔

ادرشان بقیم داندا ز تکلم پر دل و بیان سے قربان ہوتے۔ دور وارثی  
یادگار زمانہ ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ حسن و عرض کا ایک دور تھا جو نہ اونہ  
عالم نے آپ کی ذات بارکات میں ظاہر فرمایا۔ عرض یہ ہے کہ حضور انور کی  
ذات بارکات سے جودی تعلق اور محبت عالم پر پر مریدین کے قلوب میں تھی  
وہ بے مثل تھی اور وہی حالت اب بھی موجود ہے کہ حضور انور کے مزار پر افراد  
پر ہر روز مشائقوں کا جگہ طر رہتا ہے اور عالم فوق و شوق میں الصلوٰۃ  
واللہ عالم علیک یا ابن رسول اللہ کے نفرے  
لگائے جاتے ہیں اور ہر شخص کی حالت زبان حال سے اس شعر کا مطلب  
عرض کرتی ہے۔

امیدِ خلعتِ شاہی نہ داریم  
بس درام ہیں داع غلامی

## اوّافِ محبت

حضرت ظاہر کی حیاتِ ظاہری کا دور  
جیسا نہ ستم باشان تھا اس کے اظہار

میں زبان قلم عاجز ہے آپ کی ایک غلط انداز نظر پر عالم قربان تھا۔ تلوب  
میں جذبات میں جان شماری کی امگیں ایسی نظر اتی تھیں جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ  
حضور کو دیکھئے والوں کو دولتِ تصدیق و لیقین کا مل طور پر حاصل ہے۔ حضور  
کا کثرہ حسن تھا یا اعماز کر جو تھا وہ اس رُخ انور کا دیوان تھا۔ لوگوں کے والوں  
پر آپ کی حکومت تھی۔ آپ کی باطنی تاثیرات سے ہر شخص متاثر تھا جو جذبات  
محبت حضور انور کے دیکھئے والوں سے ظاہر ہوئے وہ عارضی اور وقتی نہ تھے  
کہ ان کا اثر جلد زانٹ ہو جائے بلکہ ہمایت مشکم اور پاسدار جن کے آثار دنیا کے  
حوادث سے مت دیکھیں جنکو فنا لعنت ہوا میں برباد نہ کر سکیں۔ اکثر واقعات  
ایسے ہیں کہ صیغہ اللئن پچھے حضور انور سے بیعت ہوئے اور جو ان ہو کر وہ خود بخود  
حضور پر نور کی محبت کا دم بھرنے لگے جیسا کہ سید مجی الدین صاحب دارالاہمی

اُو اسٹنٹ ڈاکٹر سید جیہد آباد کی، کاؤنٹری و افواہ بیویت کے خص  
میں درج کیا گیا ہے اور یہاں ایسے و افواہات ہیں جن سے لوگ بخوبی ہیں پہنچنے  
راقم الحدودت سے ڈاکٹر سید جیہد صاحب دارالشیعہ امام حسن عسکری  
سید علی جیہد صاحب قبلہ دارالشیعہ ایک دلیل دیکھ لیا گیا اسے نہایت تحفہ و حیرت  
کے ساتھ دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ حضور انورؑ پر جو میت کے پوچھ کوہ ویرانہ  
اور وہ سن تباہ کو پہنچ کر حضورؑ کی مجبت کا دم بھرتے جو حضورؑ کی مجبت میں رشار  
نظر آتے ہیں۔ اس کا جواب اس وقت میں ہے جو پچھلے ہی دیا ہو گمراہ اس کے سوا  
اور کہا کہا جا سکتا ہے کہ حضور انورؑ کا کمال روحاںیت تھا اور یہ بات حقیقی ہے  
کہ آپؑ کی ذات سبق اصناف سرچشمہ مشت و مجتبت تھی جس سے مشق و مبت  
کا حصہ ہر شخص کو ملتا تھا اور افضل و جوان و پیر ہو جنورؑ میں حاضر ہوتے وہ غالی  
والپس رہ جاتے تھے ہ

### عشق در اول و آخر سے ذوق است و سماع

ایں شرایے سست کہ ہم پختہ وہم خام خوش است

ظاہر ہے کہ مجبت کی خامی پر بخلی دلوں بامزہ ہیں اس جس کو خاصتاً اللہ مجبت  
کا حصہ مل جائے وہ کیونکہ سٹ سکتا ہے جو حضور انورؑ کے جذباتِ مجبت صرف  
دیکھنے والوں ہی تک محدود نہ رہے بلکہ ان کی اولاد تک میں حضور پرنگ کی مجبت  
کی روشنی نظر آتی ہے۔ جناب نجح نواب عبدالشکور خان صاحب دارالشیعہ حمزہ پور  
صلح بلند شہر ہو جو حضور انورؑ کی مجبت میں ایک قابل امتیاز درج رکھتے تھے ان کے  
پڑے صاحبزادے نواب عبدالجلیل خاں صاحب دارالشیعہ اور قائم الحدودت نے  
خود دیکھا ہے جن کا بھی لٹکپن ہے اور عشفوان شباب ہے وہ مدد اپنے پھوٹے  
بھائی کے نہایت عقیدت و مجبت سے آستائے عالی سر سجدہ حاضر ہوتے اور  
تمام وہ مراسم جوانؑ کے والد بزرگوار بجا لاتے تھے ادا کرتے ہیں۔

یہی نے اکثر بزرگوں سے نہایت ہے کہ وہ بالکل اپنے مقدس اور بزرگ  
باپ کے قدم بقدم ہیں اور عشرہ مجرم وغیرہ میں دیوہ شریعت میں حاضر ہو کر نہایت

ادب و تعظیم سے خیرات وغیرہ کی رسیں اسی طرح ادا کرتے ہیں جس طرح ان کے والدہ اجادا کرتے تھے۔

یہی وہ آثار مجتبی میں حضور انور کے دربار سے عطا ہوتے تھے اور جو شیخ واسطے نہیں ہیں، آخر وہ کوشی قوت ہے جو با وجوہ عدیش و فتحم ریاست و امارت تمامی ساز و سامان کے ہونے کے ان کو دیوہ کی گلیوں میں پھراتی ہے اور مسہری کی جگہ فرش زمین پر لٹاتی ہے اور وہ سامان امارت کو حضور کراس تخلیف کو گواہ کرتے ہیں۔ ان کی علیکم لحاظ سے کہا جاسکتا ہے کہ شاید ان کو حضور انور کو دیکھنے کا ہوش بھی نہ ہو گروہ دولت مجتبی جو اس دربار سے ہر کہ در فہر کو عطا ہوتی تھی یہ اسی کا اثر ہے جو ان سے ظاہر ہوتا ہے۔

حضور انور کے دیکھنے والوں کے قابوں میں مجتبی میں انہاںکا، انہاںکی میں استھن و استھنکام ایسی چیزیں ہیں جو خاص طور پر قابل ذکر ہیں اور ان کا اظہار جس طرح حضور پر انور کی حیات ظاہری میں ہوتا تھا ویسا ہی اب ہوتا ہے۔

حضور انور کے مبارک تذکرے میں یہ بات تواریخ ہو چکی ہے کہ عنایاکی امداد سے چیزوں کی لقیم سے آپ بہت خوش ہوتے چنانچہ بعض بزرگوں نے ان معاحد کے لیے جائیدادیں وقف کی ہیں چنانچہ مٹھا کرنگم سمجھے صاحب وارثی رسیں ملا دیں۔ ضلع میں پوری نے دو ہزار روپیہ سالانہ کی آمدی کی ایک حاصلہ اداستہ اندس کے لیے وقف کی ہے۔ بگراں کے متعلق یہ بات راقم المحدث کے علم میں نہیں آئی کہ اس کے مصارف کی کیا تفصیل ہے۔

اسی طرح مولوی سید عینی حیدر صاحب قبلہ وارثی دسائی و کیل سرکار دیں گیا، اور ان کی الہمیہ محترم سیدہ بی بی محو و انسا صاحبہ و ارشیر بنت مولوی سیدہ منظر امام صاحب مرحوم مغفور (کیجانب سے پانچ سو سیکھیں اراضی و اربع نڑائی پور بگنجوی ضلع گیا) میں وقف ہوئی ہے جس کی سالانہ آمدی بعد ادا مالکزادی ملکیت ہے۔

اس وقف میں دو باتیں خاص طور پر قابل لحاظ ہیں ایک تو یہ حضور انور

کے وصال کے بعد سے آستاذ عالیٰ پرموہنی صاحب موصوف سالانہ صرف کیا کرتے تھے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے :  
تعلیٰ ماہ شہ بر آستاذ اقدس حضور دارث پاک۔ غلاف شرایط مزار اقدس  
ماہ صفر و مکانہ محظی :

بحساب عمرہ ہمار لوازمات خوشبو و شیرینی وغیرہ  
عنه سالانہ محظی

نذر بغرض شرکت دعوت فہمانان بارگاہ دارث  
معرفت حافظل پیارے صاحب  
مار

پڑائے خدمت گزاران خاندان حضور دارث پاک  
یعنی خوشبو ساز، حمام، مالی، دھرمی، امہر وغیرہ  
عنه

میرزاں گل نامعنت

ان دو سو چون روپے کے علاوہ ستادن روپے سید محمد ابراہیم شاہ صاحب  
سابقہ مہتمم آستانہ دارثی کے متعلق صرف کرتے تھے اس طرح سالانہ ر  
خرچ کرتے تھے۔ مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ نے اپنی حیات میں  
اپنے صاحبزادوں کے حقوق شرعی اور فرمادیئے ہیں۔ اور مکان وغیرہ میں  
تفصیل کردیئے و کالت بھی ترک کر دی اور اب دہ دنیاوی امور سے قطع تعلق  
کر دیکھیں گے مرض نراثن پور گنجوی کسی کو نہیں دیا اور وہ انہیں کے پاس رہا۔ اس  
کی سالانہ آمدی بعد اداۓ مانگناہاری نامعنت ہے اور سالانہ وہ صرف  
کرتے تھے۔ سید ابراہیم شاہ صاحب کے انتقال کے بعد جو ستادن روپے  
ان کی ذات کے لیے صرف نہ ماتے تھے وہ بند ہو گئے۔ اور بجاۓ سالانہ  
کے نامعنت خاص نذر حضور دارث پاک میں جو صرف ہوتے تھے وہی  
بخاری رہے۔ اب جو دیکھا گیا تو مرض نراثن پور گنجوی کی خاص آمدی بھی نہیں۔

ماجھے ہے اللعسے زندرا دریم رحق متوالی فوار ویا گیا یہ باکل قدرتی اتفاق  
ہوا کہ مستقل مصارف کے مطابق ہی موضع کی آمدی تھی۔ اس وقت کے متولی  
ڈاکٹر سیدر یاض حیدر صاحب داری ہیں دوسری بات یہ ہے کہ وقت نہ  
مکنے کے ایک سال بعد ہی اسی زمین کے بارہ میں مولوی غنی حیدر صاحب سے  
اور مہاراجہ دیوپ جو ضلع گیا کے مشہور ریشیں ہیں) کچھ تنازع عہد ہو گیا۔ اس وقت کا نام  
بندوبست دغیرہ دیکھنے کی ضرورت ہوئی تو قشہ و خسرہ تھاک بندوبستی سرکاری  
موضع مذکورہ کا اصلی نام ”دیوہ بیکھ“ تھا اور عرف زانی پور جوہری۔ اس وقت  
کا واقعہ اس لیے اور بھی قابل ذکر ہے کہ یہ دونوں باتیں مغض لا علمی میں ڈھونڈی  
ہوئیں جنکو حضور پر نور کے تصرفات باطنی کا ایک شکہ کہا جاسکتا ہے۔

حضور انور کے مریدین عقیدت گزین سچد باتِ محبت یہ یہ بات قابل غور  
ہے کہ ان کے خیالات میں کقدر استقلال و اتحاد ہے کہ وہ حضور انور کی خوشی  
پر جان و مال سے نثار ہیں حضور پر نور اپنے خاندان کے متولین جیسے نامی، دعویٰ  
بصحتی مالی وغیرہ ان کی امداد سے اور غرباً کی اعانت سے بہت شاد ہوتے تھے  
چنانچہ بعد دصال بھی اس خوشنودی کے حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، وقت  
وغیرہ کے ذریعے سے ان اخراجات کے لیے اتحاد کی صورت پیدا کی جاتی ہے  
کہ حضور انور کے خان و اُن عالی شان کے متولین کو شولاً بعد شلاً اسی طرح عطا ہے  
حقیقتہ اُن لوگوں کو جو اپنے مال کو نیک کاموں میں صرف کرتے ہیں، اسلام  
میں بڑی بڑی بشارتیں ہیں۔

کیونکہ دولت دنیا ایسی چیز ہے جس کی ہوس نہیں جاتی مگر خداوند تیر  
جنکو توفیق عطا فرماؤے ان کے نزدیک یہ مغض لاشے ہے، چنانچہ اسی ضمن میں  
سیدہ بی بی عائشہ خبصہ صاحبہ و ارشیہ ریشہ گیا کا وقت حسن صیت سے قابل ذکر  
ہے کہ انہوں نے مصارف ذیل کے لیے معالہ ہے سالاہ کی آمدی کا  
وقت فرمایا۔

۱۔ روشنی اندر و نقبہ مطہرہ دروضہ مقدسہ و ارشیہ محسے سالانہ

- ۱۔ مشاہرہ مدرس امام سندی یافتہ جوہر مسجد وارثیہ اتحاد  
آستانہ دارالنیکوکردہ بیلی عائشہ صاحبہ وارثیہ کی تعداد ہے
- ۲۔ مشاہرہ حافظ قرآن مجید مدرسہ مذکور  
اعمہ
- ۳۔ نذر حافظ مدت رہ بوقت ختم تراویح رضوان شریف  
اعمہ
- ۴۔ ذیلف پیر سار طلباء علوم دینیہ بساب  
الاعداد
- ۵۔ کس سے ماہانہ
- ۶۔ اخراجات روشنی مسجد متعلق آستانہ دارالشیعہ
- ۷۔ اخراجات متفرق مسجد مذکور
- ۸۔ اخراجات بہر ساندہ آب در مسجد
- ۹۔ تجوہ خاکروہ متعلق مسجد و مدرسہ
- ۱۰۔ اخراجات متفرق مراسلات و عنیہ متعلق  
وقفہ
- ۱۱۔ حق المحت متوالی وقت

### میزان کل معالہ عہد

- اس وقت کے علاوہ سیدہ بیلی عائشہ صاحبہ وارثیہ نے صت  
سالانہ خاص آمدی کا ایک اور وقت فرمایا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔  
امروشنی مدرسہ وارثیہ نی ماہ سے  
۱۔ اخراجات متفرق روشنی مدرسہ  
ملع  
۲۔ تجوہ ملازم حافظ و صفائی کتدہ مدرسہ  
حمدہ مسیورہ  
۳۔ اضافہ روشنی روزانہ اندر دن تجہہ شریف  
ملع  
۴۔ مرمت عمارت مدرسہ و تجہہ شریف  
ملع  
۵۔ تعمیم سرمائی غرباؤں کیں کو برآستانہ پاک  
ملع  
۶۔ حضرت پیر و دشکیر

۸۔ اخراجات روشنی و بیل عشرہ بنام پاک حضرت  
سید الشهداء امام حسین علیہ السلام برآتا شد وارثی  
علمہ  
۹۔ حق الحضرت متولی

مارٹ سالانہ

ان دو اوقاف کے علاوہ ایک عمارت پختہ رفیع الشان بھروس کی شیہ  
در اقدس پر سیدہ مدد و حمد کی جانب سے تعمیر ہو کر بصرف درس گاہ و قوف ہے  
اور تعلیم گاہ نذکور بر اقب مدرسہ و ارشیہ مشور و معروف ہے و قطعہ تاریخ تعمیر  
بہ تعمیر فکر تناقضی بخشش علی صاحب دارثی حسب ذیل ہے۔ قطعہ  
ساخت بی بی نائٹر ایں مدرسہ،

برادر سلطان دیں عالم پناہ  
بہتر تاریخش چونجش منکر کرد  
گفت ہافت "مذہبی تسلیم گاہ

۱۳۲۳

جن مصارف کے لیے یہ اوقاف ہوئے ہیں ان کے تماں تقابل غور ہیں۔  
متعدد مقامات کے لیے اوقاف کا ہونا کوئی تعجب نیز بات نہیں ہے، وابستگان  
دامانِ دولت ایسا کر کے سعادت دارین حاصل کرتے ہیں مگر ان اوقاف میں  
ہ راقم المحدودت کو جس بات نے مجبور کیا کہ ان کا کسی قدر تقضیلی تذکرہ اس کتاب میں  
کیا جائے وہ غرباً کی امداد ہے۔

آستانہ عالیٰ پرادرسہ کا اجراء اور اس کے لئے وقف نیز سرمائی وغیرہ  
کی تقيیم اسی طرح حضور انور کے خاندان کے متولیین نامی بھنگی و صوبی وغیرہ کی  
نسل بعد شلار پرورش یہ سب باقی ایسی ہیں جن کو خیر جاری کیا جائے۔

حضرت اور کاخوں بھی رحمان طبیعت یہی تھا کہ غرباً کی پرورش فرماتے ان  
کی امداد سے خوش ہوتے اور ایسے لوگوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے چنانچہ  
مولیٰ سید غنی حیدر صاحب قبلہ وارثی، سابق دکیل سرکار و رئیس گیہ ہاتھل میں

کر حضور انہستے مجھے ایک مرتبہ آنے والی مولوی سید شرف الدین صاحب دارثی  
با تابہ کی شبہ ارشاد فرمایا :  
”سماں شرف الدین ہست اپنے آدمی میں لوگوں کے وقت پر کام آتے  
ہیں :“

اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ حضور پر نور کی لکھاہ حقیقت آگاہ میں وقت  
پر کام آئے والوں کی حاجت مندوں کی حاجت پوری کرنے والوں کی بڑی تدریج  
نہیں اور اکثر وہ مشیر و افکار سے ظاہر ہے کہ حضور انور تمامی امور پر اسی کو ترجیح  
دیتے تھے کہ مصیبت زدود اور حاجتمندوں کی آڑے وقت میں بدوك جائے.  
یہ حضور کے ہر اخواہوں کا ذوق شوق سے کہ انہوں نے آپ کی رضاخت  
حاصل کرنے کے لیے دائمی اوقاف کیے اور یہ اسی تعلق و مہبت کا اثر ہے جو  
ان کو حضور انور کی ذات فیض آیات سے حاصل ہے کہ وہ حاضر و غائب  
حضور پر نور پر مشے ہوئے ہیں۔ ان کا رشتمہ الغت اس قدر مشبیر طبے کہ کوئی  
ہی نہیں سکتا، ان کے جذباتِ محبت ہر زمانہ میں اپنی یاد تازہ کرائیں گے اور یہ  
اوتفاق جن کرو اتفاقِ محبت کہتا چاہئے صفو اہستی سے کبھی ان کے نام نہ  
ٹھنڈے دیں گے۔

مبارک ہیں وہ مخدوسِ نعموس جو خشدِ اکی راہ میں ہون کرنے سے دریغ نہیں  
کرتے اور مداعع دنیا کو عزیز نہیں رکھتے اور جس طرح حضور انور کے مشتی میں انکا  
مال و دولت وقت ہے اسی طرح ان کے قلوب بھی وقتِ محبت ہیں ہے :

علامِ محبت دروے سُرٹ ان یک رُغم  
ذاؤں گردہ کہ ازرقی لباسِ دولت سیہ انہیں

تَعْلِيمُ وَارْشَادٍ

حضرت انور کی ذات باہر کات  
از سرتاپا حسن و مشتی کے کر شے نظر  
آئتھے جس کا ہاتھ پکڑ لیتے تھے اس کا قلب نہ اور وہ مشتی سے خبردار ہو جاتا

تھا زمبابو کو تعلیم کی جستجو ہوتی تھی وہ حضور کے دربار کی خصوصیات میں تعلیم اذکار و اشعار کوئی ممتاز درجہ رکھتی تھی حضور پر نور کا ہاتھ پڑا لینا ہی سب کو تھا اور اسی کو دین و دنیا کے خزانوں کا دست بیٹھا جاتا تھا جست موبائل ہے:

لوں کو فکرِ دو عالم سے کر دیا آزاد  
ترے جنون کا خالد دراز کرے  
مریدین کا بخش محبت اور حسنِ عقیدت ان کو ہر شے سے بے پرواہ  
رکھتا تھا اور پچ تو یہ ہے:  
لاکھ دینے کا اک یہ دنیا ہے دل بے مدنا دیا تو نے  
انکی زبان پر صرف حضور انور کا اسم مبارک رہتا تھا اور اسی کے مشتی کرتے  
تھے جیسا کہ جناب شیدا میاں وارثی فرماتے ہیں ہے  
ہمچوں عاشقِ سوریہ ام مشتی نام وارث خودے کنم  
منظہ حق وارث مُحکم کیست وارث اکھمہ بہنام خدا  
شح بزم عین وحدت محو دید مردمیدان ولا فرد فرید  
وستگیر خاق و خیر الوار یعنیں مشتی آیات رب العالمین  
من وگر هستم دگر لیلاست من قیس راد حشت و بد محراجے من  
بپرکشیں مشی کرو اونام یار مشتی من حاشا پے تکین نیت  
ایں علاج خاطر غلیمین نیست در اوپر نہ نہ کسی از نام دوت  
شخلہ سوندھ روں تابر فروخت  
بامہستی شودتا چاک چاک زین تفت خامسہ را برداشت  
الله مشتی نامشیں نے کنم  
حضور کے دیکھنے والے اجنبیات عشق سے خاص طور پر ممتاز ہیں اور یادوں  
کی ان کا ذلیفہ ہے۔ اکثر وہ بیشتر مریدین کا طریق عمل یہی ہے کہ وہ حضور پر نور کا

نام نامی رشتہ رہتے ہیں اور اسی سے فیض و برکت حاصل کرتے ہیں۔  
مقرب بارگاہِ وارثی مرحوم ابراہیم بیگ صاحب شیدا بخوبی تحریر  
فرماتے ہیں :

”میں نے پچھم خود دیکھا ہے کہ بعض خلامان وارثی نے خود یا حضور انور کے  
ایڈ بساک سے اسمیم یا دارث کا ذکر کیا تو بہت جلدان کی طبیعت گداز ہو گئی  
اور طلبہ میں پختگی آگئی اور تمہرے ہی دلنوں میں ان کو دنیا سے نفرت ہو گئی  
عشق و محبت میں ترقی ہو گئی جسی کہ اس ذکر نے ان کی خواہش کو پورا کر دیا۔ مولیٰ نما  
عبدالکریم صاحب وارثی متوفی شیخ پورہ ضلع موگیر جھکاجہو تقدس مشہور آنکا ہے  
بنجیال ریاضت اسم دارث کی باتا عده شخصی مزاولت کرتے تھے اور شغل بھی  
ان کا یعنی تھا کہ اسم دارث مظہراً تم یعنی حضور پُر نور کی بزرگی کا تصور کرتے تھے  
ہنارت قیل مدت میں مولیٰ نما موصوف کی حالت بدال گئی ایک نام صحوتی استغفار  
کی حالت طاری رہتی تھی۔ تمام تعلقات دنیوی منقطع ہو گئے اور عین حالت  
گوشہ نشینی میں ناز پڑتے ہوئے وضال فرمایا۔

حضرت انور کی ذات محمود الصفات سے محبت اور آپ کے نام نامی کا اور وہ  
اسی نام مشکلات کو حل کر دیتا ہے۔

ایک مرتبہ کاذکر سے کہ مولوی سیدیلی رشید صاحب وارثی رئیس بانکی  
پورے یہ مشق پیدا کی تھی کہ انگوٹھے کے ناخن سے کاغذ دبا کر جلی ہرونوں میں نہایت  
خوش خط عبارت لکھ دیتے تھے جو دسری جانب خوش نہائی کے ساتھ ابھرے  
ہوئے حروف نیاں ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ مولوی صاحب موصوف  
نے بہ ای صفت یہ صریع لکھ کر حضور انور کی محبت عالی میں پیش کیا۔ ہے:

”جیب خدا کا ہے دارث علی“

اور اتفاق موسیقت راجد دوست محمد خان صاحب تعلقہ دار مہمنا ضلع  
سلطان پور کا ایک عربی صنور میں پیش ہوا جس میں یہ استدعا تھی کہ ”وظیفہ  
کے دامنے مجھکو کچھ تعلیم فرمایا جائے“

حضور اوزرنے ہی کاغذ خادم کو دے کر ارشاد فرمایا کہ اخافر میں بند کر کے  
بھیج دا وارکھ دو کہ اسی کو پڑھ کریں۔ چنانچہ وہ مصرع راجح صاحب کے درو  
میں سے اور اس کے درد میں ان کو جو فیوض و برکات حاصل ہوں گے ان کا تو  
علم نہیں مگر راجح صاحب کے جوش میں استقلالِ محبت میں پختگی اور جیعتِ غاطر  
المیں ان قلب بھو تصدیق کی خاص دلیل ہے وہ ان میں بین طور پر نہیں ہے۔

مرزا محمد ابراہیم سیگ صاحب شیداوارثی ناقل ہیں کہ میں نے احمد شیرین  
میں ایک فوجان میں کو دیکھا کہ درودگردہ میں مبتلا ہے اور بیماروں کے بھروسے تھوڑے  
تھوڑے و قشے کے بعد یا وارت "کتا ہے دو سکر روز جب افاقت ہوا تو میں نے  
دریافت کیا کہ تم بار بار کس بزرگ کا نام لیتے تھے۔ اس نے کہا کہ : "صاحب نام  
کاشان تو معلوم نہیں مگر عرصہ ہوا کہ مجھ سے خواب میں ایک بزرگ نے کہا تھا کہ  
جب کوئی تخلیف ہو تو یا وارت کہا کرو" میں ایسا ہی کرتا ہوں اور ہمیشہ اسی نام  
سے میری تخلیف رفع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ کل بھی اس درو سے جو مہک تھوڑہ ہوتا  
تھا، اسی نام کی برکت سے مجھکو شخا ہوئی اور اب بالکل اپھا ہوں۔

حضور کے در دولت کا یہ واقعہ ہے کہ ایک ضعیفہ عمرتِ تھی روزانہِ قصبه  
گرسی سے یعنی چار کوئی کی سافت طے کر کے دیوانہ وارثت قدم بوسی کے لیے  
خدمتِ عالی میں حاضر ہوتی تھی اور چاہتی کہ کچھ درستک مشرفت حضوریِ حاصل ہو  
مگر خادم جب اس کو نکال دیتے تھے تو مجبوراً اپنی جاتی تھی۔ ایک روز جس کو وہ حاضر  
ہوئی اور خادم نے حسبِ عادت جب اس کو نکالا تو آستانہ عالی کے قریب  
مشرقی جانب جو کنوں ہے اس میں دہ یا وارت کہ کہ کر گر پڑی۔ خیال ہوا کہ پختہ  
کنوں ہے اور قطربھی چھوٹا ہے اور عینی بھی زیادہ ہے۔ شاید اب جانبہ نہ  
شہر گی۔

مرزا محمد ابراہیم صاحب شیداوارثی اور شاکر پنجم سنگھ صاحب رہیں ملائیں  
اور مولوی سید غنی حیدر صاحب وارثی رہیں گیا وہیں موجود تھے۔ جناب شیدا  
میان صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اور شاکر پنجم سنگھ صاحب نے

زیب جاکر دیکھا تو پانی بالکل ختم ہو گیا تھا اور وہ خدا شاہ کی محبت کھڑی تھی۔  
یاد ارش کی حزب لکھا رہی تھی۔ فوراً آستاذ اندرس کے قلم بھٹکی ایک کش نے  
اس کو نکالا۔ سر دیکھ کر اور بھی صیرت ہوئی کہ ہم لوگ اور خفیہ چوٹ ہیں اس  
کے کوئی ہنیں آئی تھی اور اسی وقت وہ حسب وستورا پہنچاں کو مل  
گئی۔

یہ عورت دیلوہ شریعت میں اب موجود نہیں اور مولوی سید فتحی حیدر  
صاحب قبل دارثی نے خود اس کی زبان سے یہ نقصہ راقم الحروف کو سنایا  
ہے اس عورت کا نام سمجھ لی ہے۔ حافظ پیارے صاحب کے یہاں رہتی  
ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں سر کے بلگری تھی مگر گرتے ہیں ایسا معلوم ہوا کہ  
کسی نے بٹھا دیا۔

عزمک حضور کی محبت اور آپ کے نام نامی کا دردی بی شکن ہے اور یہ  
ذکر حضور انور کے مریدین کو تعلیم اذکار و اشغال وغیرہ کا جو یا اور مجتبی دیکھا  
گیا نہ کوئی باقاعدہ تقلید کا انتظام تھا۔ حضور انور کی محبت ان کی دین و دنیا  
کا مقصد ہوتی تھی اور اس دولت کے تقسیم کرنے میں حضور انور کے وست مبارک  
رکتے ہیں تھے جو سامنے آیا وہ آپ کی محبت کا گمراہ اثر لیکر گیا۔ محبت حضور انور  
کا وست مبارک پکڑتے ہی مثل کسی چیز کے مل جاتی تھی۔ یہ عجیب تاثیہ تھی  
کہ حضور کا دیکھنے والا آپ شری کا دم بھرتا تھا اور آپ کے سواتام باتوں  
کو ایسچ سمجھتا تھا۔

خدا سے ترا چاہنا پاہستا ہوں

مری آرزو دیکھ کیں چاہتا ہوں

سید محمد ابراسیم شاہ صاحب سابقہ نئم آستاذ دارثی حضور انور کے  
آخر زمانہ میں دیلوہ شریعت حاضر ہوئے تھے اور اس حاضری سے پیشتر یا است  
رام پور میں عہدہ دار ریاست تھے۔ راقم الحروف سے خود بیان فرماتے تھے  
”میرا قصد تھا کہ میں حضور انور کو رام پور لے جاؤں مگر حضور پر انور کے وربار کا

نماہی طریقہ دریکیج کر کر میریدوں کو ذکر و شغل کی تعلیم سوتی ہے شکوفی نہیں  
قائدہ اور انتظام ہے۔

مجھے پر خیال پیدا ہو گیا کہ آپ کو تعلیم نہیں آتی اور نہ آپ کے سارے  
نحوش دغیرہ کی تعلیم ہے۔

چنانچہ جب میں خدمت عالی میں حاضر ہوا تو رام پور چلنے کے لیے  
میں نے عرض کیا۔ حضور انور نے ارشاد فرمایا:

”ہم کو تو کچھ آتاجاتا نہیں ہم کیا چلیں“

اس ارشاد پر مجھے گونہ نہیں ملت ہوئی گرچہ خیال آیا کہ اشراق برخواہ سر  
پیران طریقت ہوا کرتا ہے جو اس کا اس سے تعلیم کا آنا متحقق نہیں ہے بلکہ تبلو  
تو خاندان اُشبیندیہ میں بہت اچھی ہے۔ میں نے عرض کیا:

”حضور وہاں تشریف لے چکیں اچھا تھام ہے وہاں حضور کا جی گئے گا۔“

میں نے عرض کیا ”اگر جی نہ گئے تو میسے۔ یہ سزا نے موت بجوز فدائی  
جائے“

اس پر آپ تسلیم ہوئے اور ارشاد فرمایا: ”وہاں بڑے بڑے قابل ہیں  
اور بہت طریقوں کے لوگ ہیں اُشبیندیہ قادری، چشتیہ اور طریقے یاں تو بہت  
ہیں شماریہ، اویسیہ، شاذیہ، ملعتیہ دغیرہ اور ہر جگہ کی تعلیم ہیں جدا کافی ہے اُشبیندیہ  
والے کہتے ہیں کہ متحامات عشرہ میں پانچ عالم امر ہیں اور پانچ عالم خلق ہیں چنانچہ  
عالم امریں قلب روح سرخنی اخْنَنی ہیں اور رخص و سلطان الاذکار اور نحلت ہیں  
واڑہ نلال اور داڑہ اولیٰ ہے راس مقام پر جلاں ہیں اگر ارشاد فرمایا کہ یہاں  
پر آگر فقیر بگڑ جاتا ہے بہت احتیاط کی ضرورت ہے پیر مرید دنوں کو شہزاد  
رہنا چاہیے۔ مجدد صاحب بنی دعائی داڑہ اور بڑھاد یئے۔ شناسیہ شاشا، تو سیہ  
ارشاد فرمایا کہ حضور انور نے بستر پر آگشت مبارک بکھر فرمایا: ”یہ کیا ہے“  
میں نے عرض کیا ”بستر ہے“ فرمایا۔ یہ نشان کیا ہے۔ میں نے عرض

یہ انتظہ ہے: وہ انسان یہ تھا (۱۰) اس کے بعد کہہ لیکن ایسا ہی اور دیا رہا، اور فرمایا:

”دو نقشے ہو گئے۔ اب اس کے درمیان جو نہ تناصل ہے وہ کیا ہے؟“

میں نے عرض کیا۔ حضورؐ کی ارشاد فرمادیں۔ انتظہ کی تحریث مجھ سے پہنچی میں نے عرض کیا۔ انتہ تعالیٰ بہ کے مٹھی پر ایک آنکھ فرمایا:

”یہ تحریث نہیں ہے بلکہ انتظہ مالا جزا ہے۔ اونٹ کی تحریث کر کے بستر پر اُن فرمایا تو ایسا تھا۔

اور فرمایا: ”ایک دائرہ یہ ہے ادا۔ ایک یہ ہے بیٹی۔ سکل ہو گئی اور جب ایک شکل قائم ہو گئی تو سب تکھیں قائم ہو جائیں گی۔“

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

”وہ دلایا ہتھ ملیا اور کلاں بتوت درسالتِ حقیقت کعبہِ حقیقت قرآن حقیقت مصلوٰۃ و معبردیت صرفہ۔“ اور بھی چند مقامات کے ہام یعنی کے بعد ارشاد فرمایا:

”آخر میں حب صرف ہے اس کی طریق سے ملے سلوک ہے۔“ اور بعد سلطان اُن دو اور مقامات کی تحریث فرمائی۔ مثلاً قلب کی نسبت فرمایا:

”یہ ایک لطینہ ہے جو زیر قدم حضرت آدم علیہ السلام ہے: اُن کا زنگ اور تعلقات عناصر بہت تفصیل سے ارشاد فرمایا۔ اسی ملحوظ جملہ اطا اُن اور مقامات کے زنگ دیکھت بیان فرمائے جو آنے کیمیت نہ کسی کتاب میں دیکھئے نہ گئے۔ تعالیٰ مقامات کی تفصیل بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

”نقش وغیرہ بھی ٹھہکو سے میں:“

سید صاحب کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا "حضور بست در بست  
کا نقش بہت مشور ہے"۔

فرمایا:

"نقشوں بہت ہیں نقش کی تعریف یہ ہے کہ نقش بھر میں مکر رہندر  
ذائقے" اور اسی طرح نقشوں وغیرہ کا ذکر فرمائے کے بعد حضور نے علم  
رمل و خوم و جعفر وغیرہ کے ایسے مسائل بتائے جو میں نے کسی کتاب میں  
دیکھا ہے کسی عامل سے مئے ان تمامی تمام باتوں کے بعد ارشاد فرمایا:

"یہ سب و اہمیات خرافات ہے میں کہیاں تو مجتبت ہی مجتبت اور بست  
کی تعریف یہ ہے کہ حب الشفیعی و یُصَوِّجَ  
اسان خدا کا ہو جاتا ہے تو خدا اس کا ہو جاتا ہے"

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ حضور انور نے جو کچھ بھی ارشاد فرمایا وہ سید  
محمد بن ایم شاہ صاحب کے خطۂ کاجواب تھا ورنہ حضور کی تعلیم بھی جائے  
یا کاشی خور کچھ تھی مجتبت تھی جو بات تک پہنچتے ہی حضور انور عطا فرمادیتے اور یہی وجہ ہے  
کہ حضور انور کے علمگوشوں میں ابتداء سے مجتبت کے جذبات پیدا ہو جاتے  
تھے جیسا کہ حضور پر فور نے خود ارشاد فرمایا:

"میرے یہاں تو مجتبت ہی مجتبت ہی مجتبت ہے" اور یہی بارگاہ والی  
کی حصوصیت ہے یہی ابتداء ہے اور یہی انتہا ہے حضور پر فور کی دستگیری کے  
ہر شخص اس نعمت سے مستفید ہے کوئی خالی نہیں ہے۔

جن لوگوں نے بجالتِ ذوق و شوق حضور پر فور سے تعلیم کی خواہیں کی  
ان کو آپ نے تعلیم بھی فرمائی۔ مگر آپ کی ذات محدث العنايات کی طرح آپ کی  
تعلیم بھی نہایت ہمتسم باشان ہے جس کا عشر عشر یعنی بیان کرنا و شوار ہے کیونکہ  
حضور انور کا عہدہ جماں کسی ایک مجدد پر نہیں لگدا بلکہ علادہ سندھستان کے دیگر  
مماکک کی سیاحت فرماتے رہے۔ اور ہر کمک میں بکثرت مخلوق حضور انور  
کے حلقة اطاعت میں داخل ہوئی جن کا شمار کرنا بھی نہایت اہم اور شوار کام

بے حقیقتہ ان کے مذاق و استعداد کے موافق ان کی تعمیر ہوئی بے اس کا حصہ اماں مکن طرح نہیں ہے۔

زمانہ آخریں حضور افراد کے مانتر باشندام سے تحریک ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ حضور نے طایا بہان فتن کو ان کے مذمت و استعداد اور مذاق کے لحاظ سے تکمیل فرائی ہے اس وجہ سے مردین کی تعلیمات بُدا الہام ہوئی ہیں اور وہ جو اپنی کے مذاق طبیعت کے لحاظ سے۔

ایک بات یہ ہے کہ حضور کی تعلیمات کی خاصیت پر مدد و نفع یہ ہے بلکہ ہر قسم کی ہی مشکل ملکاواریا پر شریعت کو تو تعلیم فرمائی ہے، اسکی مناسبت سے کہ بعض کو فراخض کے ساتھ شعن و روزانوں کی بھی تاکید ہے کبھی کو اور اونٹھائے کی بڑیست ہے جس کی مثال کے لیے مولانا عبدالحق صاحب مسند آزادے جسگو، مولانا عبدالکریم صاحب متوفی شیخ پورہ، مولانا مفتی ابوذر صاحب رئیس سنجھ، مولانا شجر الدین صاحب رئیس بالکی پورہ، حافظ عبدالقصود صاحب کرناٹی، برلنیت حاجی غلام محمد صاحب بھارتی، مولانا ہدایت اللہ صاحب محمد شہ سوچی، مولوی عبد السلام صاحب شیخ آبادی، مولوی عبد العزیز صاحب باری، حاجی کریم نام صاحب رئیس نواب سرخ، نواب جنڈا الخخار علی صاحب الہ آبادی کا زہر و عبادت انہر من اشکس ہے اور اپنی اتفاق دیر سرگاری میں عرب المثل ہیں۔

شیخ منظہر علی صاحب تدوالی کو حکم ہے کہ ایک پارہ روزانہ قرآن شریف کا پڑھ لیا کرو، علیہ مذکون کے واسطے اسی زبد و عبادت کی تعلیم دشوار طراغت سے فرمائی جس میں مجابرہ کی شان پیدا ہو گئی۔ مشکل حافظ خدا بخش صاحب کو جو آخر میں احمد شاہ کے خطاب سے نتاز ہوئے ناز مکھوس تفسیر فرمائی۔

بابو کنیا لال صاحب (غلام دارث)، وکیل علی گڑھ حضور کے حکم سے صائم الدھر ہوئے۔

میاں عبدالصمد مولوی کو صلوٰۃ العشق پڑھنے کی ہدایت ہوئی۔  
شاہ ابوالحنی صاحب متوفی شاداد نے بارہ سال اس طرح روزے

رکھئے کہ پہلے قیریے دن اور آخریں سات روز کے بعد افطا کرتے تھے۔  
 حاجی عباس ملی شاہ صاحب کو پیدا ہوا حجج بیت اللہ نامک مردا۔  
جن کو ذکر و شغل کی تعلیم فرمائی وہ بھی مختلف الحال ہے کسی کے واسطے  
وقت کی پابندی ہے کسی کے لیے یہ حکم ہے کہ ایک سالش بھی خالی زبانے  
اکثر یعنی دیکھا گیا ہے کہ ایک اسم جناب باری جل بلاء کا ذکر اگرچہ اشخاص کو  
تعلیم فرمایا ہے تو چار طریقے۔

ملاؤں شاہ صاحب احمد حق کے ذکر میں ایسی قومی ضرب لگاتے تھے کہ  
جیسے کسی شے پر مستھوڑا پڑتا ہے اور مخصوص شاہ صاحب اسی اسم حق کا ذکر ہوئے  
تھے جس کی ضرب باہر کی سالن کے ساتھ سمت اعلیٰ جاتی تھی۔ حق اللہ شاہ صاحب  
کی ضرب متواتر اور بغیر سلطت ہوتی تھی۔ حییم شاہ صاحب احمد حق کا ذکر دو انی  
بطور میں انفاس کرتے تھے۔

نعمت ملی شاہ صاحب ذکر اسی کے خاص نامی تھے نعمت اللہ شاہ  
صاحب ذکر اثبات ہیں۔ رحیم شاہ صاحب کو پاس انفاس میں ہر دو ضرب  
کی ہدایت تھی۔

ایک مرتبہ حضور نے جناب احمد شاہ صاحب دارثی میتم درجگد است  
فرمایا:

”جس قادھے سے شائین ذکر سہ ضرب تعلیم کرتے ہیں اس کا فائدہ عالمی  
ہے۔ مالاً اگر اس قادھے سے کیا جائے تو تعزیۃ قلب کے واسطے بہت منید  
ہے۔“

یہ فرمائیں مرتبہ خود حضور انور نے ذکر فرمایا اور شاہ صاحب کو سمجھایا۔  
جناب مرزا محمد ابراهیم یگ صاحب شید او ارشی کہتے ہیں کہ میں نے خود  
دیکھا جس وقت حضور ذکر فرماتے تھے تو عاب کے یعنی کی تین پیسوں میں ہر  
ضرب کے ساتھ ایک پسلی اوپر آتی تھی۔

شاہ شاکر صاحب دارثی ناتھی ہی کہ حافظ احمد شاہ صاحب داشت اکبر

آبادی ایک مرتبہ بوقت شب خدمت عالی میں حاضر تھے جنور پر زاستہ  
کے لئے اتنے اور نارغ ہو کر بستر پر قشریع فرمائی تھے اور ذکر کی نشست سے بیٹھے  
کرتین مرتبہ ذکریل فرمایا۔ پہلی مرتبہ کے ذکر میں تمام کمرہ کے اندر روشی پیدا ہو گئی جو عرب  
سہانی روشنی تھی جس کی شال نہیں مل سکتی۔ دوسرا دفعہ کے ذکر میں ویکھا کر لیا  
اپ ہی آپ ہی اور تیسری مرتبہ بھی کی کیفیت رہی۔ اس کے بعد آٹھ نے اتنا  
فرماں۔ وہ کہا۔ ایسا سماں تھا جس کے انوار و برکات کا انظلوں میں ادا کرنا مشکل  
ہے۔

مرزا محمد ابراہیم گیگ صاحب شیدا وارثی ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ جنور کی  
طبعیت میاز ہو گئی اور اس تھارداری میں چار غلاموں نے متعددی کے ساتھ اپنا  
فرض منصبی ادا کیا۔ گووہ خدمت کچھ غیر معقول نہ تھی۔ مگر ہمارے عنقریضہ تھے بعد  
صحبت ان غلاموں سے فرمایا:

”دہ شخن جو مرمر ب اور ہر“ نہ کے فیکر کیلے لازمی ہے اور جوان ن  
کو رازِ تھنھی سے خبردار کرتا ہے اور جو بندہ کو خدا سے ملتا ہے دہ شخن سلطان  
الاذکار ہے۔ اس کے شاغل کو بہت وقتیں پیش آتی ہیں اور عرصہ تک جب ریاست  
کرتا ہے تو ہزاروں میں ایک شاغل ابتدائی حالت سے خبردار ہوتا ہے  
لیکن تم کو آسان طریقہ بتا دیں جس میں کوئی دشواری تم کو پیش نہ آئے یہ فرمایا  
کہ ان غلاموں کو شغل سلطان الاذکار تعلیم فرمایا۔ اور یہ خاص جنور پر زور کی قوت  
کاملہ کا اور توجہ باطنی کا اثر تھا کہ وہ لوگ جلد کامیاب ہو گئے اور دوسری یعنی روز  
میں اس شغل کی ابتدائی حالت مکشف ہونے لگی۔

شیدا میاں صاحب وارثی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ سے ایک میاز  
تہ بند پوش بزرگ نے ازروہ عنایت فرمایا کہ آذتم تم کو ذکر اس دی بتا دیں میں نے  
ازروہ دفعہ الوقتی عرض کیا کہ دو ہستے بعد بتا دتکے گا اور اسی دن میں نے ذکر  
اس دی کے فوائد دریافت کرنا شروع کر دیے۔ آخر میکھو یہ تھیں ہوں کہ حضرت  
شاہ سس الدین صاحب تکندر پانی پتی کے ذکر اس دی میں جیسا فوری اثر تھا وہ

دوسرے ذاکرین میں نہیں پایا جاتا۔ اس کا ذکر ہے میں نے حضور پر نور کی نعمت  
عالیٰ میں کیا تو حضور پر نور نے فرمایا :

”ذکر اسدی مغیب ضرور ہے لگر جس کا نام اسدی ہے وہ دشواری ہی ہے  
اس لیے کہ ذاکر کو لازم ہے کہ جب ذکر اسدی کرے تو جناب شیرخدا کی برزخ کا  
تصور کر لے اور تکیل اس کی یہ ہے کہ ذاکر ذکر اسد اللہ الغائب میں ایسا فنا ہر کو  
ذکر کے وقت ذاکر کے عرض بدن سے شیرالہی کی شان منوار ہو۔“  
سید مردوف شاہ صاحب وارثی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے  
شب کے ورنجھے ہوں گے میں خدمت عالیٰ میں حاضر تھا۔ حضور اپنے نئے ارشاد  
فرمایا : ”معروف شاہ دروازہ بندر کو دو یہی نے تعیل کی تو فرمایا :  
”ذکر اسدی دیکھو گے؟“  
میں نے عرض کیا اضطرور دیکھوں گا؟“  
پھر فرمایا : ”ڈر دے گے تو نہیں؟“

میں نے عرض کیا ”حضور ماہک ہیں“ حکم دیا کہ ایک گوشے میں بیٹھ جاؤ“ میں  
بیٹھ گیا اور حضور نور کی جانب بغور دیکھنے لگا۔ آپ دوزا تو بیٹھ گئے اور آپ کا  
چہرہ النور شرخ ہونے لگا۔ تھوڑی دیر میں میں نے دیکھا کہ دفتاً آپ کا متام  
جسم شیر کے جسم سے مبدل ہو گیا۔ انکھیں قرخ تھیں اور دم سر پر کھی ہوئی تھی اس  
وقت جو بچکو خوف تھا اور صیبی و مہشت طاری تھی وہ بیان سے باہر ہے۔ میں  
اس طرح کا نیپ رہا تھا جیسے کوئی لرزہ سے کاپتا ہے۔ بھوڑے و فقرے کے بعد  
آپ سٹنے لگے اور فترتہ اپنی شکل میں آگئے اس وقت وہ خوف کم ہوا اور  
میری جان میں جان آئی۔ میں حضور کے قدموں میں گرفٹا۔ آپ نے فرمایا :

”معروف شاہ ذکر اسدی اس کا نام ہے۔ ایک مرتبہ حضرت پیران پر حبیث  
ذکر اسدی فزار ہے تھے کہ اس حالت میں آپ کے صاجزاً دے آئتے۔ آپ  
نے آن کے ملائچہ مارا اس ذکر میں ذاکر کی حالت بالکل بدل جاتی ہے۔ اس وجہ  
سے ہم نے تم کو انگک بٹھا دیا تھا۔“

حضور کی نگاہِ حقیقت آگاہ ہر ایک بات کے کمال پر تھی اسی وجہ سے آپ کی تعلیمات بھی نہایت اسمُم ہیں۔ یہ خاص جامعیت کی شان حضور انور کی تعلیم میں ہے کہ زبانِ مبارک سے جوار شاد ہو گیا وہی ابتداء سے لے کر انتہائی مقامات اور مدارج کے لیے بس ہے اور اسی ارشادِ فیض بنیاد پر حضور کے دستِ گرفتوں کو اس تدریجِ ثائق اور تدقیق کا مکمل ہوتا تھا کہ دسی فرمائی وارثی معرفت و حقیقت کے خزانوں کی کنجی سمجھا جاتا تھا اور استقلال و محبت میں طالب کی جانب سے ایسا پختہ انہمار ہوتا تھا جو بے مثل کہا جاتا تھا کیا مجال ہے کہ خیالات میں انتشار اور دوزگی پیدا ہو جائے۔

آپ کسی خاص قاعدے اور انتظام کے پابند نہ تھے اور خدا کی فتوحات کی طرح حضور کی تعلیمات بھی مختلف اقسام کی تھیں جو حقیقتاً جو کچھ تھا آپ کا ارشاد تھا۔ مگر بنیاد پر تعلیمات کی اہمیت ہی کہی جاتی ہے۔ حضور انور کے روبرو رسے کے حالات آئینہ تھے ہر شخص کی لمبیت اور استعداد و تابیت کے لحاظ سے تعلیم فرماتے تھے۔

مرزا محمد براہیم گیگ صاحب شیدا وارثی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کامک کے میلہ میں فرشتی امیر جان صاحب دارثی منصف درمیں ہسراہم نے مجھ سے فنا یا کہ میری تنباہے حضور پر فور مجھ کو کوئی وظیفہ تعلیم فرمایا میں نے ان کو بارگاہِ عالیٰ میں پیش کیا اور نہایت ادب سے ان کی متنا کا انہمار کی حضور انور نے نہایت مقسم پر کر ایک اسم باری ان کو تعلیم فرمایا۔ منصف صاحب کے ہمراہ ان کے بھائی اور دو بھتیجے اور دو صاحب زادے بھی تھے۔ انہوں نے بھی کیکے بعد دیگرے یہی ورنو استکلائیں نے دیکھا کہ حضور نے ہر مرتبہ تھوڑا طراحتورا سکوت فرمائ کر کسی کو یہاں عورت کسی کو نہیاں جان کسی کو یا مجیب اور کسی کو یا غفور پر منع کی اجازت دیدی۔ اور ہر مرتبہ حضور نے غرفہ فرمایا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ جس طرح طبیب شخص دیکھتا ہے اور سیما کے مرض کی تشخیص کرتا ہے اسی طرح حضور انور ہر ایک کے درودِ دل کو دریافت فرماتے ہیں اور ایسا ہی ہوا جس کا جیسا درود

ویسا ہی نئی تجویز فرمایا۔ پانچوں کو ملیحدہ علیحدہ پانچ اسم جناب احادیث کے اندر  
فرمائے۔

علی بادشاہ شاکر صاحب دارثی نے ایک مرتبہ تعلیم کی درخواست کی ترسنہ  
نے ذکر اس ذات جلالی تعالیٰ سے تعلیم فرمایا اور اسی وقت احمد علی شاہ صاحب  
دارثی متولی شیخ پورہ نے استدعا کی تو ان کو بھی اسکم ذات کی تعلیم فرمائی مگر وہ دوڑ  
تیرکیب سے تھی۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ جس کی بھی مالیت دیکھی اسی لحاظ سے  
اس کی تعلیم و بدایت فرمائی۔

آپ کے زبان مبارک کی روزمرہ کی جو عمومی باتیں اولیٰ دین دہ بھی اعلیٰ درجہ  
کی تعلیمات پر بینی تھیں، آپ کا ارشاد ہی تعلیم تھا۔

شیخ حسین علی صاحب دارثی زیندار سادہ منور قطاطازہ میں کہ مانند اصغر علی  
صاحب زیندار مولیٰ حضور سے بغضنی کیا کرتے تھے کہ مجھ کو پورہ تعلیم فرمادے بکھرے  
حضور افسر فراتے تھے کہ مشکل ہے۔ ایک دن مانند صاحب نے بہت اصر  
کیا تو آپ نے فرمایا :

”اچھا قرآن شریعت علی الصباب پڑھا کرد، مگر ناز قضاۓ ہونے  
پائے ہے۔“

چند روز کے بعد ناز قضا ہو گئی۔ مانند اصغر علی صاحب مولوی کا بیان  
ہے کہ میں کیا کہوں جب حضور افسر کے ارشاد کے موجب قرآن شریعت کی  
تلادت شروع کی تو دو ماہوں کے بعد مجیب الطافت حاصل ہر نے سکھتا۔  
جب بغضنی کیا تو ارشاد فرمایا :

”سخت مشکل ہے اگر ان ان ارادہ میں مخصوص بھو تو کیونکہ ناز قضا  
ہو سکتی ہے۔“

شیخ حسین علی صاحب سمجھتے ہیں کہ ایک مرتبہ میاں عبد الصمد مولوی نے  
حضرت سے درخواست کی کہ کوئی مشتعل مجھ کو تعلیم فرمایا جائے۔ آپ نے  
فرمایا :

"پڑھ کے کیا کرو گے؟"

انہوں نے پھر اصرار کی تو حضور نے شیخ منظر علی صاحب قدوالی  
سے فنا طلب ہو کر فرمایا :

"یہ سکتے ہیں لیکن کچھ پڑھنے کے لیے بتا دیجئے۔ اگر ہم بتاویں تو پڑھیں  
گے؟" اس کے بعد میاں عبدالصمد بے فرمایا :

"اچھا ایک مرتبہ کلمہ اس طرح پڑھ دیا کرو..... شیخ منظر علی  
صاحب قدوالی نے عرض کیا حضور اس کے متحمل ہیں ہو سکتے۔"  
فرمایا۔ اچھا ادا مرتبہ پڑھ دیا کرو؟"

قدوالی صاحب نے مزید کمی کی درخواست کی تو آپ نے اہم مرتبہ  
پڑھنے کی ہدایت فرمائی اور اس کے بعد ۲۱ مرتبہ پڑھنے کا حکم دیا۔ میاں  
عبدالصمد نے تعمیل ارشاد کی اور چوتھے روز حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ دو  
دن سے متعدد سے خون نیادہ نکلنے لگا ہے۔

"آپ نے فرمایا :

"تم اس کے متحمل ہیں ہو سکتے کیا کر دے گے؟" سے :

راسی موجب رضاۓ خداست

"جو کام کرو اس میں سچے رہ تو سب اچھا ہو سکتا ہے"

مولوی شیخ نادر سعین صاحب مارشی نگاری تحریر فراستے ہیں کہ میں نے خواب  
یہ دیکھا کہ حضور پر نور اکڑوں میٹھے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :

"نادر حسین لا الہ الا اللہ کا در در کھو"

اس ارشاد سے یہ حالت ہو گئی کہ جب میں اکڑوں میٹھی گیا تو خود میں لا الہ  
کا خیال پیدا ہو گیا۔ اس کے بعد جب میں حضور پر نور ک خداست میں حاضر ہوا تو  
بعد حصول قدسبوسی وقتِ خصت میں نے عرض کیا کہ حضور نے تو لا الہ الا اللہ  
پڑھنے کے لیے ارشاد فرمایا ہے تو کیا ہر وقت پڑھا کر دو فرمایا :

"تم وکالت کرتے ہو جب فرصلت ہر تب ذکر کیا کرو" ہتھیار ازد

اس طریقہ سے بھی تعلیم فرماتے تھے۔

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ معمولی اذکار و اشغال بھی اگر حصہ تعلیم فرماتے تھے تو ان کے خاص اثرات مرتب ہوتے تھے، ہر ایک پڑکی اصل اور حقیقی ناشر پر حضور انور قابض و متصرف تھے اور یہ بات جس توت روحاںیت سے متعلق ہے اُس کے بیان سے زبان قلم عاجز ہے کیونکہ حضور کی جامعیت اور مقدس روحاںیت کا سمجھنا نہایت اہم ہے۔ اکابرین وقت آپ کی تعلیمات سے متاثر ہیں۔

سن المحدثین زبدۃ العارفین حضرت مولانا مولوی محمد قیام الدین عبدالباقی صاحب مند آرائے فرنگی محل مکھتو تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مولانا مولوی عبدالباقی صاحب نزیل مدینہ طلبیہ سے یہ داد دنائے۔ وہ فرماتے تھے کہ مجھے سے ایک بزرگ نے ارشاد فرمایا کہ ایک وقت میرا اور حاجی صاحب کاریل میں ساتھ ہو گیا۔ آپ نے مجھکو ایک ذکر تعلیم فرمایا میں اس کو کرنے لگا تو استغفار لطف آیا کہ دنیا کی کسی چیز سے تعلق نہ رہا۔ یہاں تک کہ نماز کے وقت کا احساس ہوتا تھا مگر اس ذکر کو چھوڑنے کو مودل نہیں پہانتا تھا۔ وہ قمیں و قتوں کی نماز ترک بھی ہو گئی کہ انہوں نے اپنے پیر ارادت حضرت شاہ مسعود احمد صاحب ردو لوی اور اپنے شیخ ارشاد حضرت جدی مولانا شاہ عبدالرزاق صاحب قدس سرہ کو دیکھا کہ دلوں فرماتے ہیں کہ تم اس ذکر کو چھوڑ دو تھا۔ میں نے ایسے مناسب نہیں ان دو بزرگوں کے کمال اصرار سے چھوڑ دیا یہ ذکر دشمن کی تعلیمات اگرچہ نہایت سریع التاثیر اور اپنی نوعیت میں عدم المثال تھیں جن سے آناؤ ناگا خاص اثرات نمایاں ہوتے تھے۔ گریہ یا قیں نہ آپ کی حصوصیتاً میں شمار کی جاتی ہیں نہ ان کا حاصل کرنا مریدین کے لیے لازمی تھا۔ آپ کی بارگاہ عالیٰ کی جو خصوصیت تھی وہ یہ تھی کہ بے طلب اور بے محنت ایک نکاہ میں مرحمت ہو جانا تھا اور ہاتھ پکڑتے ہی حضور انور کوچہ نہ کچھ ضرور مرحمت فراہیتے تھے اور حضور کے نیونیں و برکات صرف مریدین ہی کے لیے مخصوص نہ تھے۔

بلکہ جو آٹ کی مغل میں حاضر ہوتا وہ کچھ سیکر جاتا تھا۔ اپنے بیگانے کی تغیری نہ تھی بلکہ حضور انور کی نگاہ میں سب ایک تھے اور سب سے یک جنتی برست تھے۔ مولینا ابوی محمد ناظم علی صاحب جو حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحبؒ سے شرفِ بیعت رکھتے ہیں تو خیر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ (موضع کھیلوں جو متصل دیوہ ہے) بدنام شاہ صاحب کے مکان پر آپ تشریف فراہتے ہیں۔ عذر کے بعد حاضر ہوا اچھوڑے کے شیخ پرمبار کے قریب تھوڑی سی جگہ تھی مجھے دہاں بیٹھنے کو اصرار فرمایا میں ادب سے نہ بیٹھ سکا۔ آپ اٹھ بیٹھنے میں سامنے مدد بیٹھ گیا۔ خادم سے لب باب اردو مژنوی مولینا روم رحمت اللہ تعالیٰ یعنی شجرہِ معرفت ملکو اک دیباچہ ذفرِ اذل نکے دوشحر پر ٹھکرایسی نظری توجہ فرمائی کریں۔ نہایت مخلوب ہو گیا۔ بعدہ مجھے سامنے سے رخصت فرمادیا اس وقت مجیب حالت تھی جو مگا آئتی ہے۔ مکان پر دا پس اگر بہت جلد مژنوی شریف ملکو ای مگر اس کے مطابق سے کچھ سمجھیں ہیں آیا حضرت مولینا صاحب قبل رحمت اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مژنوی شریف کی اجازت لی پھر تو چند سطر کا مطالعہ بھی دشوار ہو گیا وہ عجیب توجہ تھی یہ عجیب اجازت تھی ہے:

حیث در پیش زدن صحبت یار آخر شد

مولینا تھیر رحمت اللہ علیہ عین الیقین میں سمجھتے ہیں کہ ایک طالب حق نے بولی شاہ تلندر پانی پتی ضری اللہ عنہ کے مزار پر ٹکر کشی کی۔ اس کی یہ عرض تھی کہ بزرخ مرشد اب کیوں ہوتا۔ تلندر صاحب کے دربار سے اس کو بارگاہ وارثی حاضر ہونے کی بشارت ہوئی۔ چنانچہ وہ شخص حضورؐ کی خدمت عالی میں حاضر ہوا آپ نے اس کی طرف دیکھتے ہی فرمایا کہ "افیون رکھایا کرو" اس نے عرض کیا "حضورؐ اب بجان پر آئی ہے۔ آپ نے فرمایا :

"تھی وجہ ہے جو اپنے مطلب کو نہیں سنبھلتے" یہ کس کروہ طالب زار زار رونے تھے آپ نے اسکا تمکپڑ کے فرمایا کہ یہ کس کا اتحاد ہے اس نے دیکھا تو اسی کے مرشد کا ہاتھ منجا۔ بیچن ہو کر دست بڑی

کرنے لگا اور بار بار انہوں نے گانے لگا۔ پھر آپ نے فرمایا: "آنکھیں بند کرو۔"

اُس نے آنکھوں کو بند کیا اور فرمایا اتنے مطلب ہیں کامیاب ہو کر سنبھلی تو شفی رحمت ہے گی حضور اور کے جمال عیدِ المیال کو دیکھ لینا ہی بڑی سے بڑی تعلیم کا آخری شبیرہ دکھا دیتا ہے اُس کے فیوض ہاراں رحمت کی طرح جاری تھے جن سے ہر شخص مستفید ہتا تھا۔

مولانا سید عبد الغنی صاحب قبلہ وارثی بہاری مظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی محمد علی مصلی صاحب ابو میرے را کے سید مجی الدین سر کی تعلیم پر مامور تھے، شاہ امید علی صاحب جو پوری رحمت اللہ علیہ سے بیوت تھے انہوں نے ایک مرتبہ میرے مکان پر جگہ احباب کی نشست تھیں یاں کیا کہ میں جو ذکر کرتا ہوں تو جوں کی یقینت پیدا ہو جاتی ہے میرے پیغمبر محدث عجی لغہ نہیں ہیں اس کا علاج کس سے پوچھوں اس پر مولوی سید حمید الدین صاحب جو ایک ذکر و شافع بزرگ تھے انہوں نے فرمایا کہ ذکر کے اول و آخر درود شریف پڑھ دیا کہ وہ چنانچہ انہوں نے اس پر کتنی دل کیا مگر کچھ نانہ نہ ہوا جب حضور اوز پڑھی تشریف لاتے تھے تو ہم لوگ وہیں نے شام کے وقت مولوی محمد علی مصلی صاحب بھی فردگاہ پر حاضر ہوتے اور بعد مغرب جب احرام تبدیل فرائے کے لئے حضور پاہر تشریف لاتے تو مولوی صاحب مخصوص حضور کے قدم بوس ہوتے اور علی الصباح واپس پڑے گئے۔ ان کے آنے جانے کا اس وقت ہم لوگوں کو علم نہیں ہوا۔ جب یہ درسرے دن اپنی بیوی کو مرید کرانے کے لیے ہمراہ لائے تو ان سے دریافت کیا گیا کہ "تم حضرت سے بلے نہیں ہے"۔ انہوں نے کہا:

"جب کل شام کو حضور شامیا نے کے نیچے تہ بند بدلنے کے لیے تشریف لائے تھے تو اس وقت میں حاضر تھا۔ میں نے اپنے پیر کا بزرخ تصویر کیا تو مجھے یہ نہیں دیا۔ شکل نظر آئی جو میرے پیر کی تھی۔ اور میرے مرشد نے بتایا تھا کہ یہ علامت بڑے کامل بزرگ کی تھی۔"

اس کے علاوہ جب میں رات کو سویا تو ایسا معلوم ہوا کہ حضرت عابی صاحب قبلہ تشریف لائے اور مجھے تعلیم فرمائی کہ اس طرح ذکر کیا کرو۔ چنانچہ اس وقت میں نے حضور کے ارشاد کے موافق ذکر کیا تو وہ جنہیں

کیفیت پیدا نہیں ہوئی میں نے سوچا کہ ایسے بزرگ فضیبوں سے ملتے ہیں ان سے اپنے اپل خانہ کو مرید کراؤں چنانچہ میں اسی ارادہ سے ان کو ساختہ لایا ہوں دیگر سلاسل کے افراد بھی کامل طور پر حضور انور کے فیوض و برکات سے مستفید ہوتے تھے یہ یک رنگی اور شان و حدت تھی کہ کسی کو غیرہیں سمجھتے تھے۔

مولوی وارث علی صاحب متولی اترونی مصلح علی گڑھ جو ایک ذاکر و شاغل عابد و زاہد بزرگ ہیں اور حضرت حاجی میال محمد سید شاہ صاحب (پیلی بیت) رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت رکھتے ہیں اور اپنا واقعہ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور انور مولوی تجلی حسین صاحب بحکیم دار پیلانی مصلح باندھ کے یہاں مقیم تھے میں بھی حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ذکر و شغل کی حالت میں مجھکو خیالات فاسد بنت آتے ہیں۔ آپ نے قسم ہو کر مجھکو ایک ترکیب بتائی جس پر میں بہت آسانی سے کار بندہ ہو گئی تو واقعی امن روز سے کوئی فاسد خیال نہیں آیا۔ جب میں اپنے پیر و مرشد حضرت حاجی میال محمد سید شاہ صاحب کی خدمت عالی میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کا ذکر کیا تو حضرت نے فرمایا تم ضرور اس ارشاد کی تعییل کرو اور نماز میں بھی ایسا ہی کیا کرو اوسامت سے بچا کرو۔

مولوی وارث علی صاحب کا بیان ہے کہ جو ترکیب حضور نے بتائی اس سے جو مجھکو فیوض و برکات حاصل ہوئے وہ توبیان سے باہر ہیں مگر یہیں کیفیت ہے جب کبھی میرے قلب سے حضور کا ارشاد محو ہو جاتا ہے تو میں آپ کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں کہ یادوار ہے میں فوراً خیال آ جاتا ہے۔

یہ حضور انور کا منصہ اور کمال تقریت ہے۔ باوجود اس کے کہیں آپ کے سلسلہ میں نہیں ہوں مگر جو نوازش ہے وہ حیرت انگیز ہے میں آپ کی اس شفقت اور غنایت کو اپنے پیر و مرشد ہی کی خشنودی پر محمل سمجھتا ہوں۔

قاضی عبدالرزاق صاحب مارہروی جو حضرت مولانا شاہ صوفی مخدومین صاحب مراد آبادی علیہ السلام کے مریدین خاص میں ہیں بیان فرماتے ہیں کہ مجھکو دو تین مرتبہ حضور کی خدمت عالی میں حاضری کا اتفاق ہوا ہے جس کے باعث

اپ کی وہ نظر عنایت ہے کہ بعد وصال جسی بھکوئی مرتبہ خواب میں شرمن  
زیارت حاصل ہو چکا ہے۔

ایک مرتبہ بھکو کچھ پریشان تھی تو اپنے نجی خواب میں ایک درود لے  
تیلم فرمایا جو نہایت مؤثر ہابت ہوا اور اب تک میرے قد دیں ہے تو لوگی  
تاد رحیم صاحب دارثی نگرانی اور کیل بارہ بیک تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ  
حضرت انور قصہ نرام میں میرے مکان پر رونق افزون تھے میکے والہ بزرگ لوگوں کو لوگی  
شیخ قادر بخش صاحب نور اللہ مرقدہ (جو بڑے ذاکروں کا نعل بزرگ تھا) اور  
حضرت مولانا شاہ فضل ارتلن صاحب رضی اللہ عنہ سے شرف بیعت رکھتے  
تھے، حضرت انور کی نعمت مالی میں مانع تھے کہ حضرت انور نے ان سے ارشاد  
فرمایا:

”بڑے میاں جو سائنس بخٹکے وہ اسم اللہ کے ساتھ بخٹکے، جو سائنس بغیر  
اسم اللہ بخٹکی ہے وہ متروک ہے۔ اور بڑے میاں ایک ذکر ایسا ہے جس کو ز  
سائنس سے تعلقی ہے نہ زبان سے؟“

والله ما بجد نے عرض کیا۔ یہ حضور کا ذکر ہے:

فرمایا: ”بڑے میاں ہو جاتا ہے：“

بھکر سے کتریں ارشاد فرمایا کہ ”سن شاہ بڑے میاں ہو جاتا ہے：“  
میرے دن بیکہ حضور انور فضحت ہوئے دلتے تھے تو والد صاحب  
قبل حضور انور کو فضحت کر لئے اپنے اپنے مکان سے باہر آئے اور نہت  
حالی میں مانع ہوئے اپنے نے ان کو دیکھ کر فرمایا: ”آؤ بڑے میاں مل لیں دینا  
کا کیا اعتبار ہے؟“

یہ ارشاد فرمایا کہ حضور نے ان سے ممانع فرمایا۔ اس کے بعد پاکی میں سوار  
ہوتے ہیں سڑا و تابع مندوگوں کی تن تھی کہ راستے میں حضور انور ان کے مکان  
پڑھتے ہوئے افسوس ایس لے جائیں اس لیے اپنے ان کی خواستات کے موافق  
ان کے مکانوں پر ہوتے ہوئے الگ سچی بللوں کو رواد ہوئے۔ مجھے حضور نے

سرحدگرام سے رخصت فرمادیا جب میں مکان پر واپس آیا والد صاحب قبل نے فرمایا: "حضرت کو پہنچا آئے گے کہاں تک گئے تھے؟"

"میں نے عرض کیا" "سرحدگرام تک"

فرمایا: "آگے کیوں نہ گئے؟ میں نے عرض کیا تو حضور نے وہی سے رخصت

کر دیا"

پھر فرمایا "آگے کیوں نہ گئے؟" میں خاموش رہا۔ اس کے بعد والد ماجد صاحب نے فرمایا: "آج حضرت صاحب قبل کی اسم پر بڑی عنایت ہوئی۔

ہمارے خاندان نقشبندیہ میں سات طائفتِ تبلی ہیں یعنی طیفے ہمارے ہر وقت جاری رہتے ہیں۔ جب بہت محنت کی جائے تو چوتھا طفیل باری ہوتا ہے، مگر آج نصویر پر فور نے جیسے ہی مجھے اپنے سیدنہ ببارک سے لکھا یا اسی وقت سے ساتوں طیفے جاری ہو گئے۔ اس واقعہ سے دو قسم مہینے کے بعد والد صاحب کی یہ حالت ہوئی کہ سیدنی کی طرح کی آواز دماغ میں خوس ہونے لگی اور چار پانچ ماہ کے بعد ایک دن یہ کیفیت دیکھنے میں ان کو کھانا کھاتے کھاتے یہی کیا کہ ان کے ہاتھ پاؤں تابو سے باہر ہو گئے اور کتنا سائنس سے انٹھایا گیا یہ حالت دورہ کے طرز پر ہونے لگی بلکہ خنوں سے ایک حکیم صاحب بلاۓ گئے جو سات آٹھ روز تک نبض و تار دو دیکھتے رہے مگر کوئی غارضہ حکیم صاحب کی تشخیص میں نہ آیا۔ حکیم صاحب کے زمانہ قیام میں والد ماجد کی یہ حالت تھی کہ اگر کسی نے خشد اور رسول کا یا اولیا اللہ کا ذکر کیا تو نما طب ہوئے اور سننے لگے درست خاموش یعنی رہے۔

حکیم صاحب نے کچھ مفرحات استعمال کرائے اور رخصت ہوئے اب وہ سیدنی کی اواز بڑھنا شروع ہوئی۔ اسی زمانہ میں جناب احمد میاں صاحب فرزند رشید مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب رضی اللہ عنہ تسبیہ المیم میں آئے ہوئے تھے بنگرام میں حسب طلب والد ماجد صاحب قبل تشریف لائے تو

خاں بوصوف نے والد صاحب کا خال دریافت فرمایا اور سیمی کی کیا اواز  
کی کیفیت اور دوروں کی حالت شکر فرمایا :

”مبارک ہو یہ قوائپ کا سلطان الذکر حلال ہے۔ میں بابا صاحب (امینہ جوڑنا  
صاحب) سے عرض کر دل گلاس کے بعد خاں والد صاحب ایسے ناموش  
ہوئے کہ پھر اس کا کچھ ذکر نہیں فرمایا۔ عرصہ کے بعد میں نے دریافت کیا کہ اس  
اس سیمی کی سی آواز اور گرفتی کی کیا کیفیت ہے قو فرمایا کہ حالت کیا ہوئی۔  
میں نے کہا آواز بڑی گئی اور تمام بدن میں وہ آواز پیدا ہو گئی یا اُسی قدر ہے  
فرمایا کہ تمام بدن میں ہو گئی۔

میں نے عرض کیا کچھ آواز میں معلوم ہوتا ہے۔“

فرمایا کہ معلوم کیا ہوتا؟

میں نے کہا ”اللہ اللہ معلوم ہوتا ہے یا شخص آواز ہے۔“ تو فرمایا جب  
ہم خیال کرتے ہیں تو اللہ اللہ معلوم ہوتا ہے۔“

اس کے بعد جب میں بارگاہ وارثی میں حاضر ہوا تو میں نے بعد حصول قدم  
بوسی عرض کیا کہ رخابت باپ بیٹیوں کی بھی ہو جاتی ہے دالد ماجد کو تو سب  
دولت عنایت ہوئی۔ یہ غلام بھی امیدوار ہے۔ پچ ہے کہ جس کو پیا  
چاہے وہی سہاگن حصہ را نور میری مصروفیت پر فائز رہے کچھ ارشاد  
نہیں فرمایا۔

مولوی شیخ قادر بخش صاحب فضلی نگاری پر جو اتفاق گزرا یہے ہی  
واقعات حصہ را نور سے زیادہ تر ظہور پذیر ہوتے تھے اور یہی بات حصہ را نور کی  
خصوصیات میں ہے کہ لے طلب اور لے منت بخشید تھے تھے اور اسیں  
بھی مریدی بے مریدی کی لفڑی تھیں تھی کسی کو وہ نظر فیض اثر ناکام نہیں رکھتی  
تھی خواہ کوئی ہوا پت نعمت بخش دیتے تھے اور با مراد والپس کرتے  
تھے۔

مولانا مولوی حاجی قاری شاہ احمد ممتاز صاحب صدیقی میرٹھی جو

حضرت مارت باللہ مولینا مولوی حاجی محمد عبدالحکیم صاحب شیخ قادری  
و خلیفہ خاص حاجی احمد احمد صاحب مہاجر کی تخت اللہ علیہ کے خلاف الرشید  
نیشن ہیں اور اس وقت ایک نامور عالم و مشور و امیر ہیں۔  
شمسہ میں اسلامیہ ہائی اسکول اماموہ میں عربی و فارسی کے مدرس  
تھے اسی زمانہ میں حضور پر نور اماموہ شریعت لائے مولینا چونکہ ایک بکمال اور  
اہل علم درویش کی فرزندی کا شرف رکھتے ہیں اس لحاظ سے علاوہ ذاتی اقتدار  
و علم کے بزرگانہ نسبت سے بھی متاز ہیں اس لیے نہایت عقیدت و محبت کے  
ساتھ حضور پر نور کی خدمت بارکت میں حاضر ہوئے۔ اول روز حضور نے مولینا  
موسوف کو شخص گھنٹہ کے قریب شرفِ مکالمہ سے سفر فرمایا اور اپنی  
خاندانی شجرہ جو عربی زبان میں قصیدہ غوشیہ کے طرز پر ہے خود پڑھ کر سنایا پھر  
رخصت فرمایا اور حاضرین سے ارشاد فرمایا :

”یہ مولوی صاحب تو بھی ہی ہیں، ان کے والد بزرگ آدمی ہیں“

دوسرے روز حب مولینا حاجی خدمت ہوئے تو حضور نور نے تکریب  
ہو کر سینہ سے لگایا، مولینا فرماتے ہیں کہ اس وقت جو عالم بے خودی مجھ سے  
ظاری تھا وہ علم و بیان سے باہر ہے۔ حاضرین میں کسی کی آواز کا ان میں نہیں  
آئی تھی حضرت حاجی صاحب قبل قدس سرہ نے اس وقت جو کلامات طیبات  
ارشاد فرمائے تھے آج تک مثل نقش کا مجھ محفوظ ہیں۔ ایک خادم کی درخواست  
پر حضور نے اس وقت احرام شریعت بدلا اور جو اتنا را وہ ایک درباری کو دیا  
اور ارشاد فرمایا کہ تہہ کر کے مجھے دے دیں اور دوبارہ سینہ سے لگایا جس سے

لئے مولینا حاجی محمد عبدالحکیم صاحب اس زمانہ کے مشاہیر بزرگوں میں گذرے ہیں  
اپنے پیشتر حضرت مولانا شاہ حضامن علی صاحب جلال آبادی سے شرف بیعت رکھتے تھے  
اور انکے حب ایسا حضرت مولینا غوث علی تبلیغ پرانی پتی سے یکیں ملک فرمائی اور اسکے میں  
حضرت مولنا حاجی احمد احمد صاحب مہاجر کی تھے سدھ خلافت سے متاز فرمایا۔

اس کیفیت میں اور ترقی بوجگی ابتو یہ عالم تھا کہ دبباری بزرگ کھڑے ہوئے  
احرام عطا فرمائے کے لیے آؤ آزیں دے رہے ہیں مگر کان کلام اغیار کی جانب  
التفات ہی نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ حضور انور نے ارشاد فرمایا :

«لاڈان کو تو ہم سی دیں گے»

اور وہ احرام لے کر میرے سر پر رکھا اور فرمایا :

«لواؤ ایک بار بھر مل لیں»

اس کے بعد تیسری مرتبہ سینہ سے لگایا اور مابین کتفین دست راست  
سے تھیک کرمایا : «اللہ عکم»

اور خصت فرمادیا میں نے یہ تمام کیفیت حضرت والد صاحب قبلہ  
کی خدمتِ اقدس میں تحریر کر کے بھیجی تو انہوں نے اس واقعہ پر جواب میں مبارکہ  
دیتے ہوئے «اللہ مددکو» کے ارشاد سے متعلق تحریر فرمایا کہ یہ اشارہ ہے  
اس امر کی طرف کہہ وقت اللہ مع کا تصور عین نظر ہے۔ اس غفرہ کے  
پڑھتے ہی سینہ میں ایک پھک سی پیدا ہوئی اور نظر اور خیال میں اس تصور نے اپنی  
جلگ کر لی۔ اس واقعہ سے دو سال قبل میں نے حضرت مرشدی و مولانی والد صاحب  
قبلہ سے درخواستِ بیعت کی تھی جس را انہوں نے استخارہ غوشہ تعلیم فرمایا  
اس استخارہ کے بعد ایک شب یہ معاملہ دیکھا کہ ایک بزرگ نے جن کا چہرہ  
ایسا نورانی تھا کہ اس پر نظر نہیں بنتی تھی، میرا بیان بازو کو کہ حضرت والد صاحب  
قدکی خدمت میں پنجا بیجا جو ایک شاندار مکان میں نہیں تھا پر تکلف زش پر شریش  
زما تھے۔ والد صاحب کی توجہ سے جو کچھ سپیش آیا وہ گفتگی دشیدنی کی قید سے  
اگلگا ہے۔

جس روز حضرت اقدس حاجی صاحب قبلہ کی خدمت میں شرفِ لازم  
حاصل ہوا۔ قوتِ حافظہ نے نہایتِ استحکام کے ساتھ دعویٰ کیا کہ یہ وہی مبارک  
شکل ہے جس نے عالم رویا میں روشنائی فرمائی تھی اور والد صاحب قبلہ کی خدمت  
میں پنجا بیجا۔ پنجا بیجا دل نے اس کی تصدیقی کی اور واقعات نے پس کر دکھایا۔

یہ سچیانہ کیفیت اس درجہ طاری کی رہی کہ ترقی پوری ہوئے تک جنی کو طلبہ کو پڑھانا لوگوں کو جواب دینا وعظ و نصیحت کرنا دشوار ہو گیا! اس وقت ترک ملازمت کر کے بحضرت والد صاحب قبلہ کی خدمتیں حاضر ہواں ہوں نے فرمایا :

«آجکل حضرت حاجی صاحب قبلہ مقام حیرت کی سیر میں مصروف ہیں یہ وہ ہے کہ طالبین کے قلوب پر بھی وہی اثر منعکس ہوتا ہے نیز یہی باعث ہے کہ وہ ہمیشہ ناز پڑھتے ہوئے نظر نہیں آتے!»

اس کے بعد والد صاحب قبلہ نے ان اثرات کو گم کرنا شروع فرمایا حتیٰ کہ تین ماہ کے بعد میری حاجت پھر اپنے قدکم مقام پر آئی اُس وقت حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ میرا طلبی صاحب قبلہ نے جو حضرت تم کو عطا فرمائی تھی وہ بالفعل ہم نے تم سے لے لی ہے اخیر وقت میں تم کو لے گئی کیونکہ ابھی تم سے دنیا میں بہت کام لینا ہے۔

(مولیٰ نما حاجی فارسی احمد مختار صاحب صدیقی استوفت شریعت و طریقت دلوں کے اعتبار سے ایک ویسی درجہ رکھتے ہیں، نہایت متشریع اور حاجی زہد و اتقان برگ ہیں آپ کے وعظ نہایت موثر ہوتے ہیں، مولیٰ نما کو متعدد ملاسل میں اساد غلافت حاصل ہیں پچانچ علاوہ اپنے والدہ بادر سے سند غلافت حاصل کرنے کے ان کی اجازت سے ۱۳۴۷ء میں مکہ معظمہ میں حاضر ہو کر حضرت مولیٰ نما اسی عمل نزارۃ اللہ علیہ طریقہ احمدیہ شاذیہ میں اس طریقہ کے مطابق ٹپے وغیرہ دہیں انہاں دے کر سند و اجازت حاصل کی ۱۳۴۷ء میں مکہ حرمن محرمین محترمین حاضر ہوئے اور حضرت مولانا مولوی محمد عبد الحق صاحب الآباء اور ہبھاجر کی کامی خدمت میں رہ کر طریقہ نسبتہ کی تکیم حاصل کی اور ایک سال کے بعد سند و بشرہ طبیبہ حاصل کیا۔

۱۳۴۸ء میں فوجاہ کامل دربار سالنت مائب صلعم میں حاضر ہے اور اور وہاں حضرت مولیٰ نما سید تادری کی مدفنی حضرت مولیٰ نما سید محمد امین رضوان شیخ الدلائل سے طریقہ قادریہ کی سند و غلافت حاصل کی۔

مولیٰ نما راجحہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سید نما حاجی صاحب قبلہ

کی زیارت کا اشتیاق میسے دل میں براہ رحمہ زادو نہ مر جو تم کی کیفیت درکر  
کروز خود ان کی زبانی سن کر پیدا ہوا تھا۔ براہ رحمہ خو منے اپنے انتہا میں پائے  
چوروز قبل اپنی پوری کی کیفیت سانپی تھی جس کا پورا احتمال حسب فرمائے ہے۔  
محمد حامد مر جو تم الی اللہ اور مرد کامل کی دلشیزی کی پکجہ حوصلہ تک فراہم کرے اور  
میں خانہ بد و شر پیرتے رہے آخر حضور افخر کی خدمت میں خاطر ہوئے تو وہ بانٹ  
روکاگر حضرت قبیل نے اندر سے آواز دھی کر ان کو آئے دو۔ یہ شرف تقدیر ہر ہمیں سے  
مستفید ہوئے تو کچھ باتیں کرنے کے بعد ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ  
بزرگ جن کے سر مبارک کے ایک ایک بال اور جسم کے ایک ایک روپیں سے  
نور کی شعاعیں بھلتی ہوئی نظر آتی ہیں تھا تو نہیں گورناظہ خدا انہوں میں۔ لہذا ان سے  
بیعت ہو جانا چاہیے۔ ہنوز اس خیال نے دل پر پورا عبور نہ کیا تھا کہ حضور افخر نے  
ان سے ما تھر بڑھاتے کو فرمایا اور حامد مر جو تم کے ما تھر پر ما تھما کر فرمایا :

”میاں اس طرح بیعت ہو جایا کرتے ہیں۔“

اس وقت سے بالٹن کی جو کیفیت بھی ہو وہ تو ساہک یا راہبر کو معلوم  
ہو گی بظاہر اتنا ضرور دیکھا گیا کہ دوسرے تک اس مر جو تم نے بستر بھاری پر شرکر گذا  
اور ان کے والد نے سلب مرض کی کوشش میں ہزاروں روپے صرف کے لیکن  
آتش سینہ جو ایک زبردست پیر طریقت کی لگائی ہوئی تھی آخر وقت تک رنجیگی  
حثی کر جان بحق تسلیم ہوئے۔

منذکرہ بالا واقعات سے جن میں بعض واقعات دیگر سلاسل کے منتہ میں  
بزرگوں پر بھی پیش آئے ہیں حضور پر فور کی تعلیم کی اہمیت نکاہ بر سو تو ہے اپنے کل  
سر ایک بات اپنی لذعیت میں فرد تھی اور حضور کی خصوصیات میں جو بات تھی وہ تینی  
تھی کہ ایک نظر میں عطا فرمادیتے تھے۔ ارشاد بھی فرماتے تھے مگر اس ارشاد کی اہمیت  
بھی بے شک ہوتی تھی جس سے مناطب کی فرائض کیمین ہو جاتی تھی، اور دیگر حاضرین  
کی سمجھیں کچھ نہیں آتی تھا۔

حضرت سید معرفت شاہ صاحب قبیلہ کا بیان ہے کہ ایک غافل حضور

کی خدمت عالی میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھکو احرام مرمت ہو اور تعلیم مرمت فرمائی جائے۔

حضور انور نے ان کے سمجھانے کے لیے مجید سے ارشاد فرمایا، میں ان کو اپنے مکان پر لایا اور تعلیم کی اہمیت کو سمجھایا مگر وہ کچھ نہ سمجھنے بالآخر میں نے ان سے دریافت کیا کہ تم اپنے اگھروں والوں سے بھی اجازت لانے ہو کر نہیں۔ افغان صاحب نے کہا۔ میں اجازت تو کسی سے نہیں لایا اخوندو میرزا خیال ہے۔

اس کے بعد وہ بیٹے تاباہ جانے کے لیے کھڑے ہو گئے اور ایسی محبت کی کہ بارگاہِ دارالشیعہ میں حاضر بھی نہیں ہوئے اور چلتے وقت یہ کہہ گئے کہ حضرت سے ہمارا سلام کہہ دینا۔

ایک سال کے بعد وہ اجازت لے کر حاضر خدمت عالی ہوئے۔ آپ نے ان کو دیکھتے ہی تہہ بند کا حکم دیا جب وہ خرقہ پہن کر سامنے آئے تو حضور انور نے ان سے مخاطب ہو کر اپنے چہرہ مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

”یہی صورت ہے اس کو پہنی نظر کھنا۔“

وہ اتنا سنتے ہی نہایت شاد و مسرور ہوئے اور فرط انساط سے حضور کی قدموں کی اور فوراً رخصت ہو گئے۔

سید معروف شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھکو سید تعجب ہوا کہ ان افغان صاحبوں میں طرح طرح سے سمجھا تھا مگر ان کی سمجھیں کوئی بات نہیں آتی تھی۔ یا آج حضور کے دلفظوں میں ان کو کامل تکمیل ہو گئی تھی یہ ہے کہ حضور کے دبار میں جو دو عطا کے سوا اور کچھ نہ تھا جو کچھ بخطاب علم میں وہ برائے نام تھی۔

حضور انور کے فیوض و برکات ضرب الشیل میں اور ان کا تمام دکاں بیان کرنا انسانی طاقت سے بالاتر ہے نہ من کل الوجہ تمامی واقعات کا پتہ پل سکتا ہے خود حضور انور کا ارشاد ہے :

”اگر محبت ہے تو ہزار کوس پر بھی ہم تمہارے ساتھ ہیں۔“  
جناب مزاج محمد ابراهیم بیگ صاحب شید اور شیخ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک تھے

میں مانع نہیں تھا حضور انور نے بعد نمازِ مغرب ارشاد فرمایا :  
”یا باستطی پڑھا کرو۔“

بنابر اس وقت حضور کے سامنے کوئی نہ تھا، آنحضرت سے بہت عمدہ کے بعد ایک ملکہ گلوش دارثی نے اپنا نے آنحضرت کو میں بیان کیا کہ پہلے میں بہت مدار اور قرآندر تھا ایک روز بعد نمازِ مغرب تصور کیا تو حضور کی بزرگ فاطمہ زبیری اور اسی حالت میں آپ نے فرمایا ”یا باستطی پڑھا کرو۔“ میں نے تعیین ارشاد کی تو آنماز نمازی پریش نی فراغت اور خوشحالی سے مبدل ہو گئی۔

شیدا میاں دارثی زیارتے ہیں کہ اس وقت مجھکو خیال آیا کہ اس روز بعد نمازِ مغرب جو حضور نے ارشاد فرمئا یا تھا وہ اسی خوشش ضیب سے فرمایا تھا۔

حضور انور کے تعلیم و ارشاد کے نہایت حیرت انگیز واقعہات میں مانع ناٹب حضور پر نور کے فیض و برکات سے مستفید ہوتے تھے اور حضور انور کا یہ ارشاد :

”جو جس کا حصہ ہے وہ اس کو ضرور دیا جاتا ہے خواہ زندگی میں خواہ مرتے وقت اور نہیں تو اس کی قبر میں ٹھوٹ دیا جاتا ہے۔“ یہ ارشاد فرمیں بنیاد تحقیقہ اس بارگاہ کا دستور العمل ہے۔

تصور کی شبہ یعنی حضور نے اپنے غلاموں کو عام طریقہ سے کامل تاکید فرمائی ہے اور بعض کو خاص طور پر یعنی حکم دیا ہے اور اکثر اشارات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ طالبِ نہاد کے داسطے صرف تصور ہی کافی ہے اور ہر قسم کی ترقی صرف تصور میں ہو جاتی ہے۔

چنانچہ حضور پر نور نے فرمایا ہے کہ :

”عاشق کو لازم ہے کہ ایک صورت پکڑئے وہی صورت یہاں وہی قبر میں وہی حشر میں ساتھ ہوگی۔“

مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شیدا دارثی کہتے ہیں کہ شیخ نہایت السعاد

تعلیت دار سیدان پور نے جو حضورؐ کے بہت قدیم حلقوں گوش میں ایک روز عرض  
یا کہ مجھے کوئی دنیویں تعلیم ہے۔  
حضورؐ پر نور نے مکار کر فرمایا :

”شیخ جی جب کوئی مصیبت ہو تو ہماری بزرخ کا تصویر کیا کرو۔“  
حضورؐ انور نے تصویر کا تابعہ بھی متعدد طریقوں سے تعلیم فرمایا ہے مگر اکثر  
زیادہ منیدا درست آسان طریقہ میں ارشاد فرمایا ہے :  
”پلے قصور کر کے جب صورت قائم ہو جائے تو مدد اس صورت کے دل عنبری  
کی جانب متوجہ ہو اور دل کی آنکھ سے دیکھے۔“  
حضورؐ انور بعض تعلیمات اعلانیہ ارشاد فرمادیتے تھے اور اکثر خلوت میں  
ذاتے تھے جو تعلیمات خلوت میں عطا فرماتے تھے ان کا علم اپنی کو ہے جو ان معتدیں اشارات  
سے متیند ہے ایں جو حالات سمعرض تحریر میں آئے وہ ظاہری و اعتماد پر مبنی ہیں۔  
حضورؐ انور کی معتدیں روحا نیت فیوض و برکات کا حاطر نہیں  
ہو سکتا۔

حضرت مولیانا حکیم شاہ مبارک حسین صاحب (متوفی حسین پور دا کنہ نہ  
ہیہوا) صلح شاہ آباد، جو ایک مشہور و معروف بزرگ ہیں۔ یہ واحد اپنا اسم دی  
عنایت فرماتے ہیں کہ دیوارہ شرایف میں آستانہ عالی سے باہر چند لوگوں میں ”تصویر“  
کے متعلق کچھ گفتگو ہو رہی تھی بعض کا مقولہ تھا کہ ہم اکثر حضرت حاجی صاحب قبلہ  
کی شکل مبارک پیش نظر کرتے ہیں مگر پوری طرح صورت نہیں تھی اور بعض کہتے تھے کہ  
ہم اکثر خواب میں آپ کی شکل دیکھتے ہیں اور وہی دو تین روز تک برابر ہمارے  
سامنے رہتی ہے۔

مولیانا شاہ حکیم مبارک حسین صاحب مدظلہ العالی کا بیان ہے کہ میں ان  
لوگوں کو بالکل نہیں جانتا تھا صرف تریخ سے سمجھا کہ حاجی صاحب کے مرید  
میں کچھ تعلیمسافہ لوگوں میں نہیں ہیں۔ میں ان کی طرف منا مطلب ہو اور افسوس کے ساتھ  
یہ سمجھا کہ شیخ کے دروازہ پر حاضری اور یہ باہمی گفتگو بالکل بے طف ہے۔ یہاں تو

آنکھوں ہی سے (جن طاہر ہیں ہیں) دیکھتے رہو یہی صورتِ دل میں آبائے گی وہ  
لوگ ہیرت سے میری بات سنکرنا موش ہو گئے اُس کے بعد میں حضرت حاجی صاحب  
کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے تابعوں نے قدم کے پوچھ جب بیٹھ گیا۔

حاجی صاحب مجھ سے مخاطب ہونے اور فرمایا:

”اچھا ان لوگوں کو بلوا دو!“

میں متjur ہو اکر یہ جملہ کسی اور شخص کے سوال کا جواب ہو گا کوئی شخص حضرت  
کو استغراق کی حالت میں دیکھ کر داپس چلا گیا ہے اور ہبکو شاید حاجی صاحب  
نے خیال فرمایا ہے کہ یہ دہی شخص ہے۔

بیسے ہی یہ خدشہ پیدا ہوا حضرت نے فرمایا:

”میں نہیں جب آپ نے ان لوگوں سے کہا تو وہ لوگ سخت نامہ ہو گئے:  
اب میں سمجھا اور اس اخلاق کی دل ہی دل میں داد دینے لگا کہ خلقِ عظیم اس  
کو کہتے ہیں کہ اپنے سلسلہ کے ان لوگوں کی گفتگو کو جو کلام کرنے سے بھی عاجز ہوں  
اور اتنے فاصلہ پر ہوں کہ ان کے قریب والے ہمیں ان کی گفتگو اور میں کے کلام  
کو بخوبی نہ سن سکے۔ اس کو آپ نے من یا اور واقع ہو گئے اور ان کے محظوظ  
ہوئے پر یہی اطلاع ہے اور ان کی دلداری بھی مدنظر ہے۔ یہی باعث ہے کہ لوگ  
جال نشاری پر آمادہ رہتے ہیں مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے چھپڑا اور حاجی صاحب  
قبلہ جو میرے دادا صاحب کے ملنے والے ہیں ان کے قلب اپنے پر بارہوا بھیں  
خود اس گفتگو سے منفعت ہو گیا حضرت حاجی صاحب قبلہ نے فرمایا:  
”کیا خوب تم نے ہمارے مطلب کو اچھا سمجھا۔ مگر یہ میں نہیں ہے تم ان لوگوں کو  
بلاؤ کہ تھا سے قول کی تصدیق کر ادادوں!“

میں فوراً براہ راست کاران لوگوں کو جو موجود تھے بلا لایا۔ اس وقت حضرت حاجی  
صاحب حسب عادت استغراق میں تھے۔ ہم لوگ میں ایک طرف بیٹھ گئے تھوڑی  
دیر میں اتر رخ سے پھرپڑنے لگوں مرکوم کر فرمایا:  
”دیکھو!“

ہم لوگوں نے اس آواز کو سُن کر چاہا کہ اخراج میں جائیں کہ سیکا یک دیوار کی  
بانب نظر پڑی تو بجیب مشاہدہ پیش ہے نظر تھا کہ ایک بہت بڑا سورج کی طرح  
پکھ گھوم رہا ہے۔

اور بے انتہا درشنی پھیلی ہوئی ہے تمیں منٹ کے اندر اس مکر کر جو اس پکھے  
میں تھا کون ہوا اس کے بعد تھوپ لیج سے شق ہو گیا اور اس میں بجنسہ حضرت حاجی  
صاحب کی تصویر نمایاں ہو گئی جیسے کوئی شخص آئینہ کو دیکھتا ہو اور اس کے پیچے  
والے اس آئینے کو دیکھتے ہوں یہی نظر تھا جس کو ہم سب لوگ دیکھ رہے تھے  
حاجی صاحب نے ان لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

”یہی تعلیم ہمارے خاندان کی ہے، مگر عقیدہ اور ایسا ہی حجاب اور نِدامت  
کے بعد یہ پردہ نگاہ سے احتاط ہے“

میری طرف اشارہ کر کے فرمایا:

”ان کے ہاتھ چھوٹو“

یہ فرمائ کر پھر تحریر و استغراق کی حالت طاری ہو گئی میں نے ان لوگوں سے کہ  
کہ حضرت کے قدموں کو چشم چومن کر باہر ٹلے آؤ اور یہ کہتا ہوا میں باہر چلا آیا اور  
اسی وقت ایشیش ریل پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ لوگ بھی ٹلے آتے ہیں۔  
وہ لوگ میسکے پاس آئے اور کہنے لگے:

”حضرت حاجی صاحب قبلہ نے قدمہ سی کے وقت ہم سے فرمایا:  
”جا کر ہدایت کرنے والے کے ہاتھ چوتھا تھا۔ تم سے ایشیش پر ملاقات ہو گی  
لوگوں سے پوچھ لینا۔“

میں نے ان کو ہدایت بے قرار اور شیخ کے اثر نے پر پایا میں نے کہا کہ  
جاوہم نے تو اپنے شیخ کی اس کرامت کو اپنی آنکھ سے دیکھ دیا میں نے بھی ایس  
احساس بہت کم دیکھا کیا میں دیکھا ہی نہیں۔

حضرت افریق کی تعلیمات حاضر دناء سب مظاہر و باطن کیساں ہوتی تھیں اور یہ  
بے شک اخلاق تھا کہ اُصر وابستگان (امان) دولت کی ندامت دشمندگی پر ان کی

دلاری فرمائی تو ادھر حضرت مولانا شاہ حکیم مبارک حسین صاحب کی شرمند  
نظامت کو بھی خوفزدایا اور ان کی قدر افزائی فرمائی۔ اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ  
کہ مولینا کی دست بوسی کریں اور نہایت موقرا افاظ سے ان کو یاد رکھا جائیا اور انی  
تبلیغات فیض آیات کا عینی شاہدہ کرایا جس سے وہ متاثر ہو کر رخصت ہرگز  
بن بزرگان عصر کو حضور انور کا شرمند صحبت نصیب ہوا ہے وہ آگاہ ہیں کرنٹا  
وارثی سے آئے دن کیا کیا ادعیات پیش آتے تھے۔

حضرت شاہ مقصود علی صاحب خلیفہ حضرت شاہ ناصر الدین صاحب شاہ  
صاحبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ اپنا پیشم دید پوچھ رہی خدا بخش صاحب سے بیان  
کیا کہ :

میں ایک مرتبہ بارگاہ وارثی میں حاضر ہوا۔ اس وقت مجھے یہ معلوم ہوا  
کہ کوئی شخص مرید ہو رہا ہے میں باہر بیٹھ گیا۔ قصوری دریں میں نے دیکھا کہ حضرت  
 حاجی صاحب قبلہ باہر تشریف یہے جاتے ہیں میں تعظیماً گھر طاہر ہو گیا مگر وہ بہت  
جلد پڑے گئے۔ خادم نے مجھ سے کہا :

”اندر چلیے سرکار طلب فرماتے ہیں“

مجھے حیرت تھی کہ میں نے تو ابھی باہر جاتے دیکھا ہے۔ اسی حیرت و  
استجواب کی حالت میں خدمتِ عالی میں حاضر ہوا تو اپنے مجھ سے ارشاد فرمایا  
کہ :

”ابھی ایک شخص ہر دیکھ کر باہر گیا ہے، ہم سے جو شخص بیعت ہوتا ہے ہم اسے  
اپنا ساپنا لیتے ہیں۔ پھر اس کا فعل ہے اور اس کی قسم ہے جو صورت چاہے  
انتیکار لے؟“

ایسا ہی واقعہ حضرت مجتبی شاہ صاحب خلیفہ حضرت شاہ ناصر الدین  
صاحب خشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بارگاہ وارثی میں دیکھا ہے اور شمع  
رشید الدین صاحب فضل متولی سکندرہ راؤ ضلع علی گڑھ سے بیان  
کیا ہے۔

تھی یہ ہے کہ مصیرین نے عجیب عجیب شاہدات کیے ہیں اور ظاہر ہے کہ ان مقدس تاثیرات اور فیوض و برکات کے سامنے تعلیم کیا چز ہے جس نور انور کی صفتِ اناضہ شایستہ ممتاز درجہ رکھتی ہے اور اہل اللہ کے نزویک یہ صفت تمام صفات سے برتر ہے۔

مولوی رونق علی صاحب دارالرزاقی پتھے پوری تفاصیل ہیں کہ ایک مرتبہ حضور انور کے ایک مرید کے رد پر کچھ نہاد اقتض لے گوں نے تذکرہ کیا کہ آپ کے یہاں ذکر و شغل کی تعلیم نہیں ہوتی۔ یہ خطرہ اس مرید کے دل میں پیدا ہو گیا جب دہ بارگاہ دارالرزاقی میں حاضر ہوا تو حضور انور نے اتنا گفتگو میں ارشاد فرمایا:

”ایک مرتبہ ہم سے اور ایک بہت بڑے صاحبِ ریاض سے گفتگو ہو گئی وہ سہتے تھے کہ ذاکر کا بست ڈرامرتہ ہے۔ ہم نے کہا اگر نہ کوئی ہو جائے۔ انہوں نے کہا بندہ خدا نہیں ہو سکتا۔ ہم نے جواب دیا۔ میں بندہ اور خدا کا تو ذکر نہیں یہاں ذاکر دنکرو کا تذکرہ ہے کیا فاذکر دنی اور مرنگ کو تم بھول گئے خالی ذکر سے کیا فائدہ جب تک ذکر کو بھی ذاکر کا ذکر نہ کرے اور ہمارے یہاں ذکر دنکر کچھ نہیں ہے اور پھر سب کچھ ہے۔“

حضور انور کی مقدس تعلیمات حیات و ممات میں یہاں ہیں اور اس کی دلیل روشن پیش کرتی ہیں کہ اولیا اللہ کو محنت نہیں ہے جس کا تجربہ و تجربہ سلاسل کے واجب الازمام بزرگوں کو بھی ہے۔

چنانچہ مولیٰ محدث ناظم علی صاحب نائب مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ (جو حضرت مولیٰ شاہ فضل الرحمن رضی اللہ عنہ سے بیعت ہیں) تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے علم عبد الحمی نہ نوی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ماجی صاحب تبلد نے مجھ سے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ:

”مجکو آئیں دکھانا آتا ہے۔“

چنانچہ بعد وصال میں مزار مبارک پر جا کر میٹھا تو بوجب اپنے فرمانے کے

اپنے بھکلو آئینہ دکھایا ہے:  
کھل کر آنکھ وہ آئینہ دکھایا تو نے  
تیرا حیرت زدہ خود اپنا تاشائی ہے

حقیقت یہ ہے کہ حضور انور کی ذات مبتدع الصفات ایک عجیب ذات تھی اپنے کی تعلیمات اور تاثیرات سب حیرت انگیز تھیں جن کا اس وقت تک نہ ہو رہے اور ہمیشہ رہے گا حضور انور کے مریدین کا تو کیا ذکر ہے جو شخص ایک مرتبہ بھی شلوص و عقیدت سے حاضر ہوا ہے وہ خالی نہیں گیا۔ یہ فیوض و برکات آفتاب کی طرح و فرشتے ہیں جن کو حضور کے دیکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ ایک نظر میں صد بار اسال کی ریاضتِ محنت سے زیادہ تر مرحمت ہو جاتا تھا۔ اور انہیں خصوصیات میں حضور انور کا در در ماہر الاعیان ہے ہے:

مکاہ و ارش نے سیکڑوں کو بنایا قطوفے پل میں دریا  
نظر جو آتے تھے پلے ذرے انہیں کو پھر آفتاب دیکھا

### بعض خصوصیاتِ تعلیم

حضرت انور کے دلخراستوں کی یہ خاص علامت ہے کہ ان میں سو زوگہ از بزرگانِ دین کا ادب و احترام خوش عقیدگی وغیرہ ایسے اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ بارگاہ وارثی میں یہ بات عام طور پر پائی جاتی ہے جیشم پرم بھی بارگاہ وارثی کی یادگار ہے۔ حضور انور کا نام لینے والوں میں یہ علامتِ عشق و محبت خاص طور پر موجود ہے۔  
یہ حضور انور کی معمولی تاثیرات تھیں۔ تعلیم و تلقین کے یہ نتائج نہیں تھے۔

حضرت انور کے پیاس ملعت نہیں ہوتا تھا نہ مریدین و خدام کو توجہ دی جاتی تھی۔ غرضکے کوئی قاعدہ اور ضابط ایسا نہیں تھا

جس کو زمانہ حوالہ کے موافق تعلیم سمجھا جائے۔

آنکھیں بند کر کے ہو تصور وغیرہ کیا جاتا ہے تا شغل ہوتا ہے اس کی بھی حضور انصور تعلیم ہیں دیتے ہیں۔ بلکہ کھلی ہوئی آنکھوں میں تصور و شغل وغیرہ کا ارشاد تھا۔ جیسا کہ حضور انصور کے زمانہ طفولیت کے حالات میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ عبدالنعم صاحب رضی اللہ عنہ کی خانقاہ میں ایک درویش کو آنکھیں بند کر کے پیٹھے پڑھوڑا نور نے فرمایا :

”مَنْ كَادَ فِي هَذِهِ الْأَعْمَالِ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَلٌ“  
زمانہ طفولیت سے آخر وقت تک حضور کی یہی تعلیم رہی۔

چنانچہ عالمیناب دائرہ پبل جنس، مولوی سید شرف الدین صاحب دارثی بالتابہ تحریر فرماتے ہیں کہ : ”حضور انصور نے مجہوں سے اکثر ارشاد فرمایا ہے کہ آنکھیں بند کر لینے سے کیا ہوتا ہے؟“

”مَنْ كَانَ فِي هَذِهِ الْأَعْمَالِ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَلٌ“ مظہر الہی ہر جگہ موجود ہے تاشاد کیجوں“

ایک مرتبہ میں ریلی میں حضور انصور کی ندوستہ عالی میں حاضر تھا حضور انصور کو توجہ پر لیٹھے ہوئے تھے اور میں سچے لیٹا ہوا تھا میری آنکھیں اس وقت بند کیے گئے۔ میں دل ہی دل میں غور کر رہا تھا کہ ریل چل رہی ہے اسیں آگ ادراپانی ہے جزئی میں موجود ہیں اور میں بھول دلوں بابت وسیع جگل ہیں ان میں ہزاروں جانور ہیں اور یہ سب کچھ دہی ہے۔ اتنے میں حضرت نے میرے شانے پر ایک گھونٹا مارا اور فرمایا :

”دوسرابھی ہے؟“

میں نے عرض کیا۔ آنکھ ہوتے دیکھوں ”حضور انصور سکر اکر لیٹ رہے۔“  
مولوی — رونق علی صاحب دارثی الرزاقی پیٹھے پوری ناقابل ہیں کہ تشبینہ

خاندان کے ایک درویش جن کو مرافقہ میں کمال تھا حضور پر نور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضور انور استراحت فوارہ ہے تھے اور کچھ لوگ حاضر خدمت تھے، آن سے مناطب تھے۔ ان نقشبندی بزرگ کو موقع مل گیا اور ایک گوشے میں بیٹھ کر اپنے نے مرافقہ شروع کر دیا جسیں وہ حضور انور کا کمال دیکھنا چاہتے تھے۔ تھوڑی دیر میں حضور انور اپنے قوان کو مرافقہ دیکھا۔ حضور انور امتحان کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ اس لیے اسی وقت جلال سے چھرہ مبارک بُرخ ہو گیں اور ان نقشبندی صاحب سے ارشاد فرمایا:

آنکھیں بند کر کے کیا دیکھتے ہو، آنکھ بند کر کے دیکھا تو کیا دیکھا۔ آنکھ کھول کر دیکھو۔ آنکھوں کے جوستے ہوئے تا بینا ہو جانا خدا کی ناشکری ہے۔“

اپنے نے آنکھ کھول دی اور جیسے ہی حضور پر نظر پڑی بیتا ب ہو کر نعمول پر بگڑ پڑے۔

غدا جانے اپنے نے کیا دیکھا زبان سے صرف استاہ کہا:

”میری ساری عمر مرافقہ اور ریاض میں گذر کئی مگر اس وقت جو حضور کے جلال میں شان رحمت دیکھی وہ کسی میں نہیں پائی بلکہ آج میری محنت کا ثریٹا ہے：“

نہایت خوشامد سے اپنے نے درخواست کی کہ حضور انور ان کو اپنی بیت سے بھی سفر نہ فرمائیں۔ لیکن حضور نے منظور نہیں فرمایا۔ اور یہی جواب دیا:

”اہم کسی کے مرید کو چھین لینا پسند نہیں کرتے“ اور ان کے پیر مرشد کی شبتوں یا گانگت سے فرمایا:

”جب ان کے مرید ہوتے ہمارے مرید ہو فخری میں سب سلسلے ایک ہیں دوں نہیں ہے۔“

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ حضور انور بند آنکھ پر کھلی ہوئی آنکھ کو ترجیح دیتے تھے اور شغل وغیرہ میں یہ نیاطریقہ حضور انور کی تعلیم میں تھا۔ حضور انور ہر ایک بات کی ماہیت و حقیقت پر نظر کرتے تھے اور بھی فیوض تھے جو آپ کی ذات بابرکات سے باری تھے۔

چنانچہ مژاہد احمد براہمیک صاحب شیدا وارثی تحریر فرماتے تھے کہ جو اس  
لکھنؤیں ایک مدد اور بزرگ درویش تھے جن کو شغل آئینہ میں ایسی نہارت  
تھی کہ ان کی وجہ کا ہر شخص پر پورا اثر ہوتا تھا اور مجھے ان کی خدمت میں بہت  
نیاز حاصل تھا اگر اتفاق سے ایک مغل سماں میں اہمیں بزرگ کے اس فیض سے  
مجھے روگردانی کرنے پڑی اور میری یہ سوادیں ان کو ناگوار خاطر بھی ہوئی چند  
روز کے بعد جب وہی بزرگ دیوبہ شریعت میں تشریف لائے۔ مجھے ان کو  
دیکھ کر خوف ہوا اک حضور انور سے میری اس روگردانی کی شکایت کریں گے  
تو مزدیں محتوب ہو جاؤں گا۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ پہلے ہی اس واقعہ  
کو عرض کر دیا جائے۔

چنانچہ میں اسی وقت حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے  
وہ واقعہ پورا عرض کر دیا۔ ہنوز میں خدمت عالی میں حاضر تھا کہ وہ بزرگ بھی  
آئے۔ حضور انور نے ان سے معاونت کیا اور مسکرا کر فرمایا :

”تمہاری تو جہ کی بہت شہرت ہے ہم پر بھی ڈالو۔“

وہ بزرگ قدم بوس ہوئے اور عرض کیا :

”میری کیا مجال جو حضور پر توجہ ڈالوں۔“

حضور نے خادم سے حسب و سور مٹھائی وغیرہ دینے کے لیے ارشاد  
فرمایا۔

جب وہ بزرگ رخصیت ہو گئے تو میں نے عرض کیا کہ اگر وہ حضور سے  
پہنچے کہ ”آپ مجھ پر توجہ دیں؟“ ارشاد فرمایا :

”ہم توجہ ڈالتے ہیں۔“

میں نے عرض کیا : ”اگر حضور توجہ ڈالتے ہیں تو ہم لوگوں پر کبھی  
توجہ ڈالا کیجئے؟“

آپ نے قریب بلایا۔ جب میں بالکل قریب حاضر ہوا تو فرمایا :

”یہ توجہ ڈالنا تو ایک قسم کا تماشا ہے۔ اصل توجہ وہ ہے کہ اگر موئی پر  
بر

توجہ دال دے تو وہ پانی ہو جائے؟

اتفاق سے حضور کے اس ارشاد کا مطلب میری سمجھ میں نہ آیا یا بیکن عرض کیا اگر پتھر پر توجہ دالی جائے تو کیا ہو؟  
فرمایا "وہ پتھر خاک ہو جائے؟"

اب اس ارشاد کا مطلب میری سمجھ میں آیا کہ توجہ اس کو کہتے ہیں ہو جا ب تین کو اٹھا دے اور اصل سے ملا دے۔ جیسے موئی کی اصل اس کا پانی ہے۔ یا پتھر کے اصل اس کی خاک ہے۔ لگا ایک تجاپ ایسا مانل ہو گیا کہ اپنی اصل سے آگ ہو گئے ہاں تو جہ کا یہ اثر ہے کہ وہ تجاپ تین اٹھا دے اور موئی کو پانی پتھر کو خاک کر دے یعنی اصل سے ملا دے۔ یہی توجہ اگر انسان کے قلب پڑ دالی جائے تو وہ اپنی اصل سے مل جائے اور عین ذات سے ملا کار ہو جائے اور فی انصکم انلات بصر دن کی حقیقت کھل جائے۔

حضور پر نور کے ارشادات سے کامل طور پر نکاہ ہوتا ہے کہ ہر ایک بات کی حقیقت دو ہیست پر نظر تھی۔ یہ بات بھی حضور انور کی حصوصیات میں تھی کہ مغل سائی دیور میں بھی سب تعدادہ مرد جو نشست فرمائک توجہ نہیں دیجئے گری عجیب بات ہے کہ حضور انور کے سلسلہ عالیہ میں اس قسم کے بھی اکثر طریقے دیکھنے میں آتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں کو تعلیم ضرور ہوئی ہے گر حضور انور کا کوئی طریقہ ایسا دیکھنے میں نہیں آتا ہے متنہ حضرات سے مٹا گی۔ شاید اس کا یہ سبب ہو کہ حضور پر نور کو اخفا بہت تدقیق تھا اور ایسے افعال سے جن سے کسی قسم کا اظہار ہو سخت تتفق تھا اور یہی — وجہ معلوم ہوتی ہے کہ حضور نے عالیہ سے بھی اس انداز سے توجہ نہیں ڈالی جس پر توجہ کا اطلاق ہو سکے بلکہ جن لوگوں نے ایسا کیا وہ مور دعتاب ہوئے اور حضور پر نور نے ان کے اس فعل کی گرفت فرمائی۔ پناہ پر سید علی حامد شاہ صاحب حشمتی قادری سجادہ نشین سانڈھی صلح ہر دو قبیلے تھیں تھیں کہ ۱۸۵۹ء میں حضور انور سانڈھی میں تشریف لائے اور قلعے کی مسجد میں قیام فرمایا۔ اس مسجد کے قریب ایک اور بھی مسجد ہے

جو خطیبوں والی مسجد کے نام سے مشہور ہے اس مسجد میں ایک دارالدریش  
جو خرقہ پوش تھے نمازِ پڑھنے کے لیے آئے اور ان کے ساتھ ہی ان کے ایک پرہیانی  
مشی رحم رحمان صاحب وارثی بھی آئے جب یہ دونوں نمازِ پڑھے پکے تو خدا جانے  
کی بات ہوئی کہ ایک دوسرے پر توجہ دلانے لگے۔ مغرب کی نماز کے بعد سے وٹا  
کے وقت تک یہی حالت رہی کہ دونوں صاحبوں کا مقابلہ برداہ با لآخر فرشی رحم رحمان  
صاحب بیویش ہو گئے اور گرفتے۔

ادھر تو یہ واقعہ پیش یا لو اس طرف حضرت حاجی صاحب قبلہ خود بخود  
اٹھ بیٹھے اور ایک خادم سے ارشاد فرمایا کہ :

”رحم رحمان بیویش ہیں ان کو خطیبوں والی مسجد سے اٹھا لاؤ“  
خرقہ پوش صاحب کی نسبت فرمایا :

”اس سے کہتا تو بالکل کم طرف ہے، ضبط نہیں کر سکتا اور وہ سوں پر اثر  
ڈال کر اپنے کمال کو نمایاں کرنا چاہتا ہے۔ اپنا غصان اپنے ہاتھوں سے کرتا ہے  
میں تجھکو پھیپھا توہول تو خدا ہر ہوتا ہے۔“

بہت کچھ ارشاد فرمایا۔ جب یہ دونوں بارگاہ عالی میں حاضر کیے گئے تو فرشی  
رحم رحمان پر پانی وغیرہ پھر کا گیا وہ اپنے ہوش میں آگئے اور خرقہ پوش صاحب پر  
آپ نے اظہارِ ناراضی فرمایا۔ اس وقت نام حاضرین دہشت زدہ تھے انہوں نے  
قدموں پر گر کر متذمتوں کے معافی کی درخواست کی چنانچہ فوراً ہی قصور بھی  
معاف ہو گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضور انور کوئی فعل ایسا پند نہیں فرماتے تھے جس سے کوئی ایسی  
بات پیدا ہو جو کمال کو نظاہر کرنے والی ہو، یا جس سے صاحب تماشہ ہونے کا  
پتہ پڑے۔ آپ اپنے فقرکار کی نسبت اکثر ارشاد فرماتے تھے :

”ہم فقیرِ ننانا چاہتے ہیں اور یہ مشائخ بنے جاتے ہیں“  
حضرت پر فور کا ملک محکیت و از تحد در فکی پر مبنی تھا اور یہ حقیقی تعلیم تھی۔  
حضور انور کے مریدین میں کوز و گلہ از اور جوش رقت لازمی ہے گرا کرنا پر رگ

صاحب کیف و حال بھی ہیں اور یہ عجیب بات ہے کہ حضور رُنُز کے سلسلہ  
عالیہ میں ایسے افراد کی بھی کم نہیں ہے جو غلبہ شریعت کے باعث قطعی طور پر حاصل ہوا  
ہے لیکن نہیں رکھتے اور ان کے متغیر بھی اسی مذاق کے لحاظ سے ہیں گر جذبات  
محبت میں رہ بھی ان اربابِ ذوق و توقع سے پچھے نہیں ہیں جو ایسی مخلوقوں کے دل کے  
ہیں جنہوں نے طبیعتوں کے رجحان اور مذاق کے موافق فیوض و برکات سے مستفید  
فرماتے تھے۔ البتہ بعض افراد جو مفترض بنکر حضور کی خدمت میں آتے تھے اور ان  
کا یہ دعویٰ ہوتا تھا کہ کیف و حال کوئی چیز نہیں ہے۔ ان کو اپنے جواب میں ضرور  
صاحبِ حال بنادیتے تھے کیونکہ یہ بات حضور انور کی خصوصیات میں تھی کہ ارباب  
نہیں دیتے تھے شاہدہ کا دیتے تھے۔

مولوی محمد اسحاق صاحب دارالشیਆ مارکا مرحوم مخدوم روایت کرتے تھے  
اور عنشی زاکر علی صاحب متوفی اٹاواہ بھی اس واقعہ کو اپنا چشمیدہ بیان کرتے  
ہیں کہ ایک مرتبہ حضور انور کے والد ماجد حضرت سیدنا قریب علی شاہ صاحب  
رضی اللہ عنہ کا عرس تھا۔ ایک داعظ کھڑے ہوئے وعظ کہہ رہے تھے جیل  
اربابِ حال پر طعنہ زدنی سامنی میں سے کسی نہیں کیا تھا کہ : "ہم سے کیا کہتے ہوائیں  
سے کیوں نہیں کہتے جو ان اسباب کا سبب ہیں۔"

اس رخاب و اعظ کو طیش آگیا اور وہ غصہ میں بھرے ہوئے یہ دیتے  
بارگاہ دارالشیਆ میں چل گئے۔ دہاں کس کی بہت تھی جو بغیر مرضی مبارک اب ہلاکے داعظ  
صاحب جاتے باقیے ہیئت زدہ ہو کر عالم سکوت میں کھڑے ہو گئے اور ایک  
لختان کی زبان سے نہیں بکھلا اور لوگوں نے عرض کیا کہ :

"مولوی صاحب کو ارباب کیفِ حال پر اعتراض ہے اور سب کو دوزنی  
اور مردود وغیرہ کے خطاب سے مخاطب فرمائے ہیں۔"

حضور انور نے ان کی طرف دیکھ کر صرف اتنا ارشاد فرمایا کہ :

"مولوی صاحب تو بڑے صاحبِ حال ہیں مولوی صاحب تو بڑے  
صاحبِ حال ہیں۔" حضور انور کا یہ فرمانا تھا کہ مولوی صاحب کی حالت میں ایک

غیر معولی تغیر پیدا ہوا اور وہ نہایت ادب سے تدبیس ہز کر متاز و ارجوحتے ہوئے تو الی میں پہنچے اور اس زور سے حال آیا کہ مولوی صاحب کے متاثر میں دیرینہ ارباب ذوق کی کشیں بھی اندر پڑ گئیں۔ وعظ و پند سب بھول گئے مائیں ہے آپ کی طرح سڑک پر رُٹپتے پھرتے تھے۔

مشی عبد الغنی خان صاحب قبلہ دارثی میں پرمدھ غنی خان ضلع رائے بریلی سکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور انور رائے بریلی میں رونق افزور تھے احرام شریعت کا جلوس مسئلہ رہا تھا۔ حضور سے تھوڑے فاصلے سے تو ایساں ہر قلی باتی تھیں انہوں نہ لائق ہے شمار تھا لوگوں پر مدھو شی چھائی ہوئی تھی وجہ و حال کی محفل گرم تھی۔ دو شخص ارباب ذوق و شوق کامڈاٹ اڑا رہے تھے۔ ایک تو افغان تھے اور دوسرے رجب خان سکن سندھیا نواں ضلع سلطان پور۔ ان دونوں کی مخالفانہ باتیں لوگوں کو ناگوار ہوئی تھیں اسی حالت میں احرام شریعت کا جلوس حضور کی جائے قیام ہک پہنچا وہاں محفل اداستہ تھی تو الی ہوتے ہیں کلی جحضور انور محفل میں رونق افزور تھیں تھے۔ اندر مکان میں تشریف رکھتے تھے۔ گراٹ کے سامنے حاضر نما شباب کیاس تھے۔ اسی مجھ کشیر میں ہمیں مشمول کو نہایت نور شور سے حال آیا ایک تو وہی افغان صاحب تھے دوسرے رجب خان اور تیسرے ایک صاحب عبدالرحمٰن سکن رائے بریلی تھے۔ ان کی نسبت بعد میں علم ہوا کہ یہ بھی طعتہ زنی میں شریک تھے۔ چنانچہ ان لوگوں کے حال کی یہ کیشیت تھی کہ ایک ایک کو دس دس آدمی کیڑتے تھے گردہ کسی سے سکھتے ہیں تھے۔ سر پلکتے تھے اور کبھی گریہ زاری کرتے تھے کبھی رقص کرتے تھے۔ مختلف حالتیں تھی تمام پکڑتے ان کے پھٹ کئے اور سر سے پاؤں تک مجروم ہو گئے۔ تو الی کے بعد بھی ان کی بھی حالت رہی۔ دو دن حضور نے قیام فرمایا اور ان کو بھی دو دن تک باکلی ہوش نہیں آیا۔

تیسرے دن جب حضور رخصت ہونے لگے تو ممن خان نے رجن کے مکان پر حضور قیام پذیر تھے، عرض کیا کہ حضور تو تشریف یہے جاتے ہیں تو میں اس شخص معلوم ہوتا ہے اسی حال میں مر جائیں گے۔

حضور نے ارشاد فرمایا :

"ان کا ہاتھ منہ دھلاند اور فرما سا پانی پلا دو"

چنانچہ حضور کے حکم سے جیسے ہی ان کا ہاتھ منہ دھلایا گی ان کو فرما فنا نہ ہو گی اور وہ اپنے حواس میں آگئے بیٹھنے شخص مدت المتر صاحب کیف و حال ہے مشنی عبدالغنی خان صاحب دارالشیخ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رجب نمان سے مجھے ملنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے ان کا حال دریافت کیا تو حضور انور کا نام نامی زبان پر آئتے ہی رو نے لگے۔ حضور کی شان پر قربان ہوتے تھے اور بار بار کہتے تھے کہ میں اپنے قصور پر نادم ہوں۔ مگر وہ کیا سرکار ہے ہمیں سرزنش کرنے کا تو کیا ذکر میں دہ نعمت عطا فرمائی جس سے دین و دنیا کی سرخروں کی ضیب ہو گئی۔  
بڑا گاہ دارالشیخ میں جو شخص حاضر ہوتا تھا اس کے شرکر و توہمات فرداً اٹھا دیتے جاتے تھے۔ ہر ایک مفترض کو ایسا ہی جواب ملتا تھا کہ وہ خود اپنے سوال کا جواب بن جاتا تھا۔

علامہ نازیں اکثر اذادتے صاحب و بعد و حال بننے کی خود نوادرائیں ظاہر کی تو ان کو حضور نے کوئی شغل وغیرہ اس کے متعلق تعلیم نہیں فرمایا۔ ناظر ہر قرآنی بلکہ زبانِ مبارک سے اشارہ فرمادیا اور وہ کامیاب ہو گئے۔

محمد عقوب خان دارالشیخ مائقی ہیں کہ میرے بھائی مشنی محمد ناصر خان صاحب متوفی قصبه رنجیت پورہ ضاح اونا و کاو اقعد ہے کہ ایک مرتبہ ۱۸۸۳ء میں صحنی پور کے عرس میں شرک ہوئے تو اہنوں نے دیکھا کہ لوگوں کو خوب و بعد و حال کی کیشیں ہو رہی ہیں، ان کو بھی خیال ہوا کہ "کاش ہم بھی صاحب کیف و حال ہو جائیں"؛  
چنانچہ وہ دیوہ شریعت میں حاضر ہوئے اور حضور انور کی خدمت بارکت

میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا:

"تم کو تھی شوق پیدا ہوا؟"

اور اس کے بعد رخصت فرمادیا۔

ایک مرتبہ قصبه رنجیت پورہ میں حضرت نعمت اللہ شاہ صاحب دالی

کے مزار پر قوالي بورتی تھی۔ مشی محلہ ناصرخان اسیں شرکیک ہوئے اور ان کو حال آگی اور ایسا حال آیا کہ تین شب اس روز تک بالکل بے ہوش رہے پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ایسے حال سے تو بڑا حرمن ہے۔

آپ نے فرمایا:

”اچھا جوتے ہیں رہا کرو۔ جب تک جوتے نہ آتا وہ گے حال نہ آیا گا۔“  
اب مشی محلہ ناصرخان صاحب کی یہ کیفیت ہے کہ جوتا ہے تو ہوئے کھڑے رہیں یا زور کے کنارے بیٹھے رہیں تو حال نہیں آتا اگر جیسے ہی جوتا آتا کر مغل میں مشی  
اور حال آگی۔

جو کچھ تھادہ حضور کے ارشاد فیض بنیاد میں تھا۔ بالکل یہی معاملہ تھا جیسا کہ حضور پر فر کا ارشاد ہے :

”یہاں کچھ نہیں ہے اور پھر سے کچھ ہے۔“  
حقیقت یہ ہے کہ آپ کی محبت کا شغل اور آپ کے اوصاف کا ذکر ہی غلامان وارثی کے لیے سب کچھ ہے اور اس کے سامنے کسی چیز کی بستی نہیں۔ بہ ریک ہے۔

ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا  
تصور میں ترے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

### بعض مجاهداتِ تعلیم

حضرت انور کے دربار میں اگرچہ عطا و بخشش کا لفگر جاری تھا اگر  
بیساکھ دن کو رہا ہے۔ آپ نے تعلیمات سے بھی مستغفید فرمایا۔ اور آپ کی تحدیں  
رومانیت نے تعلیمات میں بھی وہ شانِ خصر صیت دکھائی جو اپنی آپ کی نظر  
ہے کہ امورِ دشوار کو سہل کر دیا اور حاضر و غائب کو ناکام نہیں چھوڑا طالباً ان  
صادقی نے جو خواہش کی ایسیں کامیاب ہوئے اور حضرت انور نے خاصہ ک  
نام نعمتوں سے مستغفید فرمایا۔

جس طرح حضور پر اندر کی ذات بارکات ہنایت مقدمہ بالشان اور ارشاد و اعلیٰ تھی اسی طرح وابستگان دامن دولت نے بھی ایسی ثابتہ قدمی اور سرگرمی دکھائی جو استقلال دمروانگی کی دلیل روشن ثابتہ ہو رہی ہے۔

اگر کسی عالمگیر کے دامنے حضور نے کوئی مجاهدہ تعلیم فرمایا تو وہ بھی ایسا دیکھا گیا ہے جو نہایت دشوار اور بظاہر فطرت انسانی کے خلاف ہے مگر طالبین کے جذبائیت عشق و محبت اور حضور انور کے حسن خدارا اور روحانی اعضا نے وہ کوشہ دکھایا تو حیرت کی نگاہوں سے دیکھا گیا اور جبکہ ہبندی شیکر کا عشق تعلق ناہکن ہے۔ حضور انور کی محبت میں جو مصالح غلامان وارثی ہے برداشت کئے ان کا خیال آئنے سے بدن کے روگنگے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یوں تو عارضی اور قوتی مجاهدہ قریب قریب ہر مرید کو میں آیا ہو گا مگر تیڈا ایسے مجاهدات کا ذرکر کیا جاتا ہے جو عدیم الشان ہیں اور جن کو نہایت تعجب و حیرت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔

**ستقیم شاہ صاحب میتم اجیز شرایت کو حکم ہوا کہ :**

**”اب آنکھ نہ کھولنا اور دنیا کی کسی چیز کو نہ دیکھنا۔“**

چنانچہ ستر برس سے زائد زمانہ ہو گیا کہ اس مطیع حکم وارث نے آنکھ نہیں کھولی اور دنیا کی کسی چیز کو نہیں دیکھا۔

حافظ گلاب شاہ صاحب وارثی اکبر آبادی کو یہ فرمان ہوا کہ  
”آنکھ نہ بند کر دیدار رہو۔“

چنانچہ وہ اس حکم کے بعد چواليں سال تک زندہ رہے اور کبھی آنکھ بند کی نہ سوئے۔ ایک پتھر سے سہارا لگائے ہوئے میٹھے رہتے تھے۔

عبد الرزاق شاہ صاحب وارثی کو حکم ہوا کہ ”بات نکزو۔“

جناب شیدا میاں صاحب اس حکم کا تفصیل واقعہ ارتقام فرماتے ہیں جو یہ ہے کہ :

شاہ صاحب موصوف ضلع بارہ بیکی کے باشدے تھے گر بارہ ضلع

پڑیں زیادہ قیام رہتا تھا ایک پتھر حضور انور بالکل پوری نہان بناوے ہو لوئی  
فضل المام صاحب کے مکان پر قیام نہیں تھے۔ بناوے مل نہان صاحب رہیں ہوئے  
کہ ہمراہ عبدالرزاق شاہ صاحب بھی حضور کی تدم بوری کے لیے ہاتھ ہوئے  
اور شاید بے نسل ان کی زبان سے کوئی بات عمل کی کہ حضور انور نے ذمیا،  
”چپ رہو“

اسی وقت سے شاہ موصوف ناموش ہو گئے اور حضور کی مراثت کے  
بعد بھی اپنی ضروریات کی باقتوں کو اشادروں سے بتاتے تھے۔  
دو سال کے بعد جب حضور پتھر بالکل پور قشر اپنی لے گئے تو پس تقدیر حد ذات  
عبدالرزاق شاہ صاحب کو اپنے ہمراہ حضور کی خدمت عالی میں لائے اور بے  
یک زبان ہو کر عرض کیا کہ ان کو سمت تکلیف ہوتی ہے۔ لہذا بات کرنے کی  
اجازت ہو جائے۔

اٹ لے شاہ صاحب کی طرف دیکھ کر فرمایا،

”بات کرنا چاہتے ہو؟“

شاہ صاحب ناموش رہے۔

حضور نے تھوڑے سکوت کے بعد کہا کہ فرمایا،

”وضعداری کے خلاف ہے اب کیا بولو گے تھوڑی عمر جو باقی ہے اس کو  
یونہی کاٹ دو۔“

یہ سنکر شاہ صاحب کے آنسو بننے لگے۔

پھر حضور نے مقصہ بلوں سے فرمایا،

”عبدالرزاق شاہ دنیا میں تو کیا بولو گے قبر میں بھی بکریں کو جواب  
نہ دیں۔“

اس کے بعد منزہ پر ہاتھ رکھ کر حضور انور نے تمام فرمایا اور عجیب جوش کے  
لجمیں ارشاد فرمایا،

عبدالرزاق شاہ قیامت کے دن اگر خشد ابھی سوال کرے تو جواب

زدینا۔

یہ حکم سنکر شاہ صاحب تو نہیں تھا مختون و مسرور ہو کر قدم بوس ہوئے اور تنام حاضر ہیں دیر تک کیف رہے اور ایک ہی سال کے اندر شاہ عبدالعزیز صاحب نے اس قضیہ عصری سے رہا ہی پائی۔ فَلَمَّا أَتَاهُ اللَّهُ وَرَاتَ إِلَيْهِ رَاجِعًا۔

خدائجش صاحب کنگل کے ساتھ حیثیات بلکہ جیسے نباتات کی بھی نمائعت تھی چند روز بک تو پانی میں رکھ گھول کر دہ پیتے رہے۔ آخر یہ حکم ہوا کہ اس مددوں تمام پر جو چیز خود پیدا ہو جائے اس کو بغیر نکل مردی کے کھالیا کرو۔ چنان پڑھتیں سال بیک اس صابر و تعالیٰ مرد خدا نے وہاں کی گھاش کو اباں کر کھایا جحضور انور کی محبت کا کرشمہ تھا کہ ایسے سخت اور دشوار حکم کی پابندی میں شاہ خدائجش صاحب کے آخر وقت تک ایسی ثابت تقدیمی اور استعلال کا انہمار ہوا ہے تو عدم اثال ہے۔

جنگلی شاہ صاحب حضور کے ایک فقیر تھے جو ریاست محمود آباد کے رات میں ایک جنگل میں رہتے تھے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضور اس راستے سے گذر رہے تھے مژاہد برادر یہ یگ صاحب شیدی اوارٹی حضور انور کے سہراہ تھے۔ مژاہد صاحب کا بیان ہے کہ آپ نے تھوڑی دیر راہ میں تیام فرمایا۔ ایک درویش نے اسم حق کی ضرب لگائی اور جنگل سے نکل کر قدم بوس ہوئے۔ چند منٹ کے بعد آپ نے

فرمایا:

”جنگلی شاہ جاؤ“

یہ حکم سن کر دہ پلے گئے۔ ان کی دھشت اگلیں صورت دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔

میں نے عرض کیا ”حضور یہ کون تھا؟“

فرمایا: ”یہ پہلے بہت خوشحال اور قابل شخص تھا گر جب سے فقیر

ہوا ہے ام تے کہ دیا ہے کہ جانوروں کے ساتھ رہا کرو؟

مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شیداوارثی ناتال میں کہ،

مرات شاہ صاحب بھاگل پوری جو پلے ہندو تھے اور حضور کی محبت میں  
ترک دنیا پر مائل ہوئے۔ انہوں نے ایک مرتبہ مجھے فرمایا کہ حضور اپنے ساتھ  
کر دک کہ بھکو کوئی بوجگ تعلیم فرمائیں۔ شاہ صاحب کے یہ نواہش جب میں نے  
عرض کی تو فرمایا:

”سبھادو بھوگ میں جوگ کریں؟“

میں نے دست لبستہ عرض کیا ”میں خود نہیں جانتا آن کو بھوگ میں جوگ  
کیونکر سمجھاؤں؟“

آپ نے فرمایا:

”پہلے وہ چیز کھا کر سیٹ بھریں جو اپنی جنس کا تخم ہو۔ مثل آلو اروی مسکر قند  
دغیرہ کے بکویر خود تخم ہیں اگر ان کو کھایا جائے گا تو گویا ان کا تخم قطع ہوا۔ ہاں  
آم خربزہ کد دغیرہ کام خزر کھائیں اور تخم کی خناقلت کریں جب اس کی عادت  
ہو جائے تو خزر کا کھانا بھی ترک کر دیں اور درخت اشتہار کے لیے ہلوں کو سو بوجگ  
لیا کریں جب اس پر بھی قدرت ہو جائے تو سو گھنٹا بھی ترک کریں اور رتکین  
نفس کے لیے صرف دیکھ دیا کریں اور جب اتنی قوت ہو جائے تو دیکھنا اصل  
بوجگ میں جوگ یہ ہے۔“

اس بحایت کے مطابق شاہ صاحب نے عمل کیا تھا۔ مگر افسوس ہے

بہت جلد ان کا انتقال ہو گیا۔ معلوم نہیں انہیں کس حد تک اس سر عبور ہوا تھا۔

جناب احمد شاہ صاحب قبلہ وارثی سیتم درج ہنگہ کا مذائق بھی اسی انداز  
کا ہے اور ان کے اکثر عادات بوجگ سے مشابہ ہیں۔ جناب شیداوارثی  
تحریر فرماتے ہیں کہ:

”ایک مرتبہ حضور رُزور نے ان سے ارشاد فرمایا:

”کہ احمد شاہ بوجگ نفس کشی کو کہتے ہیں اور نفس کشی لازمی ہے۔ چنانچہ

قرآن میں اس کی تعلیم ہے لفظ تعالیٰ الہ علیہ السلام حثیت تتفقونا میقا  
 حبیقت طیبینی جس سے زیادہ محبت کرتے ہو اُس کو ترک کر دو تو یہا  
 محبد ترکیا شے ہے۔ فقرہ کامالک یہ ہے کہ انسان کو زیادہ تمیز بوب  
 اپنی عافیت ہے پس فقیر کو چاہیے کہ سامان عافیت ترک کرے اور خیال  
 عافیت کو تکلب سے نکالے۔ اور خدا کی محبت میں خوشی سے سکھیت اٹھائے۔  
 ایک عالم متجبر ارشنڈہ بخدا در شریف حضور کے علمہ بگوش ہوتے اور  
 طلب حثیت میں تارک الدنیا ہو کر تہ بند پوش ہو گئے جنہوں پر اندر نہیں ان کا نام  
 بنداری شاہ رکھا۔ پہلے حکم دیا:  
 ”مضر کی سیر کر آؤ۔“

کچھ عرصہ کے بعد وہ مصر سے واپس آئے اور لکھنؤ میں حضور کی تدبیجی  
 سے مشرف ہوئے۔ اسی وقت ارشاد ہوا:  
 ”چین اور نیپال کی سیر کر آؤ۔“

وہ راہ خدا کے بھاپر اسی وقت روانہ ہو گئے اور عرصہ دراز کے بعد جب  
 آئے تو حضور اندر نہیں ان کو بھایت فرمائی۔  
 ”پرانا جوتا سما کر چار پیسہ روز کی مزدوری کیا کر دا در شام کو دو پیسے سے  
 افطار کرو اور دو پیسہ خدا کی راہ میں محتاجوں کو تقسیم کر دیا کرو۔“  
 اس جواب مرد نے عرصہ تک اسی طرح بسر کی اور راہی ملکے بقا ہوا۔  
 لیلی جن تہ بند پوش کو حکم تھا کہ کھڑی نہ ہو۔  
 چنانچہ اس میٹھے حکم دار نے اس طرح تعییل کی کر دو لرز پاؤں بیکار ہو گئے اور  
 تمام عمر بیٹھی گذر گئی۔ آخر علی گڑھ میں استعمال ہوا۔

رومی شاہ مشربی حضور کے تہ بند پوش فقیر تھے اور ان کو مجریت سننے بھی  
 یاد تھے اور مغربی تابعہ سے کیا بھی بناتے تھے ان کو یہ حکم تھا کہ بغیر طلب  
 اشارت کے تو کھانا لائے اس میں سے بھی نصف استعمال میں لا دا در نصف  
 محتاجوں کو دیا کرو۔“

عرصتک عظیم آبادیں رہے اور آخر مذکور ہیں انتقال کیا۔

جناب شیدا میاں دارثی ناقل ہیں کہ حضور نے میرے والدہ اجد کو حکم دیا:

”جو کچھ پڑھا ہے بھول جاؤ۔“

انہوں نے اس ارشاد کی تقلیل میں بیان کیا کہ پابندی کی کہیں نہ کیجا ہے آخر زمانہ میں وہ اپنے دستخط نہیں کر سکتے تھے۔  
ایک مرتبہ میری بہن بخدا دی تقدیر پڑھتی تھی اتفاق سے بھول گئی۔ ان سے دریافت کیا تو وہ بتاتا سکے۔

غلامان دارثی کی پابندیاں بھی ضرب المثل ہیں۔ شیدا میاں دارثی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ قصبه ملاؤال ضلع آنا و میں حضور انور و فتح افروز تھے شب کو خاصہ تناؤں فرمانے کے بعد مجھے ارشاد فرمایا:

”جہاں اور ہماں بیٹھے ہیں وہاں جا کر کہو کہ شلمک کے لوگ علیحدہ ہو جائیں اور جو لوگ شلمک کے ہوں ان کو تم علیحدہ کہانا کھلاو۔“

میں نے جا کر دریافت کیا تو پانچ شخص محرم اور ایک لڑکا شلمک کے باشیں میں ہے۔ ان کو علیحدہ کھانے کا انتظام کیا مگر ان میں سے ایک شخص نے کھانا نہیں کھایا۔ جب اس سے سبب دریافت کیا گیا تو وہ زار زار دنے لگا۔ اسی حالت میں اس نے کہا:

”آج ہم سے کیا قصور ہوا تھا کھانا کھلایا جاتا ہے ان کی حالت دیکھ کر میں بھی علیکم ہوں اور فرمائی حال حضور میں عرض کیا۔“

ارشاد ہوا: ”آن کو یہاں بلا لاؤ۔“

میں آن کو جب خدمتِ عالی میں لے گیا تو حضور نے ارشاد فرمایا:

”جمیل شاہ تم سے قصور نہیں ہوا بلکہ ہم خود بھول گئے۔“

اور اسی وقت آن کو کھانا بھی کھلایا گیا اور ارشاد فرمایا:

”اب تم روز کھایا کرو۔“

ادر تہ بند و شیرینی وغیرہ دیکران کو رخصت فرمادیا۔  
رات کو تخلیق میں میں نے حضور پر نور سے پوچھا: "یہ جیل شاہ کون  
تھے؟"

ارشا در ہوا:

"یہ ہمارے مرید ہیں اور چالیس برس سے شلد کے ورہ میں رہتے ہیں  
اور یہ غلہ نہیں کھاتے بلکہ ایک ریشد اور درخت ہوتا ہے اس کا عرق پی لیتے  
ہیں بگرا ج ہم اپنا حکم خود بھول گئے اور کھانا کھلوادیا۔"  
یہ واقعہ تاضی رحمت علی صاحب دارثی اکبر آبادی نے بھی راقم الحروف  
کو تحریر فرمایا ہے وہ بھی اس وقت لاذواں میں موجود تھے۔

مرزا محمد ابراہیم سیکے صاحب شیداوارثی لکھتے ہیں کہ جب ہیں کربلا میں مغلی  
گیا تو سید جواد صاحب اس زمانہ میں کلید بروار تھے ان کی والدہ ماجده نے بخود  
نبھتے لاش فرما کر حضور انور کے حالات بیان کئے اور اس دور وارثی کا تذکرہ کیا۔  
عراق عرب میں آپ رونق افزوز ہوئے تھے اور حضور کے وہ تصرفات بیان  
کیے جن کی ہم کو خبر بھی نہیں ہے۔

میں نے دیکھا کہ حضور کے فیوض و برکات ایک بین دلیل خود وہ ضعیفہ  
تھی جس کا نام بھی اتفاق سے رابعہ تھا۔ پہلے رابعہ کے حالات تو نہ تھے مگر  
اس رابعہ داری کو اپنی امکھوں سے دیکھا کہ با وجد تمامی اسباب امارت کے  
وہ صائم الدہر اور بوری نہیں تھی۔

حضور انور کے فیوض و برکات سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے اور حضور پر نور  
کے صفات برتر کی طرح آپ کے غلاموں کے مجاہدات بھی خاص شان رکھتے  
ہیں جن سے علاوہ دیگر امور کے اس منے پر کافی روشنی ٹرتی ہے کہ حضور انور کے  
دیکھنے والوں میں عاشقانہ جذبات کس حد تک تھے کہ اپنے عیش و نشاط کی سیاری  
کے علاوہ انہوں نے اپنی زندگی کو موت سے بدل دیا بلکہ موت بھی ایسے مصائب  
کے سامنے آیے ہے اور یہ مجاہدات انہیں مقدس نعموس کا حصہ ہیں جو ازل سے

ماشناں الی کی نہ رست میں نامزد ہیں۔

حق یہ ہے کہ حضور انور کے شیخستانِ جمال عدیم الشال آپ کی ہر ایک اور  
مفتون تھے اور زندگی راحت تھی میں گذرے یا صیحت میں وہ آپ کے خیال پر جان  
دیتے تھے، ان کے یہ اہم مجاہدات ان کے کمالِ عشق کی بین دلیل ہیں تھے،  
کس کا منہ ہے بخ کرے عشق ترے ابر و کا  
منہ نہ تکوار سے موڑے یہ جگہ کس کا ہے

## مسئلہ خلافت و جائشیت

سلسلہ عالیہ وارثیہ میں یہ ایک نہایت  
معورکتہ الارامنڈ ہے جس کے باعث

طرح طرح کے خیالات پھیل گئے ہیں اگرچہ راقم الحروف بھی اس مسئلہ میں عرضہ راز  
یک مخالف طریق میں رہا اور مختلف بیانات کے باعث اس سلسلہ عالیہ وارثیہ میں خلافت  
و سجادگی کو تکیم کرتا رہا۔ مگر تحقیق و تدقیق سے جو ثابت ہوا ہے وہ یہ ہے کہ آپ  
نے خود نہ کسی کو خلیفہ بنایا تھا۔ سیدادہ نشین نامزد کیا، وہ حضور انور کی تابع داد پس اپنے  
کے پابند تھے نہ مشائخ نہ اندماز تھا، نہ تعلیم کا وہ طریقہ تھا نہ بیعت کا وہ طرز تھا  
حضرت انور کے طریق میں جو بات تھی وہ خاص تھی اور اس کی شانِ حرمت آپ ہی کی  
ذات سے ملتی ہے۔ دیگر سلاسل اور فتاویں میں نہیں ملتی، پرانا نچہ اس بارہ میں جو  
آپ کے ارشادات ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

ویسیہ بخشش میں ہے کہ حضور انور نے ارشاد فرمایا:

”منزلِ عشق برتر ہے ذکر و اشغال سے بچ کر ہے۔ اور میں نہ ہب عشق کرنا  
ہوں۔ اس مسئلک میں سجادہ نشینی وغیرہ نہیں ہے جو شخص بدلہ شق میں سرشار اور دام  
مجبت میں گرفتار ہو گونا کرو بھوپالا چمار ہو وہ مجھے سے ہے۔“

جانبِ مولوی شیخ شیر حسین صاحب تدوائی رہبر طرابیٹ الاستیر المختاران  
محیر فرماتے ہیں کہ آپ کی زبانی بارہ میں نے تھا ہے:

”ہمارا مشرب عشق کا ہے عشق میں کسب نہیں غذا کی دین ہوتی ہے۔ جس ا

کوئی خلیفہ نہیں۔ عشق میں خلافت کسی کے ساتھ مخصوص نہیں تھیں کہ دلیں  
عشق ہو؟

مولوی نادر حسین صاحب دارثی بخرا جامی (سابق وکیل بادشاہ بیگی) جو بارہ کام  
دارثی میں شرف تدعاالت رکھتے ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ حضور نے بتا ماقصود اپنے  
صلح باز بیگی سے مجہد سے ارشاد فرمایا:

”ہمارا کوئی جانشین نہیں ہے ہماری منزل مشق کی ہے جو کوئی دعویٰ کرے  
دہ باطل ہے۔ نادر حسین تم سے اگر کوئی امکنہ پوچھنے تو یہی کہدینا:  
میں نے عرض کیا اگر ایشیتنتہ گورنر جنرل پوسٹس گے تو یہی عرض کروں گا  
جو ارشاد ہوا ہے تھا منی بشیش علی صاحب سے ارشاد فرمایا:

”وہ تحریر لاو اور منشی جی کو دیدو؟  
تماضی صاحب نے عرض کیا۔ ایک ہی تحریر ہے جو کہمی گئی ہے:  
فرمایا:

”وہی لاو؟“

تماضی صاحب تحریر لائے جحضور نے ملاحظہ فرمایا کہ مجھے مرمت فرمائی  
کہ اپنے پاس رکھو۔ چنانچہ وہ میسکر پاس موجود ہے۔  
یہ تحریر مولانا سید عبدالاد شاہ صاحب نے عین المقادین میں بھی نقل کی  
ہے جس میں خلافت و سمجھادگی کا انقطاع ہے۔

حقیقت حال یہی ہے کہ حضور انور نے کسی کو خلیفہ یا جانشین نامزد نہیں فرمایا  
اب سوال یہ ہے کہ ایسی حالت میں جبکہ رآپت نے کسی کو سمجھادہ شیش بنایا یا نہ خلافت  
سے سزا فرمایا گر حضور کے اکثر فقراء لوگوں سے اکثر بیعت لیتے ہیں، ان کا یہ فعل  
کہاں تک جائز ہے؟

اس کا جواب حضور انور کے حالات و راجمات غور کرنے سے تو تحقیق ہوتا  
ہے وہ یہ ہے کہ حضور پر نور کا طریق فخر بالکل جد اکاذ تھا جو مجاہدات و یاضفات  
آپ نے تعلیم فرمائے ہیں وہ اعلیٰ ترین تعلیمات پر مبنی ہیں، گر حضور انور کے دربار میں

کوئی خاص میباشد تعلیم شدھا۔ آپ پرستن پا بند تسلیم درضا تھے اور یہی اپکا ملک  
حیثیت تھا۔ کبھی کوئی ظاہری انتظام بھی آپ نے نہیں فرمایا سب کام خدا کے حوالے  
تھے۔ آپ عادت ان افعال کو پسند نہیں فرماتے تھے جو کسی غرض پر مخمل ہوں۔ رکسی  
ایمیں سے زید و عبادت کو پسند کرتے تھے۔ جو بات بے لوث ہو دی جو غرب  
غاطر اقدس تھی۔ اور حضور کے محبت خاص کا بھی یہ شعار ہے اسی پر دہ کار بند  
رہے۔

آپ کے جو فیوض دربارات تھے ان کا مختصر تذکرہ گذشتہ ابواب میں ہو چکا  
ہے جن کے مطابع سے یہ بات کامل طور پر تحقیق ہوتی ہے کہ اگرچہ آپ نے اشاد  
خلافت سے لوگوں کو فرستہ از نہیں فرمایا مگر فیوض خلافت سے صفر در  
متاز فرمایا ہے۔

علم وہ ایسیں جن لوگوں کو آپ نے خرقد مرحمت فرمایا ان کی بھی مفتاح  
تسلیم ہیں بعض کو صرف تہ بند مرحمت فرمایا بعض کو تہ بند کے ساتھ لٹکوٹ کا  
بھی حکم دیا بعض کو ان دونوں چیزوں کے ساتھ یہ اعزاز بھی مرحمت فرمایا کہ ان کا  
نام بھی بدل دیا۔

بعض کو ظاہر تعلیمات سے مستقید فرمایا۔ بعض کی باطنی طریقہ سے تسلیم فرمائی  
حضر افروز کی مصلحتوں کا اور اک بہت مشکل ہے۔ اس لیے اس پر کوئی رائے قائم  
نہیں کیا کسی کو حضور کے ان راتیعات میں کیا اسرار تھے۔

حضور کا خرقد مرحمت فرمان اپنی ہستی کو مٹا دینے کا سبق دینا تھا کیونکہ اکثر  
خرقد مرحمت فرمائے وقت حضور افسر نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

”لوگی بیاسِ زندگی ہے اور یہی کفشن ہے۔“

آپ کی تعلیم ریاضت و مجاہدات جس تدریجیم تھی اس کا خیال کرنے سے  
بدن کے رو ہٹکے کھڑے سو جاتے تھے اور ایسے جہا داکبر کے عاملوں کو بھی آپ نے  
خلافت نہیں دی۔

اس سے ظاہر ہے کہ آپ کی تعلیم یہی تھی کہ نہ سو جاذ اور اپنی ہستی کو مٹا دو

جب یہ درجہ حاصل ہو جائے گا پھر ہو فضل بھی صادر ہو گا وہ اختیاری نہیں ہو گا  
بکر دہی وقت کام کرے گی جسیں اپنی ہستی گم ہو گئی ہے۔

بقول حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر حضرت اللہ علیہ سے :

جب تک خود ہی ہے جب تک ہی تک ہے خدا جدا

غثیت گر آپ سے ہو تو حق کا ظہور ہے

جب اپنے وجود میں واجب الوجود کی جلوہ گری ظاہر ہو گئی اور انہی خواہش کا  
کوئی اثر باقی نہ رہا تو گویا طالب و مطلوب میں عینیت ہو گئی۔ یہی غثیت کے حقیقت  
اور یہی سندِ خلافت ہے جو حیات و ممات میں صالح نہیں ہو سکتی۔  
خلافت و سمجھادگی کے انقطاع سے پیری و مریدی کی نفسی نہیں ہوتی کیونکہ  
آپ نے اپنے ملکہ بگوشوں کو بیعت یعنی سے منع نہیں فرمایا۔ جن لوگوں کا ایسا  
خیال ہے وہ حضور انور کی مقدس روحانیت اور باطنی تاثیرات سے  
لا علم ہیں۔

چنانچہ اس کے ثبوت میں ایسے واقعات موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا  
ہے کہ حضور پر نور کے عہد میں بھی آپ کے فقرائے عالی انتدار نے بیعت لی  
ہے۔

حاجی محمد شاہ صاحب دارثی (۔) جو ایک خوش بیان واعظ ہیں)  
ناقل ہیں کہ مولانا مولوی ہدایت اللہ صاحب دارثی الا ضاربی محدث  
سروری کا واقعہ ہے جو انہوں نے خود محمد سے بیان فرمایا تھا :

”شاہ جیاں پور میں ایک خرقہ پوش دارثی درویش ملے جو بڑے ذاکر و  
شاغل اور اہل ول تھے“ میں نے ان سے ایک مرتبہ کہا :

”اگر تھا رے پیر مل جائیں تو میں ضرور مرید ہو جاؤں“

انہوں نے اپنے ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے کہا ”یہ دہی ہاتھ ہے“  
اس کے بعد میرے دل میں خود بخود حضور کی بیعت کا خیال پیدا ہو گیا جب  
میں دیوبہ شریعت میں حاضر ہو تو آپ نے خود بخود ارشاد فرمایا :

”یہ ہاتھ اور وہ ہاتھ دو نہیں“

اس کے بعد میں حضور کے درست مبارک پر بیعت ہوا۔

مکین شاہ صاحب وارثی، قائم شاہ صاحب وارثی، معصوم شاہ صاحب  
دارشی دہلوی، قادر شاہ صاحب وارثی، پھر انوری اور ان حضرات کے علاوہ دیگر  
فقراء دارثی، حضور کے زمانہ میں لوگوں سے بیعت لیتے تھے۔ جب متذکرہ بالا  
بزرگوں کے مرید حضور کے خدمت میں حاضر ہوتے اور بطور شکایت حضور سے  
کرنی عرض کرتا کہ یہ حضور کے غلام فقیر کے مرید ہیں جس حضور کی موجودگی میں ان کی بیعت  
لیئے کامیابی ہے، حضور انور ان سے بیعت لئے لیں تو حضور انور اور ان مریدوں  
سے فرماتے :

”سو تو تم ہمارے مرید ہو رہے ہاتھ اور وہ ہاتھ ایک ہی ہے ان سے اور ہم  
سے مجتہد رکھو!“

آپ اسی بیعت کو تاہم رکھتے اور دوبارہ بیعت نہیں لیتے اور اس بیعت  
کو باز نہ رکھتے تھے۔

اس قسم کے واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ جس طرح آپ دیگر امور  
میں ایک خاص شان رکھتے تھے اُسی طرح اس مسئلہ میں آپ کا جدا گاہ طرق  
عمل تھا، پوچھ کر ہر بات کے کمال پر آپ کی نظر تھی اس لیے خود کا عطا فرمانا گویا  
رو حائیت حاصل کرنے کی ترغیب تھی اور اپنی ہستی میادیتے کی تعلیم دہا یہ  
تھی، اور اگر طلب حادث ہے تو حضور را نور کی مقدس رو حائیت حسکر زدن میں  
نایا تغیر پیدا کر دیتی تھی۔

حضور انہ انباطا ہر مجتہد کی تعلیم دیتے تھے اور حیثیت اگر غور سے دیکھا جائے  
تو مجتہد عطا فرمانا دیتے تھے۔ اب اس میں ترقی حاصل کرنا طالب کے ذوق د  
شرط پر غصہ ہے۔

کامل مجتہد یہ ہے کہ محب خود مسیح رب بن جائے اپنی ذات کو ناکرنسے  
جب یہ عینیت ہو گئی تو اس کے کل حرکات مجروب کے افعال بن گئے۔ یہی

حضور نور کی مخصوص تعلیم تھی۔

چنانچہ آپ کے اکثر فقراء جوان درجات پر فائز الارام تھے حضور کے زمانہ میں سعیت لیتے تھے اور آپ ان کو منح نہیں فرماتے تھے بلکہ ان کے مریدین سے مش اپنے مریدین کے نہایت شفقت و مہربانی سے پیش آتے تھے۔

حال نکھل نہ آپ نے ان کو بظاہر خلافت دی نہ اجازت دی اور آپ ہی کے عہد کی ایسی نظیریں بھی موجود ہیں کہ بعض فقراء معتقدین کو خدمتِ عالیٰ میں حاضر کرتے اور خود حضور سے سعیت کرتے تھے۔

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان میں وہ تابیت پیدا نہیں ہوئی تھی اور وہ اسی پر ہٹک گئے تھے۔ اس وجہ سے متصاد صورتیں پیش آئی ہیں۔

حضور نور کے خرزہ لوشوں اور دیگر حلقوں بگوشوں میں ایسے مخدوس افسوس کی اب بھی کمی نہیں ہے جن پر خدا کی کثیر التعداد مخلوق اپنا اعتماد کرتی ہے اور ان کے فیوض و برکات سے استفادہ مت خاہری و باطنی حاصل کرتی ہے۔

سلسلہ عالیہ وارثیہ کے بزرگوں کی نسبت میرا یہ ذاتی خیال ہی نہیں ہے بلکہ اس زمانہ کے دیگر مستند اور مرجح خلافتی اور واجب الاحترام اہل اللہ کو یہی اقتراہ ہے۔

چنانچہ مند آرائے رشد و بدایت حضرت مولینا مولوی خواجہ شاہ عبدالصمد صاحب دہلوی سجادہ نشین حضرت محب البنی مولینا محمد فخر الدین حشمتی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں :

”حضرت حاجی شاہ دارث علی قدس سرہ العزیز مشائخین متاخرین ہندوستان میں ایسے مشہور و معروف ہیں جن کے کامل ہونے میں طریقت کے چلنے والوں میں سے کسی کو بھی شبہ نہیں کی اصحاب ان کے نام میوا اور ان کی خدمت نیشن مورہبیت سے بیض یافہ ایسے دیکھنے میں آئے جن میں نسبت عالیہ حشمتی قادر یہ موجود و مشہود پائی ہر چند فقر کو حضرت محمد و ح کی خدمت میں نیاز حاصل کر لئے کام موقع نہ ملا مگر آپ کے خلفاً اور خادمان خاص کو خاص حالت میں

ویکجا بکہ ان میں سے بعض کو تفسیر یہ و تجزیر یہ کہ عامل پایا یہ فقیر و عاکر تھا ہے کہ خداوند کریم حضرت حاجی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس سلسلہ کو نامُ رکھنے اور یہ اپنے چیرانِ عظام کے اتباع ظاہری شریعت اور اتباع باطنی طریقت میں عمر بسر کریں اسلام

### فتیٰ عبد الصمد عضی عنہ از ولیٰ مشریف

حضرت مولینا شاہ سید ابوالاحد علی حسن صاحب اشرفی الجیلانی منداد رائے کچھ پڑھنے کا فرماتے ہیں :

”بلہ توجہ اور تربیت ظاہری جس پر حاجی صاحب قبلہ نے توجہ تلبی ڈال دی دہ کامل ترین مردمان سے ہو گیا۔ ایسے بعض اصحاب نجود سے لئے ہیں :“  
اسی طرح حضور کے دہ مریدین بالکلین ہن کو خرقتہ محنت نہیں ہوا اور اپنے اسی بآس میں رہے گر روحانیت کے لحاظ سے وہ نہایت محظوظ ہے۔ دیکھئے گئے۔

سرچشمہ فیوض شریعت و طریقت بیل بوستان رسالت حضرت محمد شاہ محمد سیلان صاحب قبلہ مدظلہ العالی (متوطن بحلواری ضلع پٹیون) تحریر فرماتے ہیں :

”حضرت قبلہ حاجی دارث علی شاہ صاحب تدرس سرہ کوئی عارف بالله اور مست و مدد ہوش بادہ وحدت سمجھتا ہوں۔ دو پار بار نہیں بلکہ بیسوں بار خدمت اقدس میں حاضر ہوا ہوں اور ان کی متدس روحاںیت سے فائدہ اٹھایا ہے۔ ان کے صحبت یافتہ اور دست گرفتہ لوگوں میں جناب مولوی ہدایت اللہ صاحب پارسی ان کو بھی محقق پاکیا پایا۔

متدکرہ بالابیانات سے ظاہر ہے کہ دیگر ملاسل کے مختصر مزبور گوئے بھی حضور انور کے خدام و فقراء اور دیگر مریدین کی حالتیں نظرِ غائزہ سے دیکھی ہیں اور یہ ان کی عینی شادوت ہے کہ حضور انور کے دست گرفتوں میں فقراء بھی اور علماء بھی بحور روحانیت کی طرف مائل ہوئے وہ مراتب علیا سے فائزِ المرام

اکٹے ہیں۔

بادخود اس کے حضور انور نے خلافت عطا نہیں فرمائی مگر انہوں نے دہ اعلیٰ مارج اور مقدّس اثرات حضور کے حلستہ بگوشوں میں مشاہدہ کئے جو خلافت سے بدر جانا چاہی ہے۔

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ جس طرح حضور انور کے تماقی رموز دلکش کا سمجھنا ہمایت اہم تھا اسی طرح یہ بات بھی ہمایت مُتمم باشان ہے کہ آپ نے بنظاہر کسی کو خلافت سے ممتاز نہیں فرمایا حضور انور کسی باتوں کو پاپ نہیں کرتے تھے اور نہ ایسی باتیں مرغوب طبع الطیف تھیں جو کسی فنظم و نظم پر مبنی ہوں۔ ہر ایک بات کی حقیقت اور تہہ پر نظر تھی خذایک فضُّل اللہ یعنی تیہہ من یَسَّرْ  
وَاللَّهُ أَذْوَى الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ وَطَلَّكَا نَصْبَ الْعَيْنِ تھا۔

چنانچہ خود ارشاد فرمایا ہے :

”معرفت کسی ہی زیر پیش نہیں ہے وہی ہے جس کو خداوند کریم اپنی معرفت  
نکھل کر کا اجراء نہیں۔“

آپ کے تماقی کام دستِ قدرت میں تھے حضور انور کی ایک نظر کامل مکمل بنا دیتی تھی اور ناظمِ حضور پر نور کا انسانِ خلافت سے مستفید نہ فرم نا خلافت کی نفعی میں ضرور پیش کیا جاسکتا ہے مگر اس سے بیعت لینے کے خلاف نیچے نہیں نکلتا، اگر ایسا ہوتا تو جن لوگوں نے حضور کی حیات میں بیعت لی ہے ان کی ضرور تہذید کی جاتی، مگر آپ نے اُن کی بیعت کو جائز رکھا اور ان کے مریدین سے بھی کوئی رسیعت نہیں لی نہ منع فرمایا۔

جس سے یہ سلسلہ بالکل صاف ہو گیا کہ حضور کی مخدوس تاثیرات باطنی سے جو لوگ اس تقابل ہو جائیں اور جن کو حضور کی ذات باہر کاتاں میں فنا کے کامل حل ہو جائے وہ اس کے اہل ہیں مگر نسبت حاصل ہونا چاہیے۔

جب حالت بدال جائے گی تو خود بخود واقعات و حالات تبدیل ہو جائیں گے اور ایسی صورت میں جو فعل بھی مسزد ہو گا وہ اپنا نہ ہو گا اور ایسی بابت

ازاد کی بیعت کے متعلق حضور پر نور نے ارشاد فرمایا ہے :  
”یہ ماتھا درودہ باقاعدہ نہیں ہیں“

اپنے دست گرفتوں کو اپنی سنتی مشادیے کی تعلیم دیتے تھے جو کمال روتا  
پر بنی ہے اور جس کا خاص روحاںی نیرض سے تعلق ہے اور یہی حضور پر نور کی تعلیمی  
تعلیم ہے جو ظاہری علیش و قائم اور خودی کے خیالات کی قطع کرنے والی ہے  
پس حضور پر نور کے خاص محبتوں کی بیکی شان ہے کہ وہ نمائشی باتوں سے بے تعلق  
اور جامِ محبت سے سرشار رہتے ہیں اور مال ددولت عزت و شرودت کے  
واقعات آن سے دُور رہتے ہیں۔ آپ فتنہ کی تعلیم دیتے تھے اور اسی تعلیم سے  
ان ان افضل تین انسان بن جاتا ہے۔ اور یہی وہ تعلیم ہے جو جناب رسالت  
تاب صلیم کی تعلیمات کا مأخذ ہے اور لبخوائے الفقر فخری حضور سید عالم نے  
اس پر فخر کیا ہے۔

مبادر کے ہے وہ گروہ جس دھرم پر حضور کے روحاںی تصرفات و تعلیمات سے  
یعنی دبرکت حاصل کی اور اپنی شخصی خواہشات کو مٹا کر روحاںی زندگی  
کی راہ میں قدم رکھا۔

## فیضان والا یت

اگرچہ حضور انصار کے ابتدائی حالات  
با برکات سے فیضان والا یت  
کامل و مکمل طور پر ظاہر و ہویدا ہیں اور تمامی واقعات فیوض و برکات کا سرچشمہ  
ہیں تگر مسئلہ خلافت کے ضمن میں ان واقعات کا ذکر نہ ہما مناسب نہ ہو گا  
جس سے یہ یات ہوتا ہے کہ حضور انصار کے فیوض و برکات کا احصا ہنایت شکل ملکہ  
نا ممکن ہے کیونکہ آپ نے ہنایت دو دراز مالک کا سفر فرمایا ہے اور اثاث اس فر  
میں بہت سے لوگوں کو مختلف طریقوں سے روحاںی فائدہ پہنچا اور اپنے فیوض  
سے متعدد فرمایا۔ آپ کے فیضان کے لاتعداد ولا تھنی ہونے کا دیگر مدلسل  
کے محترم بزرگوں کو بھی احساس ہے جیسا کہ اکثر بزرگوں کے احوال وغیرے کے

اپنے اپنے موقع پر ظاہر ہوا اور آئندہ ابواب میں ظاہر ہو گا۔

رائم الحروف کو مولوی محمد ناظم علی صاحب فضلی نائب ہمتم مدرس عالیہ  
وقاییہ کھٹو نے حالت علاالت میں حضور انور کے حالات معلوم کاہ کہ مر جلت فرازے  
گرمیں نے پھر کھا کر جناب کو اس ذاتِ محروم و اعفافت سے اکثر شرمن صحبتِ جانش  
رہا ہے اور مجھے جناب سے زیادہ واقعات و حالات لٹھنے کی امید تھی مگر کم ہے  
حضرت پر انور کے اخلاق و نیزہ کے متعلقی کچھ روایات تحریر فرمائیں۔ تو جناب برسوت  
نے میسر عرض کا بھوجراب دیا وہ حسب ذیل ہے:

«لغاف موصول ہوا، واقعی حالات بہت کم لکھنے گئے اٹھیں چوتھے  
روز تھوڑا تھوڑا جب فحست ہوئی تھا گیا جب مرض کا غلبہ ہو گیب  
ہفتہ دو ہفتہ ادھر رخ بھی بیسیں سہا مجبوری و معدود رہی۔ میکن  
حضرت حاجی صاحبؒ کے بعض اوصاف عالیہ کے دریافت کرنے  
پر مجھے تعب ہوا۔ شاید آپ نے حکایتِ فاضۃ ظاہری و باطنی  
پر غور نہیں فرمایا اس خاکسار کے نزدیک صفتِ اناضدِ اہل اللہ کے  
حصول وصول کاں و تکیل کے بعد مکمل ہوتی ہے میں  
ہرگداشتِ مردمیہ ال کے شود  
پشمہ آخر سیماں کے شود

پس کوئی صفت اس سے اعلیٰ ہر سکتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

حضرت پر انور کے فیوض و برکات کی آفات کی طرح روشنی پھیلی ہوتی ہے اور  
ہر کم ہر آس سے مستفید ہے جس طرح آپؒ کے تمامی اوصاف میں ناص و سعت  
ہے اسی طرح فیوض بھی نہایت ہمتم بالشان ہیں اور آپؒ کے داشتگانِ دامان  
دولت میں نہایت متزا فزادگر سے ہیں جن میں سے بعض بزرگوں کا تذکرہ  
اس کتاب میں غصر طور پر ہو چکا ہے حضور انور کے تمام ایسے فقراء اور بیرونیں کا  
ذکر بزرگ کا لاست صوری و معنوی سے کا حلقہ مستفید ہوئے ہیں ہمارے علم سے باہر ہے  
اور بعض بزرگوں کے نام نامی ہمارے ذہن میں بھی ہیں تو ان کو سُم خصوصیت کے ساتھ

پیش نہیں کر سکتے۔ یہ اتنا کہ ان پر ایک عالم کا اعتقاد ہے اور ان سے معرفت و حقیقت کے فیوض بخاری ہیں اور وہ ہر طرح کامل و مکمل ہیں۔

جیسا کہ حضرت مولینا شاہ علی حسن صاحب تبلد اشرفت الجليلی منذر ائمہ کوچھ فیض یا حضرت مخدوم زادہ والا استبار حضرت مولینا شاہ عبد الصمد صاحب تبلد سجادہ نشین حضرت محب البیت مولینا فخر صاحب قبلہ منی اللہ عنہ کے ارشادات سے ظاہر ہے جو سلسہ خلافت کے تحت میں درج ہوئے۔ گریہ ان مستند مرجح خلافت بزرگوں کا مشاہدہ ہے جن کو انہوں نے ظاہر فرمایا اور حقیقت ایسے ہی بصریں کی رائے جو خود بھی سرچشمہ فیض ہوئی حقیقت آگاہ لوگوں میں وقیع نظر دیں سے دیکھی جائے گی۔ مگر میرے نزدیک اُن کے اسامیے گرامی ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے چنانہ اگر ہم اپنے خیال اور عقیدے کے بوجب میشیں کہیں تو ان سے حضور پر نور کے دلیل اور نہایت دلیل و نتیجہ باشان فیوض و برکات پر جوستی نہیں ہو سکتی کیونکہ ہر لکھ اور ہر طبقہ میں آپ کی مقدس نشانیاں موجود ہیں اور ایک ہی بساں یا ایک ہی شکل میں ان کا ظہور نہیں ہے بلکہ مختلف صورتوں اور مختلف بآسوں میں آپ کے فیوض و برکات کی جلوہ نشانیاں ہیں بس ممکن ہے کہ جو اسامیے گرامی ہمارے ذہن میں ہیں ان سے کہیں زیادہ بزرگ و برتر اس کتاب کے ناظرین کی نظر سے گذر ہے ہوں۔

حقیقتہ اس شان و عنلت کو دیکھتے ہوئے مخصوص طبقہ پر کسی کا نام لینا جائز ہی چہارت ہے۔

کس طرح بتایا جاسکتا ہے کہ ملک میں کون حضور کا ماقبل بگوش ہے اور کس کے ذریعے سے فیوض و برکات جاری ہیں کیونکہ کوئی تحقیق اس کے متعلق اب تک نہیں ہوئی اور نہ خود حضور پر نور نے کبھی کچھ ارشاد فرمایا۔

ذکوئی ضابطہ اور باقاعدہ انتظام تھامنہ کرنی ہرست یا دیگر سلسہ تکفیلاً بلکہ جو کچھ تھا فیض و برکات کا سلسہ تھا جس سے قسمت اور نصیب کے موازنی علیٰ نہ مراتب ہر شخص مستفید ہوتا تھا اور حضور افرزے حقیقی ثابت رکھنے والوں سے اب بھی فیوض و برکات جاری ہیں اور اب عالم میں وہ خاص متعویت و مجری بیت کی

شان رکھتے ہیں۔ اس موقع پر چندا یہ تذکرے کیکے جاتے ہیں جنستاظاہر ہوتا ہے کہ حضور انور کے فیوض و برکات تمام عالم میں جاری ہیں۔ اکثر سیاحوں نے یہ تو یہ گیر ماہک کی سیاحت کی پے تو یہ دیکھ کر ان کی انگلیں کھل گئی ہیں کہ ہر ٹکڑے میں کس قدر فیوض و اثر کا گہرا اثر ہے اور وہ بھی کسی خاص طبقر یا قوم میں پھر میں نہیں ہے بلکہ جس نے چاہا وہ اس سرپرستہ ولایت سے سیراب ہوا۔

چنانچہ مرتضیٰ محمد ابراهیم بیگ صاحب شیدا لکھنؤی ناقل ہیں کہ میں نے حضور انور کے ایسا سے مبارک سے جب عرب کا دوسرا سفر کیا ہے تو حضور انور نے اکثر ہر یتیں فرمائی تھیں مجھے ان کے یہ ارشاد فرمایا تھا :

”تم رات کو محمود یہ پہنچو گے وہاں دیکھ کھانا درست بخادر ہو جاؤ گے۔ اگر کوئی ضعیفہ اصرار کرے تو اس کو اٹھنی دیدینا۔“

وہی ہوا کہ میں رات کو محمود یہ پہنچا اگرچہ میں نے ایک اتنی حضور کا ارشاد کر علیحدہ کاغذ میں باقاعدگی تھی اور اس پر بطور یاد و اشت کہ میں لیا تھا مگر اس وقت بالکل بھول گیا۔

علاوہ اڑو ہی بستے والوں میں ایک ضعیفہ عورت بھی آئی اس عورت نے مکر کہا تو میں نے یہ سمجھ کر اس سے دہا لے لیا کہ اس کی قیمت دیدوں گا۔ اور قیمت ادا کرنے سے پہلے اس میں سے تھوڑا سا دہی میرے ملازم بدوانے کے ہاتھ میں لیا۔ غور میں اس ہاندگی کی قیمت و بیان قرآن یعنی ذریحہ آمد کے قریب ہوتی تھی وہ میں نے اس کو دینا چاہا مگر اس نے نہ لیا تب میں نے کچھ اور اضافہ کیا اس نے پھر منکار کی۔

غرض میں ہر مرتبہ قیمت میں اضافہ کرتا تھا اور وہ بدستور تکرار کرتی تھی جب میں زیادہ پریشان ہوا تو اس ضعیفہ نے سہن کر کہا :

”بڑا دراٹھنی بدھ۔“

وہ عورت عربی المثل تھی گرچہ بکھ عراقی عرب کی مادر میں زبان فارسی ہے شاید اسی وجہ سے اس نے فارسی میں کہا۔ یا میری آسانی کی وجہ سے عربی میں نکلا۔

بھی خیال آگئی اور فرمائیں نے وہ اپنی دیدی۔ اس کے بعد وہ ضعیفہ بے قرار ہر کر رونے لگے اور عاشقانہ لیجئے میں سکایت شروع کی اور صد مات فراق کا اپنا ہی جو مالت میں نے اس پرواض جاں کی دیکھی اور اشتیاق دیدا میں جتندر اس کو بیتار پایا اس کے بیان سے زبانِ تکم ماجز ہے۔

جناب شیداد ارشی تحریر فرماتے ہیں کہ اس سفر میں مجھکو حضور را نے یہ ہدایت بھی کی تھی کہ بندہ دیں جب تم حضرت قبیر کے مزار پر جاؤ گے تو پیاس س مسلم ہو گل اور وہاں ہبودی رہتے ہیں اس وجہ سے تم کو پانی نہیں ملے گا۔ مگر کوئی عورت پلا بھی دے گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا بظاہر مسافتِ راہ کے سکان کی وجہ سے تشكی غائب ہوئی لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد ایک عربِ النسل مسلم عورت مجھکو بکمالِ شفقت اپنے سکان پر لے گئی اور نہایت ہمدردی سے پیٹے خرمنے کھلا دے اس کے بعد آب سرد پلایا اور نہایت محبت سے میرا حال دریافت کرنے لگی اور پھر وہ خدا پرست نیک دل خاتون اپنی سرگذشت شانے لگی پیٹے تو اُس نے اشارہ بیان کی پھر صاف حضور را نے کہ تذکرے بیان کرتی رہی اور مضطرب ہو کر کہا:

”جیسیں سال تک صد مات ہمہوری برداشت کیے اب تابِ تحمل نہیں ہے، اس برگزیدہ خدا کو میں نے غور سے دیکھا تو نہایت صحت کے ساتھ پاس انفاس جاری تھا۔ اور بر قیع کے اندر زرور بگ کا کپڑا بطورِ کفن کے پہنے گئے تھی۔“

اس دلدادہ جاںِ وارثی کی کامل نسبت اور پچی بے قراری ایسی تھی کہ اگر اس کو زیخی نے شانی کہ جائے تو بے جا نہ ہو گا۔

علی ہذا اسی سفر میں نین مکھ کا نصف تہ بند بھی اس زمان کے ساتھ مجھکر حضور نے عطا فرمایا تھا کہ:

”بخت اشرفت میں جو مانگے اس کو دیدیں۔“

چنانچہ بخت اشرفت میں ایک ایسے اہل نسبت اور صاحبِ تصرفات بزرگ سے

خلافات ہر ٹی چھ کو عالمگیر بخت کامل اور خدار سیدہ جانتے تھے انہوں نے مجھ سے اپنی امانت طلب کی اور نظاہر کیا کہ غاشیہ بردار اطاعت وارثی ہوں۔ مولوی سید شریعت الدین صاحب تبلہ وارثی ڈاً نزیل ایکنے کیوں کو نسل پبار تحریر فرماتے ہیں کہ یہرے برادر علم زادخان پہاودر مولوی فضل امام صاحب شیراز بغداد اور کرکلے معلق کے عازم ہوئے تو حضرت نے ان سے دو پڑائیں فرمائی تحقیقیں۔ ایک تو یہ کہ :

”جب تم بغداد پہنچ گے تو نعلوں گلی میں جانا دہاں تم سے ایک بوڑھی میرون سے خلافات ہو گی اس سے تم پانی مانگنا دہ ہتھیں اپنے گھر لے جائے گی اس کا شوہر نابینا اور ضعیف ہے اس سے میرا سلام کہ دینا۔“  
چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

دوسری بات یہ تھی کہ ایک کڑا چادر کا حصہ پر لوز نے مرجمت فرمایا کہ ”کرکلے معلق میں جو شخص اس کھڑکے کرمانگے دیدیتا اور میرا سلام کہ دینا۔“  
چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حاجی او گھٹ شاہ صاحب دارثی کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا شاہ فضل حسین صاحب دارثی ”سجادہ نشین کنز المعرفت“ جب فذیقتہ چی ادا کرنے کے لیے مکھ مغفرہ گئے تو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر گئی کے ہمان ہوئے حضرت شاہ فضل حسین صاحب دارثی خود فرماتے ہیں :

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مرتضی اللہ علیہ نے ایک روز مجھ سے

فرمایا :

”تم اپنے پیر بھائی سے بھی ٹلے، چلو ہم بتاریں۔“  
وہ میرے ہمراہ تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ مکھی تر مغفرہ میں حنفی مصطفیٰ پر ایک صاحب کھڑکے ہوئے ہیں ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا :  
”یہ تھارے پیر بھائی ہیں اور یہاں کے قطب ہیں۔ یہ کس سے بات نہیں کرتے اور ہر وقت ذکر میں مدد و دست رہتے ہیں اور اپنے ہی نام کی حزب لگاتے ہیں۔ ان کا

نام عبد الحکیم ہے:

شاد فضل حسین صاحب دارثی فرمائے ہیں کہ یہ بزرگ ہر وقت حضور مصطفیٰ پر ہوتے تھے جب امام نماز پڑھانے کے لیے آتے تھے اس وقت علیحدہ ہو جاتے تھے۔ یہ بزرگ صاحب ہوش بو گوں میں نہ تھے بلکہ از خود رفتگی کا عالم تھا۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب ہماجر کی مسٹر ایک اور بزرگ پیر پیاہی کو بتایا جو باہوش تھے اور خانہ گھبہ کے کلید بردار تھے۔

حاجی حافظ اختر علی صاحب وزیر نادر مسولی ضلع بارہ بکی اکھنے میں کوئی نہیں تھے کے لیے بانے کا قصد کیا تو وہ میں خیال آیا کہ کسی ترکیب سے حضور پیر نور یہ ارشاد فرمادیں کہ مدینہ منورہ اور کفر معنطر سے بچنے یہ دلپسی ہوگی۔ چنانچہ حضور انور نواب گنج میں رونق افزوتے ہیں قدیموسوی کے لیے حاضر ہوا تو اپنے نے ارشاد فرمایا:

”خواجہ سرفراز علی صاحب! کلید بردار مدینہ طلبہ سے ہنا اگر زندہ ہو گئے ملاقات ہو جائے گی جب دلپس آناتب حال معلوم ہو گا۔“

اس ارشاد سے میں مطمئن ہو گیا اور عزم سفر کیا۔ جو کے بعد میں بہت بیمار ہو گیا۔ جب تا غلہ مدینہ منورہ کے لیے تیار ہوا تو میں صحیح و تدرست ہو گیا اور مدینہ شریعت حاضر ہوا۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ خواجہ سرفراز علی صاحب کا انتقال ہو گیا اور وہ حضور انور کے مرید تھے۔

اس طرح پر بعض لوگوں کو اتفاقیہ طور پر سیاحت دیگرہ میں پڑے لگا ہے کہ کون کون بزرگ کسی کسی مرتبہ کے حضور انور کے خلقہ بگو شوں میں ہیں۔

حضرت انور نے بھی کوئی صراحت نہیں فرمائی۔ بعض لوگوں سے اپنی سیاحت دیگرہ کا تذکرہ کیا تو اس میں بھی ایسے ہی ملاقات بیان فرمائے جن سے پسند دھاری ملئے تھے یا عجیب و غریب ہیز وں کا اکٹھاٹ ہوتا تھا۔ علیم محمد علی صاحب فتحوری ماتمل ہیں کہ مجھ سے ایک ستر بزرگ حافظ عبد الحکیم

صاحب رداشت کرتے تھے کہ میں نے ایک مرتبہ حضور پر نور سے روم و شام کے حالات پڑھے۔ تو حضور انور نے بہت سے دانچا تھے عجیب درغزدیب ارشاد فرمائے اور لوگوں کے مرید ہونے کا تذکرہ کیا۔

حقیقتِ حال یہ ہے کہ اس کا پتہ گماننا ممکن ہے کہ حضور انور کے فتوح و برکات سے کس حد تک لوگوں نے فائدہ حاصل کیا۔ جیسا کہ رجوعِ ملائی کے باپ میں جناب شاہزادہ نلام محمد صاحب کا ایک قول نقل کیا گیا ہے کہ: ”گروہ وارثی ایسا نیت ان غیر تباہی ہے جس کا پتہ گناہ شوار ہے اس جنگل میں لاکھوں کروڑوں اقسام کے ذخیرے ہیں جن کو کوئی سمجھ نہیں سکتا“ بعض مواقع پر حقِ اتفاق سے ایسے اذاد نظر آتے ہیں تھے بالکل غیر معروف ہیں مگر ان کو حضور انور سے خاص ثابت و تجسس حاصل ہے۔

چنانچہ مولیٰ مولوی عبدالخنی صاحب قبلہ وارثی بیاری مذکولة العالی در ترجم طبقات اکبری والکلم الرؤحانیہ وغیرہ، تحریر فوکتے ہیں کہ حضور پیغمبر میں روشن افواہ تھے۔ ایک تہہ بند پوش عورت بنگل سے آئی اور حضور انور سے قدیمہ سوس ہوئی اور رود کے الجھا کرنے لگی کہ مجھکو کہیں بٹھا دیا جائے۔ آپ نے ارشاد فوکا کہ:

”ابھی نہیں ابھی نہیں“

اور اس کو حکم دیا:

”زنانہ میں جاکر پھیرو“

زنانہ سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ عورت ایک چھوٹا سا کپڑا بچھا کر پیچے گئی جو عورت اس کے پاس آئی تھی اس کو منع نہیں کرتی تھی مگر ایام میں جو ہوتی تھی اس کو اپنے پاس نہیں بیٹھنے دیتی تھی اور کہتی تھی،

”تو ناپاک ہے!“

اور راقمی ایسا ہی ہوتا تھا۔

اس میں ایک نقص لے

بھی تھا کہ جو عورتیں اسکو  
رپسے دوالی، اٹھنی ویتی تھیں وہ لے لیتی تھی۔ جب حضور پر فوج بھی سے  
تشعیث لے جاتے گے تو دراز مکان کے سامنے ہوتے آدمی بیٹھتے تھے اور حضور انہوں  
ایک کنارے پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے لیکن سارے مجتہدین آپ سے ہی سبست  
اوپنے معلوم ہوتے تھے اور چہرہ مبارک ماہتاب کی طرح چکتا تھا۔ جب چنس  
پر سوار ہونے لگے تو سارے مجتہدین پر ایسی رفتہ طاری ہوئی کہ پھر کسی کو حضور  
حکم ہوش نہیں رہا۔

اس وقت یہ بیگانہ دالی عورت استمند پیپوٹ پھروٹ کر رہی کہ دوسروں  
پر بھی اس کی گریز زاری کا پورا اثر تھا۔

اس قسم کے اکثر ازاد اب آخر زمانہ میں جب حضور پر فوج نے پرانے سالی  
کی وجہ سے دیوہ شرعاً میں مستقل امامت فرمائی تھی نظر آجاتے تھے جن کو  
دیکھ کر تجھ بہوت تھا کہ یہ کب اور کس وقت میں حضور اور سے مستفید بیعت ہوئے  
اور معلوم نہیں ان کو کس قسم کی کیا تعلیم ہوئی ہے۔

سید معرفت شاہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی کا بیان ہے کہ ایک مرتب  
میں خدمت عالی میں حاضر تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک درویش خدمت اقدس میں  
حاضر ہوئے۔ حضور اور نے ایک بہت دور دراز مقام کا نام لے کر  
فرمایا:

(سام کا نام مجھے یاد نہیں رہا) "کہ تم دہل سے کب پلے؟"  
انہوں نے عرض کیا "دو گھنٹے ہوئے"

لئے حضرت مولانا نے ایک ایسے فعل کر جائز کیا ہے اور جس سے سوال کا  
الزم بیگانہ کی اس خاتون پر عائد نہیں ہوتا الغلط "نقص" سے تعبیرہ فرمایا ہے  
اس سے اس بات پر روشنی پڑتی ہے کہ آپ کے مریدین غاص میں تو کافی  
استقنا کا کشتد گہرا اثر ہے۔

اس کے بعد حضور انور نے اُن سے کچھ ارشاد فرمایا اور رخصت کر دیا۔ میں استقدار در دراز کی صافت اتنی بلندی طے کرنے پر متین تھا اس لیے حضور انور کے آستانہ عالیٰ کے قریب ایک گلی میں اُک کھڑا ہو گیا جب وہ جانے لگے تو میں نے پوچھا :

”تم نے استقدار بلندی یہ منزل کیونکر لے کی؟“ تو وہ مسکرائے اور مجھے پل کر دیجا یا تو واقعی وہ جس طرح تیز ہوا میں پتہ اڑتا ہے اس طرح جاتے تھے ان کے قدم زمین سے اوپر ہوا میں معاون نظر آتے تھے میں نے ان سے کہا : ”تھارے جسم میں یہ اطاعت و نفاست کس طرح پیدا ہوں گے تو انہوں نے جواب دیا :

”مجاہدِ نفس سے کم کھانے سے کبینوں کے شکم سیر ہو کر کھانا رو ج کے لیے باعثِ اذیت ہے اور جب رو ج کو اذیت ہے تو وہ عالم ملاقت کیا پسیدا ہو سکتی ہے :“

سید معروف شاہ صاحب دارالشیعہ نائل ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے گاؤں کو گیا تھا جس کا نام ہبھول ہے تو وہاں اُن دنوں ایک مانگ شاہ نامی درویش رہتے تھے وہ میرے پاس آئے اور بہت بہت سے ملے اور مناسع باتیں کرتے ہے اور بنا یت عاشقانہ لب و لبھ میں طرح طرح کی فراٹیلیں کیں کہ میری طرف سے حضور انور کی خدمت میں یہ عرض کرنا اور وہ عرض کرنا۔ اسی اثناء میں کہنے لگے کہ دیوارے کی گلکیوں میں مکابر تھے بہت ہیں اور زمین بھی اونچی شیئی ہے جب وہ چلتے ہیں تو اُن کے نازک تکروں میں تکھیت ہوتی ہے میسٹر دل پر بلا صد مگز نہ تا ہے بلکہ ہر جائے تو دیوار کے سب مکانوں کو گرا کر زمین سبوار کر دوں۔ نئے سرے سے مکان بن جائیں اور گلکیاں ایک سی ہو جائیں۔ اس کے بعد بنا یت ذوق شوق کے عالم میں انہوں نے کہا کہ میری طرف سے اُن کو پیار بھی کریں مجکرو ادب کے خلائق جلد ناگوار گزرا اور میں نے ان سے کہا :

”آپ کو ایسی باتیں نہیں کرنی چاہیں، ادب و تہذیب کے علاط ہے۔ عشق و ر

بہت میں پاس ادب بھی خزدری ہے؟

دہ ملے گئے دوسرے روز میں بھی دیوبندی شریعت میں آگیا۔ چوتھے روز نہ لگ شاہ فتح حضور پر نور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت ادب سے اپنی عرض و مرض کرنے لگے جب سب کچھ کہ۔ پکھ اور تسلی بجھ جواب پانکھے تو کہنے لگے کہ حضور دیوبندی کی گلیوں میں سکھ تھریہت ہیں جو مکملیع دہ ہیں حکم ہو تو سب مکانوں کو سراکر زمین کو ہوا کر دوں تاکہ نہایت تحریثی سے یہ قصہ از سر نہ رہا اور ہم۔ آپ ان کی اس گفتگو پر ناراضی ہوئے اور باتے کا حکم دیا۔

آخر زمانہ کے مکتب نویس بارگاہ وارثی حاجی اوگھٹ شاہ صاحب متبد تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز کا واقعہ ہے گریبوں کا موسم تھا۔ دن کے چار بجے ہو گئے اتنا شریعت کے باہر کچھ لوگ ٹھاٹ پر بیٹھے ہوئے باقی کر رہے تھے کہ ایک درویش آئے ہن کی وجہ قطعہ ہندوؤں کی سی تھی۔ کاندھ سے پر کھاروے کی خورجی تھی بالوں کی چوڑی بہت اور پنچ گندھی ہوئی تھی اڑھی اور موچھوں کے بال بہت بڑے ہوئے تھے، توبنی اور چٹا ہاتھ میں تھا۔ لباس میں یہم آستین اور دھوٹی تھی۔ انہوں نے آتے ہی کہنا شروع کیا:

"مجھے حضور انا نور کی خدمت عالی میں پہنچا دیجئے"

میں نے کہا: "ایسی کیا عجلت ہے شہر و پنجاب یئے جاؤ گے" اور لوگوں نے بھی ایسا ہی کہا مگر انہوں نے کسی کی ایک نہ سُنی اور بہت اضطراب کی حالت میں کہنے لگے:

"مجھے لے چلو، آج حضور کے دربار سے حصہ تقیم ہو رہے ہیں۔ مجھے جنگلی شاہ نے کہا ہے کہ جلد پنجو در تعمیم ہو جائیں گے میں بندیل کھنڈ سے چلا آ رہا ہوں، مجھے اسی وقت پہنچاؤ"۔

خورجی سے لوٹاں کمال کروہ کنویں پر گئے اور منہ ما تھوڑے اس کے بعد حضور انا نور کی خدمت عالی میں پہنچی کئے گئے۔

بال ان سے حضور انا نور نے۔ کچھ فرمایا جس کو وہی سمجھو سکے گرات

دیکھنے میں آیا کہ وہ حضور انور کا ارشاد سنتے ہی نہایت شاد و شر بکرا ہوا۔ اپنی قربی اور چٹا سنبھال کر شاہ فضل حسین صاحب دارثی تجادہ لشیں حضرت کنز الرفت کی مسجد میں گئے اور درود رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی ظاہری وضع ہندوؤں کی سی نتیجی مگر یہ دراصل مسلمان تھے۔

یہ تو ایسا دلائل ہے کہ طالب حضور پر نور کی خدمت میں پہچا اور پہچکار نے اپنا حصہ مانگا یعنی واتعاوت ایسے بھی پیش کیا ہے کہ مجھ میں نہ آ سکا کہ طالب کیوں آیا اور کیا لے گیا۔

محاکر پہنچنے والے صاحب دارثی رمیں ملاؤں دجو ایک ذاکر و شاغل بزرگ میں، تاقلیل ہیں کہ مجھ سے حضرت شاہ فضل حسین صاحب دارثی تجادہ لشیں حضرت کنز الرفت بیان فرماتے تھے کہ ایک عرب یہرے پاس تشریف لائے تو خدا تعالیٰ معلوم ہوتے تھے۔ مجھ سے حضور انور کے آستانہ عالی کا پتہ پوچھنے لگے اور کہنے لگے کہ :

"مجھے حضرت سے ملنے کی سخت ضرورت ہے"

میں نے کہا : "آپ قیام کیجئے میں خود آپ کو پہنچا دوں گا مگر وہ ایسی عجلت میں تھے کہ نہیں ٹھہرے اور پتہ پوچھ کر چل دیئے۔" میں بھی ان کے ہیچ کوئی ہو یا جب رہ آستانہ عالی پر پہنچے تو درود را زہ بند تھا۔ ابھی وہ کچھ کہنے بھی نہ پائے تھے کہ دفعتہ بند دروازہ سے ایک ہاتھ ندو دار ہوا جس کو انہوں نے نہایت اور بے بوسر دیا اور حضرت ہو گئے۔

میں نے ہر چند انکو درکار کا اور ٹھہرانا چاہا مگر وہ نہیں ٹھہرے اور چلے گئے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا ممکن تھا۔

اس قسم کے واقعات اکثر پیش آئے اور آئنے والوں کے کچھ تفصیلی مالتہ معلوم نہیں ہو سکتے تھے۔

حالی اور گھٹ شاہ صاحب دارثی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن آستانہ عالی کے باہر جو ترے پر سرم لوگ ہوئے ہوئے تھے کہ ایک صاحب فیزادہ باس

میں آئے اور بیٹھ گئے۔ ان سے دریافت کیا گیا:  
”شاہ صاحب ہمال سے آئے؟ تو کہنے لگے:

” جمال سے سب آئے۔ ”

کہا گیا، ” ہمال باؤ گے ”

وہ بولے ” جمال سب جائیں کے ”

پھر پوچھا گیا ” آپ کا مکان کہا ہے ”

تو کہا ” اس کی خبر نہیں ”

اس کے بعد انہوں نے حضور انور کی خدمت عالی میں پہنچنے کی خواہ کیا تھا اور  
کچھ بعد ناز مغرب حضور کی خدمت عالی میں ان کو پیش کیا گیا۔  
حضور انور نے پھر نے کام حکم دیا اور فرمایا:  
” ان کو چھ خوراک دیجائیں ”

وہ پڑھ آئے۔ بخوبی سے کہنے لگے کہ میں ایک رات کو پھر اپنے میں ظہرا تھا  
اور سہارہ شاہ کی مسجد میں قیام کیا تھا وہاں سب اپنی طرح ہیں۔  
میں نے ان سے نام پوچھا تو جگلی شاہ نام بتایا اور جانے قیام تباختے سے  
الٹکار کر دیا۔ اس کے بعد خست ہو کر ملے گئے اور شام آ کر چھ خوراک میں طلب کیں  
جو میں نے دیدیں۔

میں نے کہا ” آپ تو تھا میں یہ چھ حصے کیسے لے ملے ” تو ہنس کر کہا ” یرے  
ساتھ پانچ شخص اور میں بن کولتی کے اندر آئنے کی اجازت نہیں ہے۔  
پھر صبح کو یہ نہیں آئے۔ خدا جانے وہ کن مجاہدات میں ہنگام تھے کہ بستی  
سے الگ فنگلوں میں قیام رکھتے تھے۔

ایسے واقعات بھی لوگوں نے دیکھے جن سے یہ پایا جاتا ہے کہ اس زمانہ  
کے مجاہد وغیرہ حضور انور کے تابع فرمان ہیں۔

کچھ بخوبی احمد حسین صاحب متوفی راہم امتوصلح بارہ بیکی نائل ہیں  
کہ ایک مرتبہ حضور انور کھنوں کی سرائے امین آباد میں قیام پذیر تھے۔ آپ نے

خود بخدا ارشاد فرمایا۔

”محمد علی شاہ سے ملیں گے“

محمد علی شاہ ایک مشہور اور بندوبوب درویش تھے جو امین آباد میں رہا کرتے تھے۔ جیسے ہی آپ نے دروازہ پر قدم مسدار کر دکھا وہ سے دیکھنے میں آیا کہ ایک شخص آرہا ہے۔ حضور نے دریافت فرمایا  
”یہ کون ہے؟“

گروہ بہت دور تھا جب قریب آیا تو اس کی رفتار کبھی آستہ ہو جاتی تھی اور کبھی متلوں کی طرح جھومنتا ہوا پلتا تھا۔ جب بالکل قریب آگیا تو اس نے اگیا  
”پل تک پل تک“

آپ نے اس کی صد اکتوبر میں کراشد فرمایا:

”پل تک پل تک پل تک“

گر اس نے ”پل تک تھی کہا۔

آپ نے پھر کہر رنسٹر فرمایا: ”پل تک پل تک“

اس پر ہمیں اس کی وہی صدارتی تو آپ نے یقینی مرتبہ ارشاد فرمایا:

”محمد علی شاہ پل تک پل تک“

محمد علی شاہ بندوبوب کی آنکھیں بند تھیں۔ انہوں نے یہ ارشاد سننے کی آنکھیں کھول دیں اور بوجب ارشاد عالیٰ ”پل تک پل تک“ حمداللگا نے شال کی جانب پلے گئے۔ کچھ سمجھ میں ہیں آیا کہ کیا راز تھا۔

اس کے بعد آپ اندر تشریف لے گئے۔

مولوی نادر حسین صاحب دارثی ہماری روکیل بارہ بُلکی) تحریر فرماتے ہیں کہ مشی محمد حسین صاحب دارثی مر جنم کا واقعہ ہے جو انہوں نے مجھ سے خود بیان کیا تھا کہ میں ضاحیٰ تھی میں لکھ بندوبست میں ملازم تھا وہاں ایک بندوبوب آتی تھیں اور سب کو منش کا لیاں دیکر پیسے دسول کرتی تھیں بھجوئی کا لیاں دیکر

میں ناچار تو میں نے اُن سے زیادہ گالیاں دیں اور غصہ میں جو تے مانے کی دھمکی دی  
اور اسی حالت میں میں نے اُن سے کہا :

”میں تھا رام معتقد ہیں ہوں، جانتی ہو کس کا مرید ہوں؟“

روہ خا موش ہو گئیں گرامی بہتہ عزیزہ میں میری شکایت میں بھرپور عزمیاں  
گزدگیں اُخْر کار رخصت لیکر میں بہایت سراسیگل در پریشانی کی حالت میں دیوبہ  
شریعت حاضر ہوا اور عزمیاں گزد رنے کا حال عرض کیا تو آپ نے فرمایا:  
”تم کسی کو گالا لیاں نہ دیا کر وہ تجویز تے مارنے کو کہا کرو؟“

اس وقت محکمو خیال آیا کہ یہ اس مجذوبہ کا معاملہ ہے۔ اس کے بعد  
میں اپنی ملازمت پر والپس آیا تو گل عزمیاں داخلِ دفتر ہو گئی تھیں۔ وہیں مجذوبہ  
پھر آئیں اور کہنے لگیں :  
”اب تو جو تے مارو!“

میں نے کہا : ”اب تو گالی دو!“  
وہ مسکرا کر خا موش ہو گئیں۔

ایسے اکثر داعفات پیش آئے ہیں جن سے یہ معلوم ہوا کہ حضور انور کے  
اثراتِ ولایت سب پر بحیط تھے اور جما ذیب بھی جو ہر وقت مدحشی کی حالت میں  
رہتے ہیں، آپ کے سامنے با روش ہو کر اور بادی پر حاضر ہوتے تھے۔  
چنانچہ عباد المعنی خان صاحب تبلدِ ارشی ریس پور وہ عین خان محلہ رائے  
بریلی کمکتے ہیں کہ جب حضور پر فور در بیکگ تشریف لے گئے ہیں تو اس زمانہ میں دہلی  
بستی کے باہر کر جالیں (جہاں تفریتے دفن ہوتے ہیں) ایک جھاڑو شاہ نامی  
مجذوب رہ کرتے تھے اور رعنیوں کے نسا یہ میں ان کا قیام رہتا تھا۔ حضور انور  
کے در بیکگ پیشے کرنیں روز قبل وہ شہر میں آئے اور جا بجا اور پہنچیں پر کھڑے  
ہو کر کہنے لگے :

”یہاں تاشہ بنجے گا، یہاں ارگن بنجے گا، یہاں دو شنی چوکی بنجے گی۔“ اور اسی  
طرح کہتے ہوئے نواب صادر قلی خاں صاحب وزاں اور علی خاں صاحب

کی کوئی تک پہنچے اور کھڑے ہو کر بھاگ کی طرف دیکھ کر کہنے لگے :  
”بھاگ کا آدمی دھکیل ویں گے“

پھر اپنی پوری زبان میں عجیب انداز سے صدالگانے لگے :  
”کلوروآوت ہے جو اب شراب نہ ہے اور بھی نہ ہے اور کامبھی نہ ہے“  
تمام شہر میں ہرگز کوچے میں بھی صدالگانے پھرتے تھے حالانکہ اس وقت  
تک باشندگانی شہر کو حضور کی آمد کا علم بھی شناختا اور نہ یہ معلوم تھا کہ باجوں غیر  
کام کچھ انتظام ہے۔

آخر بیل مولوی سید مشرف الدین صاحب قبلہ وارثی اور دیگر معززین و  
علمدین نے اعلیٰ پیاس پر حضور انور کی آمدیں انتظامات کئے تھے اور جن باجوں کے  
نام چاڑو شاہ مجدد بنے یہے تھے وہ سب تھے۔ تمام شہر میں بکلی کی روشنی  
کرانی بگئی تھی اور بھی ہر قسم کے ساز و سامان تھے۔

جب حضور انور شہر میں داخل ہوئے تو لاکھوں آدمی حضور کے ہمراہ تھے  
اور پاکی کی خاک کو آنکھوں سے لگاتے تھے۔ حضور انور نواب صادق علی خان  
صاحب کے مہمان ہوئے۔

وہ چاڑو شاہ مجدد بن کی بزرگی سے تمام اہل شہر واقع تھے جو کبھی  
کربلا سے ٹھیٹے ہی رہتے اس روز نواب صادق علی خان کی کوٹی کے دروازے  
پر رزینہ کے تریب (حضور بالا خانہ پر میم تھے) بیٹھے ہوئے تھے اور جو کوئی اندر  
جانے کا قصد کرتا تھا وہ نہایت جلال میں اور درشت بہجه سے یہ فقرہ کہتے تھے :  
”لوگتا ہے حاجی صاحب آئے ہیں“

آن کی سعیدت سے چند لوگ یہ کہتے ہوئے واپس چلے گئے :  
”ہم نہیں کہتے ہیں“

اسی اشنا میں مزا منعم بیگ وارثی (جو مقرر ہیں خاص میں سے ہیں کسی ضرر  
سے نیچے آئے اور جب پھر بالا خانہ پر جانے لگے تو اسی طرح عصباں ک ہو کر ان پر  
بھی وڈرے اور کہتے گے :

” تو کہتے ہیں حاجی صاحب آئے ”  
 مزامنِ بیگ صاحب نے کہا :  
 ” میں کہتا ہوں حاجی صاحب آئے ہیں اور تو انہوں ہے تو نہیں دیکھتے۔  
 کیوں لوگوں کو پریشان کر رکھا ہے ”  
 مزامنِ بیگ سے یہ سن کر جہاڑو شاہ کہنے لگے :  
 ” تم شہزادہ تھے ہمراہی ہوتم سے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ اس خدودا بخواہے کہ  
 حضرت کی قدوسی کرازو ”

مزامنِ بیگ ان کی اطلاع کرنے کے لیے جانے لگے اور دو تین زینتوں  
 تک گئے ہوں گے کہ گھبرا کر جہاڑو شاہ صاحب نے آواز دی اور کہا :  
 ” کی کہو گے ؟ ”

مزامنِ صاحب نے کہا : ” یہ کہوناگا کہ ایک فقیر صاحب آپ کی ملاقات  
 کے لیے آئے ہیں ”

وہ بولے : ” خوب ٹھرا جو میں نے آپ کو داپ بلایا ۔ آپ صرف  
 اتنا کہہ دیجئے : ” چیلدا تاکریم شاہ کا غلام آپ کا قدم چومنے کے لیے  
 حاضر ہے ” اس کے سوا ایک لفظ عرض نہ کرنا۔  
 انہوں نے جا کر یہی عرض کر دیا ۔

آپ نے حاضر ہونے کی اجازت عطا فرمائی۔ سنتے ہی مدد و ب صاحب  
 اُنھے دروازہ پر ایک سپاہی درویش پہنچے اور عمامہ باندھے کھڑا تھا۔ مدد و ب  
 صاحب نے جلدی سے اس کے سر پر سے عمامہ اتار کر کاپنے جنم کو چھپایا اور نہایت  
 ادب سے حاضر ہو کر آستاد بوس ہوئے۔ حضور انصار نے یہ ارشاد فرماسک  
 کہ ” ملاقات ہو گئی ” رخصحت فرمادیا ۔

ان ملاقات سے ظاہر ہے کہ مجاذیب دفیرہ حضور انصار کے تابع  
 فرمائے تھے ۔

اسی طرح سلب کیفیت کے ملاقات میں ایسے لوگوں کو جو سوکھ میں سہنے

کے قابل ہیں اور بار علائقی رکھتے ہیں اگر جذب کی کیفیت پیدا ہو گئی تو آپ نے آنٹا گا اس کیفیت کو بدال دیا۔

چنانچہ مولوی رونقی علی صاحب دارالرزاقی اپنے والدنا جد شاہ مقدس علی صاحب بیٹھتے پوری کا واقعہ لکھتے ہیں کہ ان کو حضرت حاجی شاہ منصب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ویگر بنز رگوں کی خدمت میں رہنے کا بہت اتفاق ہوا تھا جب حاجی شاہ منصب علی صاحب کا وصال ہو گیا تو شاہ مقصود علی صاحب کی «مغلوب الحال» اور مجذوبان کیفیت ہو گئی دوسال تک اسی تھا میں پھر تر رہے جنمنا تقاض سے ایک دن حضور انور کا سامنا ہو گیا اپنے نے ایک نگاہ ان کی طرف ڈالی معاً ان کا جذب بدال پسلوک ہو گیا اور وہ اپنے ہوش میں آگئے۔ اسی دوسرے حضور انور کی بیعت سے شرف ہوئے اور حضور انور کے خاص محبیں خاص میں ان کا شمار ہوا۔

قاضی رحمت علی صاحب اکبر آبادی لکھتے ہیں کہ ملتہ خالب پورہ اگڑہ کے رہنے والے ایک شخص کریم بخش نامی پلک کشی کے طریقے سادی تھے یہاں تک کہ اسی عالم میں ان کی حالت دیوانگی کی ہو گئی۔ ہر وقت ان کے منہ سے کشف جاری رہتا تھا اور لوگوں کو ان سے بست کراہیت آتی تھی۔ اتفاق سے حضور انور میسر مکان پر رونقی ازو زہرے لوگوں نے ان کو سیرے مکان کے صدر دروازہ پر لا کر کھڑا کر دیا۔ جب حضور انور بہتر شرایط لائے تو لوگوں نے جلدی سے ان کا پٹ کے قدموں پر ڈال دیا۔

حضرت پر دست مبارک رکھا اور تین مرتبہ فرمایا:

”ہوشیار ہر شیار ہر شیار“

یہ فرماتے ہوئے رخصت ہو گئے۔ کریم بخش صاحب کو اسی وقت ہوش آگی۔ وہ اب تک زندہ ہیں اور ان کی حالت بہت اپنی ہے۔

یہ حضور انور کے فیوض ولایت تھے کہ ایک نظر میں کسی کو بے ہوش اور کسی کو بہوش بنادیتے تھے۔ اور آپ کی ذات سے ہر قسم کے فوائد نایاب ہوتے تھے۔

تیقنت حال یہ ہے کہ تمام دکمال صفات برتر کا تلاہ کرنا خالاتے ہیں سے ہے اور حضور انور کے ہر قسم کے فیض و برکات اور واقعات و حالات کا راغب ہن دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے کیونکہ لاکھوں کروڑ بندگان الٰہی ممتاز ملائکہ بلا دوام صاریح اس ذات فیض آیات سے مستفیض ہوتے ہیں۔

### بُر کاتِ بیعت

جس طرح حضور انور کے میضمان والایت  
نامہدوہیں اور ان کے تمام دکمال اقسام

زہار سے علم میں ہیں نہ اعلمه تحریر میں آئتے ہیں۔ اسی طرح برکات بیعت سے متعلق تمام دکمال پتہ لکھنا دشوار ہے کہ آپ کی بیعت دار اوت سے کسی کس قسم کے کیا کیا فائد لوگوں کو پہنچے۔ اتنا مزدود کیجا جاتا ہے کہ عام مریدین کے تلوب درود بیعت سے آشنا ہیں اور علی قدر مراد ہر ایک کو حضور کی بارگاہ عالی سے کچھ نکچھ جسد ضرور ملا ہے، اور جو لوگ آپ سے نسبت رکھتے ہیں وہ ہنایت کا میا ب نظر آتے ہیں۔

آپ جسی الفت کے خریدار تھے اور یہی اس سلسلہ عالیہ کی سند ہے اور یہی تعلیم تھی کہ :

”میت ہے تو ہزار کوس پر بھی ہم پاس ہیں“

پس جس کو جس قدر آپ سے محبت ہے جتنا یقین و اعتقاد زیادہ ہے اسی قدر فلاح و ہبہوں کی حمورت ہے۔ باوجود اس کے کہ پیر کا یہ کام ہے کہ وہ منزل طریقت کی راہ بنائے۔ آپ اپنے مریدین کے دین و دنیا میں کھنبل ہو جاتے تھے، چنانچہ چودھری فدا بخش صاحب وارثی دجو ایک سعمر بزرگ واجلا احرار ہیں، بیان کرتے ہیں کہ حضور انور کی زبان مبارک سے یہ ارشاد میں نے اکثر سُٹا ہے کہ :

”یہاں دین بھی ہے اور دنیا بھی ہے جس کا جو جی چاہے لے لے اور اگر دنوں کی ضرورت ہے تو دو نوں ہیں“

چنانچہ بکثرت لوگوں کے ایسے واقعات سننے میں آتے ہیں کہ وہ جس عرض  
اور نیت سے مرید ہوئے اس میں کامیاب ہوئے اور اگر کوئی عرض نہ ہوئی اور  
بعض حضور انور کی شان و عظمت کو دیکھ کر شرف بیعت سے مستغیر ہوئے یا  
خدمتِ عالی میں خلوص سے حاضر ہوئے تو خود حضور پر فور نے ان کی ہطر ح  
مد فرمائی اور آپ کی تائیرات بیعت نے ان کو من مانی مراد سے ہبڑو رکیا۔  
 حاجی محمد شاکر خان صاحب وارثی (خلفت الرشید) مولوی محمد ناصر خان  
صاحب پیش کوٹ اپنکی طور میں رائے بریلی ۲۱ نائل پیں کہ ایک شخص خدا بخش  
خاشماں، حضور انور کی بیعت سے مستغیر ہوا اس کی بیوی کو خدا جانے کیا عرض  
تھا کہ ہمیشہ بعد نازم غرب بیویوں سے بوجاتی تھی اور رات بھر بے ہوش رستی تھی مرید  
ہونے کے بعد خدا بخش کے مکان سے خط آیا کہ اب خود بخود حالت رفع ہو گئی اور  
نکال تاریخ سے بالکل وہ حالت نہیں ہوتی۔ جو تاریخ اس مرض کے جانے کی  
خط میں لکھی ہری تھی اسی دن اور تاریخ کو یہ خوش نصیب خدا بخش حضور انور کے  
سلسلہ نلامی میں داخل ہوا تھا۔ یہ تائیسر بیعت تھی جس کا فروغ انہوں ہوا۔

شیخ محبوب علی صاحب رحائی جو حکمت کے ایک مشہور نامور فیاض رہیں ہیں  
ان کے بھائی شیخ محمود علی صاحب مرحوم کا واقعہ ہے۔ ان کے گھر میں استاط  
حل ہو جایا کرتا تھا جس کی وجہ سے وہ محنت پریشان تھے کوئی تدبیر کارگر نہ ہوتی  
تھی۔ بالآخر وہ دیوبہ شریعت میں حاضر ہو کر حضور انور کے دست بارک پر بیعت  
ہوئے۔ اور بیعت ہونے کے بعد اپنے مکان کو واپس ملے گئے۔  
ان کے برادر مکرم شیخ محبوب علی رحائی خود تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ محمود علی  
صاحب کے گھر میں بیعت کے بعد یہ بات جاتی رہی۔ استھانِ حل میں ہوا اور لڑکا  
پیدا ہوا جس کا نام نیاز وارث رکھا گیا جو بفضلہ موجود ہے دندا اس کی عمر ورز  
کرے آمین)

یہ فیرض و برکات ہی صرف بیعت ہونے پر محدود نہ تھے بلکہ جو خواہشند  
ہونا تھا اور حضور سے امید رکھنا تھا وہ کامیاب ہوتا تھا۔

چنانچہ میکم مرزا فتح علی بیگ صاحب نقشبندی مجددی متولی سعد آباد ضلع  
تھرا کھتے ہیں کہ میرے برادر طریق محمد خان صاحب متولی اگرہ بڑا یک بنایت  
ڈاکو شاہل بزرگ تھے یہ واقعہ پنا چشمیدی بیان فرمائے ہیں کہ اگرہ میں ایک صاحب  
ہمایت خوشحال تھے مگر غم فرزند نے انکو پریشان کر کھاتھا وہ شب دروز اسی صحبر میں  
بنتے تھے کہ کسی طرح میں صاحب اولاد ہو جاؤ۔

جن اتفاق سے حضور انور اگرہ میں تشریف لائے تو آپ کو دیکھ کر انہوں  
نے خیال کی کہ ان بزرگ کو اپنے مکان پر لانا چاہیے کی عجب ہے کہ ان کے  
مبادر تقدموں کی بركت سے میرا خلیل مراد بار آور ہو۔

چنانچہ انہوں نے حضور انور کی خدمت عالی میں دعوت کے لیے استدعا  
کی جو آپ نے قبول فرمائی۔ وہ عقیدت مند ہمایت مرست سے اپنے مکان کی  
صفائی اور آرامش میں مصروف ہوئے راستے دروازہ تک خوب خپڑ کاؤ  
ہوا اور حضور کی آمد میں سب گھروالے ہمایت شاد و مسرور تھے۔ مگر ضرورت  
دیوانی ہوتی ہے۔ صاحب خانہ کو ان کی خواہش نے دیوانہ بنار کھاتھا۔ انہوں نے  
کسی عامل کے کہنے سننے سے صدر دروازہ پر کوئی ٹوکنکایا نقش اولاد پیدا ہونے کے  
لیے زمین میں دفن کر کھاتھا۔ جس وقت حضور پر انور تشریف لائے تو خاص اسی  
مقام پر قدم مبارک رکھ کر رک گئے اور ارشاد فرمایا: یہ کیا شیطانی حرکت ہے  
اس کو ابھی نکال کر بھینک دو یہ پنا پنچھ صاحب خانہ نے اسی وقت تعیل ارشاد  
کی اور ہمایت گر مجوسی سے حضور کو اپنے مکان میں لے گئے۔

میں نے اور میستر صافرین نے دیکھا کہ اس چھر کا دیکھی ہوئی زمین سے  
گزر کر آپ نے سفید چاندنی پر بنے تکلف پائے مبارک رکھے اور نشست دیا  
کوئی نہ چاندنی پر نہیں آیا نہ وحظہ لگا۔ یہ کرامت منا کرتے تھے  
اس وقت آنکھوں سے دیکھی حضور انور کی بركت سے صاحب خانہ کی ایک  
مراقب ان کی مصیبت دوسرے گئی اور وہ صاحب اولاد ہو گئے۔  
اس قسم کے واقعات اکثر میش روپیں آتے تھے اور ہزاروں نام رکا اپے

کے فیوض درکات سے بامراہ ہو جاتے تھے جنہوں افراد کا قول ہے کہ:  
”ماشیت کا مرید ہے ایمان ہیں مرتنا۔“

چنانچہ اس ارشاد فیض بنت یادو کی تفسیر یہ ہے کہ جو لوگوں کی عینی شہادت سے ہوتی ہے کہ جو لوگ بولنے لئے کہ مجبور تھے وہ ہبھی نہایت صفائی سے کلمہ طبیب پڑھتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوتے۔

مولوی حکیم محمود علی صاحب فتحپوری ناقلوں میں کہ مجہد سے شیخ حامد عسلی صاحب جگوری روایت کرتے تھے کہ ان کے مکان میں ایک خادم مفتی فطرت تا اس کی خلقت ایسی واقع ہوئی تھی کہ صاف بات اس کے منہ سے ہبھی خلقت تھی ہمارے سب گھر نے کوشش کی کہ اس کو کامی طبیب سکھا دیں مگر کسی طرف اس کی زبان سے ادا نہ ہو سکا جسیں اتفاق سے حضور پر فخر تشریف لائے تو اس کو بیعت کر دیا گیا۔ اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد وہ مرض الموت میں گرفتار ہو گئی نزد کے وقت اس کے عجیب و غریب حالات شاہد ہوئے۔ اس کے زبان سے کلمہ طبیب اس طرح باری تھا کہ لوگ تاشد کیتھے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی پڑھا کمکھا شخص نہایت فحاحت سے کلمہ طبیب پڑھ رہا ہے اور برابر کلمہ طبیب پڑھتی ہوئی رہی ہے۔

ایسے لوگوں کو ہبھی دیکھا گیا جنکی ساری عمر سیاہ کاری میں گذری مگر حضور افراد کی بیعت کی برکت سے ان کا نام ترقی ہو گیا۔

چنانچہ مولوی سید شرف الدین صاحب نبلہوارثی آزریل میرا بیگ کی ٹوپی کوںلہ بہادر ناقلوں میں کہ عبیب اللہ خان ساکن ٹونہ بڑے شہزادی اور عیاشی تھے گھر نے کے وقت ان عجیب کیفیت ہوئی انتقال سے تھوڑی دیر قبیل انہوں نے اپنے عزیزوں سے کہا کہ مجھے نہ لادا در کپڑے بدلاو غسل کے بعد انہوں نے پنگ پر بیٹھنے سے انکار کیا اور زمین پر لیٹ رہے اور اپنے قریب ایک دوسرا بتنزیخ پھرایا اور کہا کہ ”حضور افراد کیفیت لاتے ہیں۔ اسی حالت میں وہ کلمہ پڑھتے پڑھتے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

موبوی روشنی میں صاحبِ دارالرّازتی پیشے پوچھی کہتے ہیں کہ میر سکر ایک عزیز رکن ایک خادم تھی اور حضور انور سے اس کو بعیتِ حقی وہ غورت بہت فائت رہا کرتی تھی اور جب حضور انور کی خدمتے عالمی میں حاضر ہوئی تو مرمت کا خون ضرور نظاہر کرتی۔ اتفاقی وقت سے وہ کسی شخص سے ناجائز طور پر ملوث ہو گئی اور درام کا محل قرار پا گی۔ صاحبِ خانہ نے اس کو بہ کراہ اپنے مکان سے نکال دیا۔ اس کا ایک صحوبہ طرف سے میں وضعِ حمل ہوا اور اس کے بعد وہ بیمار ہو گئی اور سر سام کا زور ہو گیا۔ اس کی ابتر حالت دیکھ کر بعض لوگوں کو ترس آگیا اور انہوں نے یہ بھجوکر سمان ہے بخس نہ مرجاۓ اس کی طبارت کرادی۔ جب اس کا زرع کا وقت آیا تو وہ بالکل ہوش میں گئی اور بینا باد پھکا را لٹھی۔ میرے پروردہ مرشد تشریف لاتے ہیں قدم کپڑا اور کلمہ پرستے پڑھتے اسکی روح پرداز کر گئی۔

جس وقت اس کی تحریزِ تکفین کی گئی لوگوں نے حیرت سے دیکھا کہ اسکا چہرہ بہت نورانی تھا۔

یہ برکتِ بعیتِ حقی کی خاتمه نہیں ہو اسے :

فضیلِ ماست بہشت اے خدا شناس برو  
کرستی کرامت گن بگارا شند

اسکی طرح بعض راتھات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بعد بعیت بعض لوگوں نے آپ سے قطعہ تعلق کر دیا اُن کی بھی آپ نے دشکیری فرمائی اور وقت بڑگ ہاتھ پر کٹنے کی لامح رکھی۔

چت پنچ مولوی سید شریف الدین صاحب تبلہ باقاہ بیان فرماتے ہیں کہ خان بہادر مولوی فضل امام صاحب سے جنکو بہت محبتِ حقی وہ میر سکر عوز اد بھائی تھے ان کو حضور کے دست مبارک پر مجھ سے پسلے شریف بعیتِ فضیل بہاء خان بہادر صاحب موصوف کو حضور انور سے بدربہ غایت محبت عقیدتِ حقی جب حضور پشمہ تشریف لاتے تو اسیں کے ہمان ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ مولوی فضل امام صاحب کی خواہش ہوئی کہ کر بلائے مغلی جامی  
وہ حصول اجازت کے لیے دیوبہ شریعت میں حاضر ہوئے اور بعد اجازت  
کر بلائے مغلی روانہ ہو گئے اور انکی روائی کے بعد میں دیوبہ شریعت میں حاضر  
ہوا تو حضور انور سے کچھ نمان بیان کیا درکار مولوی فضل امام صاحب کا ذکر بھی آگئی  
آپ نے فرمایا :

”فضل امام کر بل تو گئے ہیں کہیں شیعہ نہ ہو جائیں۔“

میں نے عرض کیا : ”حضور انور نے یہ کیا فرمایا۔“

تو ارشاد ہوا :

”متدرات کا جواب نہیں۔“

چنانچہ یہی ہوا کہ بعد معاودت مولوی فضل امام صاحب نے اپنے  
تبديلِ مذہب کا عالمیہ اعلان کر دیا۔  
باوجود واس کے کہ انہوں نے اپنا طریقہ مذہب بدلتا لیکن ان کو حضور  
کی ذات بابرکات سے وہی محبت تھی۔ مگر یا تو شرم وجہ سے یا  
لوگوں کے پہکا نے سے وہ شیعہ ہو جانے کے بعد حضور انور کی خدمت عالیٰ میں  
حاضر نہیں ہوئے۔

جب مولوی فضل امام صاحب مرض الموت میں بمقبلہ ہوئے تو میں ان کی  
عیادت کو روزانہ جاتا تھا۔ انتقال سے دس پندرہ روز پیشتر انہوں نے نجھ سے  
دریافت کی کہ ان کے مرض کی نسبت میرا خیال کیا ہے، صحت ہو گئی تھی کہ ”انکا  
خیال تھا کہ ڈاکٹر اور طبیب ان کو صحیح خبر نہیں دیتے۔“

میں نے کہا کہ جمالِ مرناب تھی ہے آپ کو مردانہ طریقہ سے تیار ہو جانا چاہئے۔  
کیونکہ اگر صحت ہو گئی تو ہزار ہزار شکر ہے اور اگر موت ہی ہو تو مردانہ دار ہونا  
بہتر ہے۔

یہ سن کر وہ سکوت میں آگئے اور آنکھوں میں آنسو بھر کر کہنے لگے:  
”جہاں تم نے خوب کیا اور ٹڑا احسان کیا۔ اب میں مرنے کے لئے تیار ہوں۔“

ان کی موت سے دو تین دن پہلے میں دکات کے پتے کو وجہ سے باہر جانے والا تھا۔ ان کی عیادت کے لیے آگئے تو ان کی یہ مالٹت فتحی کہ بھی بوش آتا تھا کبھی بھی ہوش ہو جاتے تھے۔ مجھے انہوں نے پہاڑا اور کہا:

”بھائی یہر سے زدیک اجڑا مجھے شکن ہوتی ہے۔“

میں زدیک گیا تو وہ پھر بے ہوش ہو گئے۔ اس وقت میں نے حشمت از فر کو یاد کیا اور دل ہی دل میں عرض کیا:

”یہ شیعہ ہوں یا سنت آپ ہی کے ہی اوس وقت کون کام آ سکتا ہے؟“  
یہ خیال کر کے میں ان کے پاس سے چلا آیا اور جہاں جانا تھا پھر آگئا۔ اس کے تیس سے دوں انہوں نے انتقال کیا۔ وہ خرب کا وقت تھا مجھے اسی وقت الہادیہ ہوئی۔ میں نہیں کہ سکتا کیونکہ ہوئی۔ وہ ایک تلبی معاملہ تھا۔ میں نے اپنا دل تھام لیا اور انہوں کو کھڑا ہرگیا اور زبان سے بیساختہ مکلا۔ اتنا اللہ ۱۵۱  
اللہی راجحہ و مولوی فتحی حیدر صاحب دارثی دیکھ گیا اس وقت مجبود تھے انہوں نے کہا: ”خیریت ہے۔“

میں نے کہا: ”مولوی فضل امام صاحب کا ابھی انتقال ہو گیا۔“  
میرے عزیز سرستہ علی امام بھی موجود تھے گروہ اس وقت مکان کے اندر تھے ان کو خبر ہوئی تو وہ دوڑے ہوئے میسٹر خیر میں آئے اور مجھ سے کہا کہ یہ صرف آپ کا تختیل ہے۔

غلاصہ یہ ہے کہ جب میں پڑنے لگی تو معلوم ہوا کہ دہی وقت ان کے انتقال کا تھا۔ انتقال کے وقت جو لوگ ان کے پاس تھے انہوں نے بیان کیا کہ جس دن مولوی فضل امام کا انتقال ہوا ہے انہوں نے کہا:

”اب سیرا آخری وقت ہے ایک آدمی یہرے کان کے پاس آیت انکری پڑستے اور دوسرا کام تو حیدر ٹھہرے۔“

انتقال سے چند گھنٹے قبل یہ راقعہ پیش آیا کہ وہ ہوش میں آگئے اور اپنے مساحب رجب خان سے کہا:

"اکھو کھڑے ہو جاؤ، تغییر بخاڑھ" حضرت حاجی صاحب قبلہ تشریف  
لاتے ہیں "دوبارہ پھر غصہ سے بیہی کہا تو رجب خان کٹھے ہو گئے۔  
اس رات قعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور کو ہاتھ پکڑنے کی میسی راجح حقیقی  
خواہ مرید آپ کو بھول جائے گراپ کو اس کی یاد رہتی اور آپ نے حالت میں اس  
کے مدد و معاون رہتے تھے۔"

بچوں لے بیٹھے ہیں ہم ان کو چاہتے ہیں وہ ہمیں  
اللہی موجیں مارتا ہے اسے حسن دریا نے عشق

ایسے اکثر واقعات ہیں کہ حضور انور کو اپنے مریدین کے اس  
وقتِ نزع تشریف، لاتے ہوئے لوگوں نے پکشی خود دیکھا جن میں بعض  
واقعات دیگر حالات میں ناظرین کی ملکا ہوں سے گذریں گے اس موقع پر  
صرف برکاتِ بیعت کا ذکر ہے کہ آپ سے بیعت ہونے کے بعد کیسے فلان زیر  
دینی ظاہر ہوتے تھے اور ان فوائد کے مختلف اقسام میں سے بعض کا لذت کرو  
مشائیں کیا گیا ہے درہ اس قسم کے اور واقعات بھی اکثر لوگوں کے چشمیدی میں  
کہ سیاہ کاری و گنگاری کی حالت کو آپ نے چشم زدن میں بدل دیا اور انکی  
تماریک زندگی کا مرتح ملٹ دیا۔

مولانا تجیر دارثی عین القین میں سکنتے ہیں کہ ستر کلو مسالح بارہ بجکی کے زیندار لو  
میں سے ایک صاحب حضور انور سے بیعت تھا اور شراب سے بہت شوق  
رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ خواب میں وہ حضور انور کے دربار کا نقشہ دیکھ کر حضور  
کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے اور قدم مبارک کی طرف کر رونے لگے۔ خدا جانے  
دہ کس نیت اور خیال سے روئے تھے کہ ان کی شراب کی عادت اس طرح  
ترک ہوئی کہ جب سے فوشی کا رادہ کیا تو حضور انور کو سامنے دیکھا اور اوب  
ادرخوف کی وجہ سے جامِ شراب ہاتھ سے چھوٹے گلہ پھر دوسرا جگہ جا کر پہنچا  
سے لوشی کرتے تو ہاں بھی بھی واغہ پیش آتا۔ ناچار شراب چھوٹے گئی اور  
یہ خیال بھی ترک ہو گیا۔

شیخ حسین علی صاحب لذاب وارثی زیندار سارہ ہوتا تھا میں کہ اکابر  
شخص واحد خان نامی ساکن نام پارہ صدر جہہ کا شاہی تھا اور اس نے حضور افریق  
سے بیت کی حضور انور سفریں لئے اور انہوں نے بھرا تھے۔ واحد خان ہر سو تو  
ہر گئے۔ بہراچی میں حضور پیر انور شیخ رحیم الدین صاحب کے مکان پر وفات انور  
تھی میں ایک کمرہ میں سردا باتھا۔ واحد خان نے شراب کی بوتل لاکر میرے بڑے  
کے قریب رکھ دی۔ میں بیدار ہوا تو بوتل دیکھ کر بندھو نہست ناگو ار ہوا میں نے فرمایا  
میں تو انور محمد شاہ خادم نے مجھے کہا کہ یہ بوتل واحد خان نے کھپی ہے۔ ان سے  
ہر چند کہا جاتا ہے گریزی سال سے شیخ اٹھاتے ہیں۔  
میں غصہ کی حالت میں حضور کی نہست غالی میں حاضر ہوا واحد خان سے عرض  
کیا :

“ واحد خان نے بستر کے قریب شراب کی بوتل رکھ دی ہے اگر گزر پر می  
تو ہم لوگوں کے کپڑے خراب ہو جائیں گے جحضور نکلوادیں گے کہ ان کپڑوں  
سے شراب کی بوآتی ہے ”

حضور انور نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا :

“ وہ شراب پہنچا ہے ؟ ”

یہ سن کر میں خاموش رہا۔ آپ نے اسی وقت واحد خان کو بدل دیا اور ارشاد  
فرمایا :

“ تم شراب پہنچے ہر خوب پیو، جو کام آدمی کرے جد کو پہنچا دے ؟ ”  
دوسرے دن حضور نے گندزارہ کا عزم فرمایا تو حضور انور کی پاکی کے سامنے  
واحد خان شراب کی بوتل ہاتھ میں لیے ہوئے کھڑے تھے۔ آپ نے فرمایا :

“ واحد خان گندزارہ چلو، گندزارہ میلو ”

گندزارہ میں حضور نے ایک دن تیام فرمایا۔ وہاں بھی واحد خان نئے میں  
نکور دیتے۔

اس کے بعد مقام بڑن پور بہرام گھاٹ میں ایک شخص نے حضور کی دعوت کی

دہاں بھی واحد نہان شراب لائے جب یہاں سے رخصت ہوئے تو حضور پر فر  
کے روپ بر واحد نہان نے حاضر ہو کر سلام کیا تو آپ نے فرمایا:  
”واحد نہان اب تو خوب پلی چکے۔ اب تم کو کیا کرنا پا جائے اس ہو چکا۔“  
واحد نہان نے عرض کیا: ”حضور ہاں۔“  
فرمایا: واحد نہان اب تم اپنے دروازہ پر میٹھے رہو، تم کسی سے  
کیا کام؟“

واحد نہان نے یہ ارشاد سننے لیا بتوسل اور گلاس اسی وقت توڑ دارے  
اور سیدھے اپنے مکان پر نشانہ پلے گئے اور دہاں بنا کر اسے دروازہ پر بیٹھ  
گئے۔ شراب بالکل چھوٹ گئی اور کسی اور ہی نشہ کی تریکھ آئے تھے۔  
یعنی حسین علی صاحب سمجھتے ہیں کہ چند ماہ کے بعد میں ان سے ملنے گیا تو ان  
کی بھیب پر کیفیت حالت تھی ہر وقت گویت د استغراق میں رہتے تھے۔ انہوں نے  
بھکو پہاڑا بھی نہیں اور بھکو کیا۔ وہ کسی کو بھی خوبی پہنچاتے تھے۔ بالکل دشرب  
سے بھی بے پرواخت کسی نے بھکالا دیا تو کھالا دیا درست کچھ پرودا نہیں۔ ان کی حالت وکیو  
کہ تجھب ہوتا تھا کہ یہ وہی واحد نہان ہیں جو ہر وقت فرشتہ شراب میں سرشار رہتے  
تھے، یا اب یہ حالت ہے کہ کتنے عشق کا کیف ہر وقت آنکھوں سے نیاں ہے  
ایسے واقعات بھی ہیں کہ چشم زدن میں موگوں کی حالت بدال گئی۔

مولوی سید غفران حیدر صاحب قبلہ داری د سابق دیل سرکار درست گئی  
نمائل ہیں کہ ایک مرتبہ حضور پر نور نہان بہادر مولوی سید غیر الدین صاحب ارشاد  
کی آئی لے کے دولت نہاد پر قیاد تھے اور حسب معمول حضور پر نور کی زیارت  
وقد بہری کے یہی مجعع کثیر تھا اور دروازہ پر بھیر تھی۔ مولوی بھان علی نہان صاحب  
مردم ڈپی بھکر متوطن آرہ ملک شاہ آباد بھی حضور کی بیعت سے منفیہ ہوئے  
اور باہر آ کر جہاں کریمان بھی بولی تھیں بیٹھ گئے۔ حاضرین اور ان کے دوستوں  
نے مبارک باد دی۔ ان کے ایک دوست مولوی یاد حسین صاحب دیل گی  
بھی پوش گئے جو حضور اور کے سختی کے ساتھ منکر تھے۔ انہوں نے بھی  
کے

بہار کبار کے مولوی بھان علی خان صاحب سے لعن طعن کے بیٹھے میں کہا:  
«نواب کیا ہے، اب تو چھوٹ کھیلو»

سامین چو عقیدت و محبت کے مزے لے رہے تھے ان پر یہ نظر فتح  
میت شاق گزرا اور مولوی بھان علی خان صاحب پر تو خاص اثر ہوا وہ بہت  
نکت خ طر ہوئے۔

یہ باتیں ہر ہی رہی تھیں کہ ایک خادم دوڑتا ہوا آیا اور مولوی بھان علی خان  
صاحب کو گلکر لے گیا جب وہ حاضر ہوئے تو ارشاد ہوا:  
«بیٹھ جاؤ»

جب بیٹھ گئے تو فرمایا: «باقاعدہ»

اہوں نے مگر اکر عرض کیا: «حضور میں ابھی مرید ہو چکا ہوں»  
حضور خاموش رہے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر کچھ خاص طریقہ سے خود پر حا  
اور بھان علی خان صاحب سے بھی پڑھوا یا اور بعد تجدید بیعت ان کی پشت  
پر ایک گھونٹ مار کر فرمایا کہ:  
«جاڈا ب چھوٹ کھیلو»

یہ شکر مولوی بھان علی خان صاحب دُپٹی گلکٹر متین رہ گئے اور اس  
تجدد بیعت کا سبب ان کی سمجھ میں نہ آیا۔

مولوی سید عین حیدر صاحب قبلہ کا بیان ہے کہ ۱۹۰۲ء یا ۱۹۰۳ء  
میں یہ داععہ خود مجھ سے مولوی بھان علی خان صاحب نے بیان فرمایا تھا  
جب وہ گیا میں دُپٹی گلکٹر تھے۔ ان سے دریافت کیا کہ آپ کے دل پر اس  
وقت اس تجدید بیعت کا کیا اثر ہوا اور امتدادِ زمانہ سے کیا اثر ہے۔ انہوں نے  
کہا: «جسے اپنے حال پر تماست ہوا کہ میں ایسا ہوں جو میری تجدید بیعت کی ضرر

لے یہ چھوٹ کھیلو کا معاورہ بہار میں ایسی ہے جیسا کھنڈ فہر  
میں کھل کھیلو ۱۲۔

ہر کوئی بخوبی حضور اُنور کے مکالمات طبیعتات کی تاثیر مولیٰ کہ بجا ہے ہم تو ہم  
کے خوف زدہ ہو گیا اس خوف کا اثر یہ ہے نام کاروبار اور معاشرات دینا  
دین اور اعمال وغیرہ میں نشاہر ہو رہا ہے۔

حضور اُنور کی یہ حرکت بیعتِ شمسی کو ایک شخص نے جو حضور اُنور سے بیعت  
ہر نے پڑھنے کیا تو حضور نے اپنے مرید کی زندگی کا رُخ ہی پڑھ دیا اور بعد  
دینے والے خود شرمند و نادم ہو گئے۔ یہ بجھیدی بیعت گویا ان کے تمدیدِ نامت  
پر مبنی تھی کہ وہ ایسی دولت سے سرفراز ہوئے جو قسم سے ہم تو آتی ہے خوف  
اللہ کا پیدا ہونا اور مدد و اصول اس پر کار بند رہنا اختیار ہی نہیں ہے جبکہ  
فضلِ ایزوی شامل حال نہ ہو۔

اس طرح آپ بعض کا رُخِ مجاز سے حقیقت کی طرف بھی پہلے دیتے  
تھے۔ آپ کی بیعت سے مختلف اقسام کی تاثیرات پیدا ہوتی تھیں بلکہ اُن کا ر  
راہ راست ہی روشنی تھی۔ آپ کے برکات بیعت میں یہ بات بھی خاص  
تھی کہ تاثیراتِ عشق سے ہر شخص کو کچھ حصہ مل جاتا تھا۔ دستِ مبارک کو  
محاذتے ہی اور آپ سے ارادت و عتیدت پیدا ہوتے ہی عشق کے وہ بذیبا  
جو علمب میں مخفی رہتے ہیں اور جن میں راگ سننے سے یا کسی حسین صورت یا اپنی  
چیزیز کمیت سے اشتھان ہوتا ہے وہ مادہ نیکی یا بدھی کی طرف مائل ہو جاتا ہے  
حضور اُنور کے دستِ اطمینان کی تاثیر تھی کہ اس کو تھا متنے ہی اس مادہ میں  
غیر معولی حرکت پیدا ہو جاتی تھی اور اس کا آخری نتیجہ عشقِ حقیقی ہوتا تھا۔

ایسے اکثر واقعات سننے میں آئے مگر منفصل دریافت نہ ہو سکے۔  
حافظ پیاری صاحب کا داقعہ بطور مثال خاص طور پر مقابل ذکر ہے جس  
کو چند صاحبوں کے اصرار سے انہوں نے خود لکھوا یا ہے۔ اس سے اس  
مسئلے پر کافی روشنی پڑتی ہے کہ پیر سماں کس طرح عشقی مجازی سے بکھال کر عشقی  
حقیقی کی طرف مرید کو لاتا ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس داقعہ کا

کسی تدریجی تفصیل سے اس موقع پر ذکر کیا جائے کیونکہ حضور انور کی تاثیرات بہت میں مشق اور نزلِ مشق ہی کو درجِ خصوصیتِ حاصل ہے اور یہ بجاۓ خود ایک داستانِ مشق ہے اور حضور انور کے مبارک تذکرہ سے اس وائد کو اس سب سے خصوصیت بھی حاصل ہے کہ حضور انور کی توجیہات بالطفن کے ارشادات لیکن اسی اس میں شامل ہیں۔

## حافظ پیاری کی کہانی انہیں کی زبان

حافظ پیاری صاحب کا بیان ہے کہ میری عمر پندرہ سو لبرس کی ہوگی میں بخشنو میں پڑھتا تھا۔ حضور انور کے والد ماجد سیدنا قربان علی شاہ صاحب قبل رضی اللہ عنہ کے عرس شرایین کی تقریب میں دیوبہ شریف حاضر ہوا اور میر اپنے ایک رشتہ کے چپا کے بام مقیم ہوا۔

حضرت انور سے میں پڑھتے ہیں میں پڑھتے ہیں اس لیے تدبیرس کی عرض سے حاضر ہوا۔ میرے وطنِ مرض بلا کاموں کے کچھ لوگ حضور انور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے اور میرے حقیقی عمر تکرم مولوی نور کریم شاہ صاحب تقدیمی کی نسبت عرض کیا گیا کہ حضور کے تباہ بندیو شفیق انور کریم شاہ کا انتقال ہو گیا اب ہمارا گاؤں حضور کے فیرت سے نالی ہو گیا۔

آپ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا :

”فیرت کی بگنگ خالی نہیں ہوتی جو سمحت ہوتا ہے وہ پاتا ہے“

اس وقت حضور پر نور نے ایک کتاب الحکوم رحمت فرمائی جس میں یہ مصنفوں تھا کہ کوئی ایک رسی ریس کی لڑکی پر عاشق ہو گیا اور اس کے مشق میں بہت مصائب و۔ ملکا لیفت کا سامنا ہوا اور رات دن اس کے مکان کا پکڑ لگانے لگا۔ برسوں تک اس کی یہ حالت رہی بعد ازاں ایک درویش سے اس کی ملاقات ہوئی اور وہ سکون کی حالت میں ایک بگد بیٹھدہ فیرت ان

زندگی اختیار کر لی۔ اس لڑکی کو جس کا وہ عاشق تھا خیال پیدا ہوا کہ کمیل اس  
لئے ایک دم سے بھجو فراموش کر دیا۔ اس خیال میں وہ جب اپنے  
مکان سے بکھل کھڑی ہوئی اور اپنے نامتک کے پاس پہنچ کر سب کشیدگی دیافت  
کیا تو اس نے خدا جائے کیا ہا کہ وہ بھی پاؤں توڑ کر ایک بجھے علیحدہ گئی۔  
یہ اس کتاب کے مضمون کا منحصر خلاصہ ہے۔ آپ نے اس کتاب کو مرمت

فرماتے وقت یہ بھی ارشاد فرمایا:

”اس کو دو مرتبہ روز پڑھ لیا کرو“

اور کچھ شیرینی بھی مرحمت فرمائی۔

میں بہت خوش خوش اپنے چاکے مکان پر پہنچا اور اپنی چھپی صاحبہ سے تذکرہ  
کیا کہ آج حضور نے بھجو شیرینی عطا فرمائی اور یہ کتاب مرحمت کی اور یہ ارشاد  
فرمایا ہے :

”اس کو روز ایک دو مرتبہ پڑھ لیا کرو“

چنانچہ گھر کی سب مستورات کو اس کتاب کے ٹھنڈے کا اشتیاق پیدا ہجوا  
اور میں سنا نہ لگا۔ پھر تو یہ ہوا کہ روزانہ اس کتاب کو پڑھنا اور سب کو شناخت  
پڑھتا تھا۔

یہ رسمی چھپی صاحبہ کی لڑکیاں قرآن شریف پڑھتی تھیں ایک روز چھپی صاحبہ  
لئے کہ گزر میری لڑکیاں بڑی ہو گئی ہیں اب باہر کے ادمی سے پڑھوانا متناسب  
نہیں معلوم ہوتا تم گھر کے لڑکے ہو قرآن شریف پڑھاویا کرو“

میں پڑھانے لگا۔ ان کی ایک لڑکی جس کو سب پیاری بیکتے تھے تیرا پارہ  
پڑھتی تھی۔ وہ میرا بے شعوری کا زمانہ تھا گھر مجھے اس کو کلام مجید پڑھانے میں  
خاص سلطنت آتا اور یہی دل چاہتا تھا کہ یہ قرآن شریف پڑھتے جائے اور میں سے  
جااؤ۔ اور یہ پاہستی تھی کہ یہ دن بھرا اس کتاب کو رجوجہ حضرت اقدسؐ سے عطا  
ہوئی تھی، پڑھتے اور میں سنوں۔

عُرس شریف کے ختم ہونے پر کچھ دنوں میں نے یہاں قیام کیا بعد ازاں

اپنے مرشد بڑا گاؤں کو پلچاریا۔ وہاں پہنچ کر دو ایک روز کے بعد مسلم سہوا کیمیری حقیقی ہشیروں کی شادی عذرخواہ ہوتے دالی ہے اور اس میں تمام اعزازات جمع ہوں گے۔ چنانچہ اس تقریب میں میرے چھپا صاحب آئے چھپا صاحب آئیں اور ان کی سب لڑائیاں بھی آئیں۔ بعد ختم تقریب کے سب نے قصیدہ رواہی کیا ترجیح صاحبہ کو اور ان کی لڑکیوں کو میسکد والدین نے روکا۔ چھپا صاحب نے کہا:

”میں تو نہیں رہ سکتی مگر لڑکیوں کو اس شرط سے چھپو رہ سکتی ہوں کہ حافظہ اکٹھا تر آن شریعت پڑھا دیا کریں اور حافظہ پیاری صاحب کا نام عبد الکریم ہے، میری والدہ نے کہا:

”وہ تھا راہی لڑکا ہے بسر و چشم کلام مجید پڑھائے گا۔“

چنانچہ ان کی والدہ لڑکیوں کو چھپوڑ کر حلی گئیں اور میں نے نہایت جاں فتنائی سے کلام مجید پڑھایا اور بہت جلد ختم کراویا مگر روزانہ آتشی محبت سینے میں شتعل ہوتی اور سیکی دل چاہتا تھا کہ وہ پیاری کی دل غریبیاں عورت نگاہوں کے سامنے رہے اور میں قرآن شریعت پڑھاتا رہوں۔

میری سرگرمی کی وجہ سے اس خوانگی کی شہرت بھی بہت بڑی لیکن کسی نے لحاظ کی وجہ سے یہاں کچھ زکما مخفی طریقہ سے اس لڑکی کے والدین کو اس حالت کی خبر دی۔ چنانچہ ایک روز یکاکیں کھار سواری لیکر پہنچے مآہ وہ وقت بھی عجیب مصیبت کا وقت تھا۔ جو قلوب درود محبت سے آشنا ہیں وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ معشوق کو رخصت کرنے کا وقت کس تدریس میں روح اور مصیبت کا ہوتا ہے۔ میری جو حالت تھی خدا ہی خوب جانتا ہے مگر اس لڑکی کی حالت بھی نہایت خراب ہونے لگی تمام متواترات ہم دونوں کی حالت دیکھ کر متوجہ ہو گئیں پلٹے وقت اس لڑکی نے مجھ سے کہا:

”بھائی آپ دیوہ شریعت کب آئیں گے؟“

میں نے نہایت بقیراری کے عالم میں جواب دیا کہ تھا رے جائے کے

بعد میں بھی آتا ہوں۔

چنانچہ سادہ منوں قیام کر کے دو سکر دن زنا شسوار یاں دیوبدرن  
پہنچ گئیں اور میں بھی اسی روز شام کے وقت ان کے مکان پر پہنچا۔ میری اور ان  
لڑکی کی یہ بات طے ہو چکی تھی کہ قرآن شریعت ختم ہونے کا تذکرہ اپنی والدہ سے  
نہ کرنا بکھری کہہ دینا کہ ابھی کچھ باتی ہے۔

اس لڑکی نے اپنی والدہ سے یہی کہا۔ اس کی والدہ نے کہا: "اب بقیہ  
کلام مجید کیسے ختم ہو؟"

میں نے کہا "میں روز بڑا گاؤں سے آکر پڑھا جایا کروں گا۔"

چھپی صاحبہ نے کہا: "اتنی سافت روز طے کرنے پر لوگ کیا کہیں گے؟"

میں نے کہا: "لوگوں سے کیا مطلب، دلوں اور نیتوں کا دیکھنے والا غافلہ

عام ہے؟"

اور انہوں نے جواب دیا: "میں کیا کروں صرف لوگوں کا خیال ہے؟  
میں روز از بعد نماز مغرب بڑے گاؤں سے چلتا تھا اور آخر لٹوڑ بجے شب  
تک دیوبدر شریعت میں آ جاتا تھا اور یہاں قرآن شریعت پڑھاتا تھا اور کچھ رات  
رہے یہاں سے چل دیتا تھا۔ صحیح کی نماز بڑا گاؤں میں جا کر ادا کرتا تھا وہ دوڑھائی  
سال تک بھی انداز رہا۔"

اویڈیہ شریعت کے باشندوں میں بھی چہ میگوں یاں ہونے لگیں اور لوگوں  
نے اس لڑکی کے والدے کہا کہ حافظ عبدالکریم کے روزا شہرارے مکان پر آنے  
کی کیا وجہ ہے۔ ایسی بھی کیا عذریز واری!

اس لڑکی کے والد ریاست چھا بھیر آباد میں ملازم تھے وہاں سے آئے اور  
اکرانہوں نے اپنے مکان میں ہمایت تھیدیا اور فہارش کی کوہ ہمارے مکان پر  
ہرگز نہ آنے پائے۔

اُس روز میں حسبِ عادت شب کے وقت پہنچا تو اس لڑکی کی والدہ نے  
محکوم گھر میں آنے سے روکا۔ اور لکل ایک کتاب دینے کے ہماینے سے در دا زہ پر میرے

پاس آئی اور مجھ سے کہا :

”سب کا خیال ہے کہ اس مکان کے بالاخانہ پر جن رستے ہیں۔ اب تم مجھ کو دیکھنا پا ہے تو شب کو بیس بدلتا درجن بنگرا تو یہیں اگر فیر ہو گئی تروشمنوں کی جان پر بنتے گی“ میں نے کہا :

”اس کا کچھ علم ہیں میں سب انظام کر کے دو قین روز میں آتا ہوں“  
انتہے میں چھپ صاحبہ نے اس لڑک پر یہی خنکی کا انہار کیا اور اس کو بلایا۔

میں نہایت پریشان و پڑھا اسی کے عالم میں دہال سے رخصت ہوا ہے :

ہر شوق آمدہ بودم ہمہ حسرل رفتہ

میں اس مکان کے بالاخانہ پر جنات کے رہنے کی شہرت پہلے بھی سن چکھاتا گریہ تر کیب اس کر شرمن حسن نے حضرت عشقی کی مدد سے ایسا بتائی جس دنالی د حکمت و فہم و فراست پر میں دل ہی دل میں آفرین کرتا تھا اور ہر جن فرو میں اس کی داد دیتا تھا۔

میں نے دل میں ٹھان لی کہ میں جن ضرور بتوں گا بخواہ وہ پکج پر کے جنات مجھے مارہی کیوں نہ دالیں اور مگر والے مجھے کتنا ہی ذیل کیوں نہ کریں۔

آہ وہ وقت بھی — عجیب وقت تھا جب دل نے بیور کیا تھا کہ اسی فرمان کی قیل و قصی علیں ہے جو بارگاہ حسن سے صادر ہوں۔

میں پہلے مکان بڑا گاؤں میں گیا اور مکان سے کچھ روپریک گھسنے پر احمد جن بنتے کے یہ سامان خریدنے لگا۔ مختلف قسم کے عطر اور اگر بیتائیں شیر شفی کو ملنے دیا سلائیاں درود وہا تھکی لابنی مولی سات آٹھ سلاخیں لو ہے کی بزاں میں (یہ اس یے کہ دیوار میں گھاٹ کر آسانی سے ان کے ذریعے سے کوئی پڑھنے جاؤں) ایک پڑا تھان پر ٹرے کا خرید کیا جس میں یہ سب چیزیں پاندوں میں اور دیہ شریعت بخچا کر میں وہی تھان باندھ دیا اور اسی میں بیچے کی طرف سب سامان رکھ دیا کہ اپر جا کر کچھ لوٹا گا اور ان سلاخوں کے ذریعے سے اور پہنچ گیا اس وقت جو تلب کی حالت تھی اور جو منہی خیز کیفیت تھی وہ افظوں میں بیان

نہیں ہر کمکی آہ سے :

طریقِ عشقی میں کوئی نہیں جو آبرو رکتے  
خداوند اُنسی کی پست رہتے گل بھلی تو رکتے

میں نے اور پرہنچ کر کسی جگہ اگر کل بٹی اور لوبان وغیرہ سلاکیا، کہیں چراغ  
روشن کر دیا، کہیں عطر اور گلاب بچھڑک دیا۔ غرض کہ تمام چیز خوبصورت نہیں  
گئی، اُس وقت خود بخود دل میں آیا کہ اگر زینت سے اس مکان میں اترے تو کوئی  
جن نہ سمجھے گا۔ چیز پر سے کوڈ پڑنا چاہئے یہ خیال آتے ہی میں کوئی پرے لائے  
اہکر کو دپڑا دوہ رڑکی تواصیل ہی تھی اور سب گھر کی آنکھیں کھل گئیں اور جس تدریج  
مستورات تلقیں سبے خواس باختہ ہو گئیں اور نہایت بے تابی کے عالم میں انہوں نے  
کہنا شروع کیا :

”یا حاجی صاحب، یا خواجہ صاحب، یا شاہِ مشم صاحب، یا شاہ عبدالعزاق  
با شرمی ہماری مدد کرو“

اس رڑکی کی والدہ نے خوف و دشمنت کی وجہ سے چراغ بھی گل کر دیا  
کہ جن کی میاہنگ صورت سے پنجھنڈ ڈر جائیں۔

میں والاں میں پہنچ گیا اور میں نے کہا : ”چراغ جلا اور ہماری صورت  
دیکھو، تم روز کہا کرتی تھیں کہ ہم نے جن کی صورت نہیں دیکھی“  
وہ خوش مذکرنے لگیں کہ ہم صورت دیکھنا نہیں پا بنتے برائے خدا ہم پر  
رحم کیجئے“

میں نے کہا : ”تم یہ نہ سمجھنا کہ ہم اس وجہ سے آئے ہیں۔ ہمارے آنے  
کی دراصل یہ وجہ ہے کہ وہ حافظا جو بڑا گاؤں سے آتا تھا اور اس سے یہ  
رڑکی قرآن شریف پڑھا کرتی تھی تو ہم بھی تھا کرتے تھے۔ اب کیا وجہ ہے کہ  
یمن دن سے قرآن خوانی نہیں ہوتی“

اس پر وہ مستورات کہنے لگیں :

”حافظ کو ہم نے اپنے پائے کے لامچ کی وجہ سے روک دیا ہے۔ اگر آپ

ذان مننا پا ہتے ہیں تو جس وقت کے لیے حکم دیں یہ لذکی اسی وقت تاروت کیا کرے؟

میں نے کہا : ”مگر قرآن شریعت منع سے مطلب ہے حافظہ سے غرض نہیں میں شب کو روز آڑل گایہ قرآن تھا۔ ہم دو بھائی ہیں اور مدت سے پیار رہتے ہیں“

انہوں نے یہ بات منظور کر لی اور میں روزاڑ اسی طریقہ سے خوشخبر کی چیزیں چھٹ پسلکا کر شپے کوڈ پڑھتا تھا۔ مگر اور پر زیستہ ہی کی طرفت سے چھٹت تھا۔ اس واقعہ کی تمام بستی میں شہرت ہو گئی اور حضور انور کی خدمت عالی میں بھی عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا :

”ہاں ہاں پڑھا جن ہے، پڑھا جن ہے“

حضور کے ان لفظوں کو کوئی نہ سمجھا اور سب کو یہی خیال مستحکم رہا کہ جن ہے قدریاً اسی طرح جن بیکر میری آمد و رفت ہی اور درمیان میں اکثر پہلے کی طرح یعنی حافظہ عبد المکملیم کی صورت میں بعضی ہمان کے طریقہ پر آیا۔ جب اس طرح سے آتا تھا تو پہلے سے گھروالوں سے جن بیکر کو دیا کرتا تھا کہ اس فلاں فللاں مقام پر عرس ہے ہم وہاں جائیں گے اور کپو دنوں نہ آسکیں گے۔ چنانچہ اسی ہماندباری کے زمانہ میں اس لذکی دالدہ نے اس خیال سے کہ یہ بست پاک ہے اور تقابلِ اطہران ہے کہ شہر یہ مقصد کیا کہ حضور پر فور میری سر مکان پر تشریعت لا یعنی اور اس کے متعلق کوئی اشارہ اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمائی تو خدا شر فتح ہو جائے۔ اس سبب سے اس کی دالدہ نے مجھ سے کہا کہ سوکار میں حاضر ہو کر عرض کرو اگر تشریعت لا دیں تو سب زیارت کر لیں۔

میں عرصہ سے شرمندہ محبت تھا خوف کی وجہ سے حاضری کی نوبت نہیں آتی تھی۔ راستہ ٹھکی میں جب حضور کو دیکھتا تو سچی بخفاہ کر کے اوب سے سلام کرتا اور قدبوس ہو جایا کرتا تھا اور حضور پر نور میری طرف اونچے انداز

سے دیکھتے اور تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فنا تھے :  
”حافظاً ماذنَهُ تَمْ خَلِيْبَ کے ہاں ٹھہرے ہو ایک خون ایک جگڑ کا  
معاملہ ہے“  
اس رٹکی کے دادا کا نام لیکر فرماتے تھے۔  
اس رٹکی کی والدہ کے اصرار سے میں حضور میں حاضر ہوا اور پایام عرض  
کیا جھنۇر انور نے فرمایا :

”چھا اپھا سر پر کو چلیں گے“  
میں نے آگرا ملکا عویدی۔ سب مستورات نئے مل جل کر مکان کی صفائی  
وغیرہ شروع کروی اور حضور انور کی نشست کی جگہ کو آراست کیا۔  
سر پر کو میں حضور میں حاضر ہوا آپ تشریف لائے اور ستر پر اسڑتھ  
فرماتی۔ میر کی چچی صاحبہ اور ان کی لاکیاں ہاتھ پاؤں دبائے نگیں اور پکھا  
چلنے نگیں۔ میں اس وقت تصور سے فاصلے پر دیوار سے سہارا لگائے دم بخود  
بیٹھا ہوا تھا۔ میر سے قلب کی حالت اس وقت بہت نازک تھی اور بے اختیار  
رقت طاری ہو رہی تھی۔ اس وقت حضور انور نے کمی مرتبہ دریافت فرمایا:  
”حافظاً کہاں ہے، حافظاً کہاں ہے؟“

اس رٹکی کی والدہ نے اشارہ سے بتایا : ”وہ بیٹھے ہیں۔“  
انتہی میں اس رٹکی نے کہا :

”جاتی تم بھی اگر حضور کے پاؤں دباؤ۔“  
یہ سن کر ڈرتے ڈرتے میں تدمون کے قریب پہنچا۔ میں ہندرسکتا کہ  
اس وقت بھر پر کیا مالیم ہے خود کی طاری تھا اور کس قدر رقت کے ساتھ  
محوت کا غلبہ تھا کہ باوجود اپنے متقدور بھر غبطہ کی کوشش کرنے کے ازخود  
رنگی میں اس رٹکی کی اور میری یہ حالت ہو گئی کہ میں اس کے پاؤں دبارہ تھا  
اور وہ میر سے پاؤں دباؤ بھی تھی۔ اور حضور پر نور زیرِ لبِ تبسم فرمادے تھے  
اس کی اشیاء میں حضور انور نے اس رٹکی کی والدہ سے مناطب ہو کر فرمایا :

ہم نے بہت سیر کی ہے اور تمام ملکوں میں پھر کے ہیں۔ ایک مقام پر  
بنجے تو معلوم ہوا کہ ایک شخص کسی لڑکی پر عاشق ہے تھا اس کا عزیز ہے، لوگوں نے  
اس کی حالت دیکھ کر بہنائی کا خیال کیا اور اس کے آئے جانے کی مانعست  
کرنے کے لیے شورے کر نے لگے۔ یہ بات طے پائی کہ یہ کسی کے کہنے  
بننے سے نہیں مانے گا۔ جس کا یہ عاشقی ہے اگر وہ لڑکی خود کہدے کہ تم میرے پاس  
ڈآیا کر دو ماں جائیگا۔  
اس کے عزیزوں نے اس لڑکی کو سمجھایا اور مجبور کیا کہ اس سے خود  
کے۔

بھی ہے وہ آیا اور اس نے کہا۔ اس عاشق نے جواب دیا کہ پچ سو ہتھی ہو  
ڑاؤں ۲ یعنی مرتبہ اس سے بھکار کی اور اس نے جواب دیا کہ ہاں ڈاؤ۔ بھی  
ہی قمری مرتبہ ڈاؤ نے کو کہا۔ عاشقی کی روح قابل سے پرواز کر گئی اپنے  
عاشق کی یہ حالت دیکھ کر وہ لڑکی بھی جان بحقیقتیں ہو گئی۔  
یہ فرما کر حضور انور نے فرمایا:

”شلو سونو۔ پاک عشق میں خدا مدد کرتا ہے۔ اگر ہزار مکھانی ہوتا تو کچھ نہیں  
ہو سکت“

یہ فرماتے ہوئے آپ صاحب میٹھے اور اس لڑکی کی پشت پر اور میری پشت  
پر ایک ایک گھوشنہ رسید کیا۔

اس واقعہ کے بعد سے میری چھپی صاحب کی بدگانی جاتی رہی اور وہ میری  
خاطر کرنے لگیں۔ مگر میری آمد و غفت کی شہرت عام تھی اور جیسا دنیا کا تابعہ  
ہے لوگ طرح طرح کے ازواجات سے تھم کرتے تھے اور میں حسب دستور  
یہاں سے بعد مہمان بڑا گاؤں گیا اور وہاں سے جن بکر پلے کی طرح روزانہ شب  
کو آئنے جانے لگا۔ میں نے ایک روز اسی جناتی شکل میں اس لڑکی سے کہا:  
”میں لکھنوجاتا ہوں، جن بننے کا سامان لانا ہے۔ تھیں جو منگلا ماسبو بتا دو، لیتا  
اؤ ملگا۔“

اس نے ایک مقیمت الجھر کی بیسخ کے لیے کہا۔

میرا خیال تھا کہ اس وقت سب گھر سو رہا ہے، مگر حیثیتہ میر اپنی صحابہ بیان نہیں اور وہ پچھے پچھے میری باتیں سن رہی تھیں۔ انہوں نے میر کی آفٹنگ کو کایا۔ طلب سمجھا جو فیکر بعد کو معلوم ہوا کہ حافظت نے میرے یہاں کے جتنے کو مل دیا۔ پھر وہ کراپنے قبضہ میں کر دیا ہے اور جن بکران کی مدد سے آتا ہے، مگر جنات کا خیال دل سے دور نہ ہوا بلکہ اس کا پورا لیکھن ہو گیا کہ یہ حزور حافظت ہے۔ مگر انہوں نے سمجھی مجھ سے یہ خیال نلا ہر زکیا میں بدستور جن بکران آتا جاتا رہا اور تین چار ماہ کے بعد مہماں بن کر گیا ترقی حاصل ہے صرف اسی روکی کو مجھ سے پرداہ کر لیا اور سب اڑکیاں میرے سامنے آئیں اس وقت بھکو بہت پریشان ہوئی۔

بھکو بیٹھے ہوئے دس پندرہ منٹ کا عرصہ گزار ہو گکہ کو دلڑکی و فعتہ پرداہ سے باہر نکل آئی اور جہاں میں بیٹھا تھا ہیں کہ کھڑکی ہو گئی۔ اس کی بڑی ہمیشہ رئے کہا:

“آج بہانے تک بہر آئنے سے منع کیا تھا پھر کیوں باہر آئیں؟

اس نے جواب دیا:

“آج بہان کی یہ بات مخلافِ عقل ہے۔ حافظت میرے رشتہ میں جائی ہیں اور مجھے قرآن شریف بھی پڑھایا ہے اور تمام بستی جانتی ہے کہ ان سے پرداہ نہیں ہے۔ پھر اس پرداہ میں میری بدنامی ہے کہ نہیں۔ آخر پرداہ کی وجہ کیا ہے؟”

یہ سکرتام مستورات دم بخود رہ گئیں۔ مگر میں بہت پریشان تھا اور یہی طبیعت الجھگنی۔ میں اسی وقت رخصت ہوا۔ اس روکی کی والدہ نے بہت روکا مگر میں نہیں ٹھہرا۔ اور اسی واقعہ کے خیال میں چل دیا۔

طرح طرح کے منصوبے دل میں پیدا ہوتے تھے کہ آج جن بکر خوب ان سب کو درست کرنا چاہئے بہتر حواسی کے عالم میں تمہم نہیں اٹھتے تھے۔ میں

راستے سے پھر لیا اور دیوہ شرافت کو داپس آیا اور اس مکان پر بیٹھا جب اندر گیا تو ایک نائے کا عالم تھا وہ لڑکی ہنا یت پریشان بدیکی ہوئی تھی میں نے اس کی ہنروں سے سبب دریافت کیا تو انہوں نے بیان کیا کہ آپ کے جانے کے بعد آنا جان لئے پرودہ سے باہر آنے کے جرم میں ان کو خوب مارا ہے۔ مگر یہ اب بھی یہی کہتی ہے کہ میں ان سے پرودہ نہیں کروں گی۔

اس واقعہ سے بھکوا در بھی دھشت ہو گئی اور میں چلا آیا۔ جب رات ہوئی تو حسبِ دستور میں جن بکر کو شہ پر گیا اور اسی طرح کو دڑا۔ ان کی والدہ کو سختِ تعجب ہوا کہ کل تو یہ کہ گئے فتنے کر ہم اجیر شریعت جانتے ہیں آج یکسے آگئے۔

میں نے چلا سوال یہ کیا کہ تم نے — اپنی رڑکی کا حافظہ سے پرودہ کیوں کرایا اور جب وہ چلا گیا تو رڑکی کو کیوں مارا۔ ہم کو اس کی خبر ہو گئی اور ہم اسی وجہ سے داپس آئے ہیں۔ ہم بنی شک حافظہ کے قبضہ ہیں ہیں۔ اب تمہارے ہاں حافظہ کبھی نہیں آئے گا بلکہ تہاری حرکت سے بہت رنج ہوا حافظ جو خدمت ہم سے لے گا اس کی بجا اور یہ کے لیے تیار ہیں۔ یہ شکر سب متواتر ہو گئیں اور خوشامد سے خطہ معاف کرنے لگیں، مگر جن صاحب اپنی ہی بات پر ناقہ مُر ہے۔

دوسرے روز میں پھر ہمان بکرایا اور اپنے دوسرے چھا صاحب کے مکان پر مقیم ہوا جو اس مکان سے متصل تھا۔ رمضان شریعت کا نہیہ تھا میرے آئے کہ خبر جب اس رڑکی کی والدہ کو ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ وہ ہمارے ہاں نہیں آیا اور دوسری جگہ ظہرا ہے تو جنات کی غنیمی کے خیال سے انہیں دو دھشت ہوئی کہ گہیں نئی مصیبت نہ نازل ہو۔ دیکھیے جنات ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔

انہوں نے اس خوفت کی وجہ سے اپنی ماماؤں کو سمجھا کہ جس طرح مکن بھکو لے آئیں مگر میں نہیں گیا۔ جب روزہ کھونے کا وقت ہوا تو افشا رہا۔ اس مکان

سے بھی آئی جہاں میں ستمہرا تھا اور اس رُڑکی کی والدہ نے بھی بیٹھی۔ میں نے اس خیال سے کہ جبی صاحبہ کے ہاں کی انتظاری میں وہ ہاتھ گئے ہوں گے۔  
وہی افطاری کھانی اور اس انتظاری میں سے جو جائے قیام سے آئی تھی اتنا کر جتنی کھانی تھی اس میں شامل کر دی تاکہ اس رُڑکی کی والدہ کو جسی علم ہو کر جہاں سے ہاں کی افطاری نہیں کھانی۔

یہی ہوا کہ جب چپی صاحبہ نے اپنے سب برتوں میں بدستور افطاری دیکھی تو وہ اور متوجہ ہوئیں کہ میرے یہاں کی افطاری بھی واپس کر دی با لکل نہیں کھانی!

جب شب کر سب تراویح میں پلے گئے اور میں تہوارہ کیا تو پھر چپی صاحبہ کے یہاں سے کھانے کے لیے مامیں بلانے آئیں مگر میں نے اٹکا کر دیا بالآخر خود اکر پھر لکر لے گئی اور اپنے گھر لے جا کر اس رُڑکی کے تربیب بھادیا اور کہا کہ ان کو کھانا کھلاؤ۔ وہ لڑکی کھانا لانی میں کھانا کھانے لگتا۔ وغیرہ ان کی والدہ کے خواں بھر لئے گئے اور خود بخوبی انتشار کے باعث یاددا جائے کیوں ان کی مجذوبانہ حالت ہو گئی اور وہ اپنے گھر میں سب کو مارنے لگیں مگر مجھ سے اور اس رُڑکی سے کچھ نہیں سب اور خود بخوبی کھوئیں میں گرنے کے لیے چلتے گئیں۔ سب نے ان کو پکڑا۔ یہ حالت ان کی بڑتی رہی اور ۱۲ بجے شب تک قائم رہی۔  
وہ لڑکی بھی اس حالت کو دیکھ کر بہت پریشان ہوئی اور مجھ سے کہنے لگی:

”خانہ ظہبیانی تھے تو کچھ نہیں کر دیا۔“

میں نے کہا: ”تم الینا ان رکھو میں نے کچھ نہیں کیا۔ شاید ان کی حرارت تلب سے ایسا ہوا ہے؟“

یہ کہ کر میں باہر چلا آیا۔ تصوری دیر کے بعد میری چپی صاحبہ کی بڑی رُڑکی نے مجھکو بلاک کیا:

”ایک خط اکھد و تاکہ عازم کے ہاتھ بسیکر جہاں گیر آباد سے والدہ سب کو

بایا بائیں نے کہا "اچھا" اور یہ لکھ بامبر ملایا۔

بامبر کارمیں نے خط تو لکھ دیا لگر نیال کی راگری آدمی کی تروہ فراہمی  
اور ان کے آئنے پر نہیں معلوم کیا واقعہ پیش آئے اس نے اس سے اس آدمی سے  
دریافت کرنا چاہیے کہ اس کا کیا خیال ہے۔ اس طازم کا بوجو بامبر کے کاروبار کے  
لیے قائم عظمت نام تھا میں نے اسے علیحدہ لیا کر کہا،

"عظمت تم بھی کچھ جانتے ہو کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اور کیوں ایسا ہوا؟"

اس نے کہا: "جگہ سب معلوم ہے"

میں نے کہا: "کیا معلوم ہے۔"

اُس نے جواب دیا کہ آپ کی ناراضی کی وجہ سے یہ سب حالت ہو رہی  
ہے۔ جب تک وہ لوگ آپ کو خوش نہ کریں گے اسی آفت میں رہیں گے کیونکہ  
آپ کے قبضہ میں جن ہیں وہی ان لوگوں کو پریشان کئے ہوئے ہیں۔  
میں دل ہی دل میں بہت خوش ہو اکھ خدا کا شکر ہے یہ بھی جنت کا  
قائل ہے۔

میں نے اس سے کہا: "آج شام سے جنت کو سمجھا رہا ہوں مگر وہ میری  
ایک نہیں ہے" اس نے کہا:

"خدا خیر کے ان لوگوں سے سوت غلطی ہوئی ہے"

میں نے کہا: "عظمت مجھے تھا را بہت خیال ہے اور مجھے خوف ہے مباوا  
تم خط لکھ جاؤ تو تم پر بھی کوئی وار کریں"

اس نے کہا: "اگر لاکھ روپیہ کا لائچ بھی دیں تو نہ جاؤں گا"

میں نے کہا: "اگر ایسا کرو گے تو تمہاری ملازمت جاتی رہے گی"

اس نے کہا: "اس کی بھی کچھ پروانہی ہے اگر جان ہے تو جہاں ہے"

میں نے کہا: "میں تھیں ایک بات بتا تاہوں اگر اس پر عمل کرو گے تو ملازمت  
بھی زبانے گی اور جانے سے بھی پیغ جاؤ گے"

وہ ماتھ جوڑنے لگا اور کہنے لگا: "جلدی فرمائیے"

میں نہ کہا تم ڈیورٹھی پر جا کر نہ مانگ اور مکان کے لیے چھپے اس خود  
کو لیکن خود بخوبی پڑا اور دو شنبے چلاتے تھے مگر میں سب کو معلوم ہو جاتے ہو کر نہ  
لیکن کیونکہ جانا اس پر جن مستطیل ہو گئے۔ پس کچھ چفاتے تھے تم کو آدایا تو پڑتی تھیں  
ہو گئی کیونکہ وہ فیض و غصہ کی حالت ہیں ہیں۔ اس طرح کرنے کے بعد اپنی خود  
بپور سمجھیں گے اور اگلے رہیں گے۔

اس نے کہا: "میں ابھی تعلیم حاصل کرتا ہوں، نہ کہ یہ مجھ کو سمجھائیں۔  
وہ فراٹ ڈیورٹھی پر گیا اور خط ٹیکر دوازہ ہو گیا۔ تھوڑی دودھ پل کا اس نے  
لاٹھی اور کٹھی سب پیکے دی اور بدھا سی سے زمین پر سرخ بسل کی ٹھیکانہ  
ترٹپنے لگا۔ اس وقت میں چادر اوڑھتے ہوئے یہاں تھا بارہ بجے شب کا وقت  
ہو گا۔ ایک بیراٹی ہے میں رہتا تھا وہ اس کے شرروٹ سے چونکہ پڑا اور  
اس نے دروازہ کھول تو دیکھا کہ میاں غلطت لوٹ رہتے ہیں۔ اس نے غلطت  
سے ٹوچا:

"کیسی طبیعت ہے؟"

تو غلطت نے آٹھ کر ایک ٹھانچہ مارا۔

وہ بیراٹی بھی پریشان ہو کر عیناً کا اور اس مکان پر پہنچکر آواز دینے لگا  
اس مکان میں ایک عریز اس وقت آگئے تھے جو بیری چھی صاحب کے دیور  
تھے۔ وہ ان کی طبیعت سمجھنے کے لئے تدبیریں کر رہے تھے۔ وہ باہر نکل آئے  
اور دریافت کیا کہ کیا مصالحت ہے۔

اس نے کہا: "غلطت کو جانے کیا ہو گیا ہے؟"

وہ غلطت کے قریب پہنچکر اس کی حالت دیکھنے لگے اور کہنے لگے:

"اب کیا ہے ایک آدمی تھا اس کی بھی یہ حالت ہو گئی اندر مستورات کا اگ  
خراب حال ہے۔ یہ مانظہ جو پاپے کرے اسی نے سب گھر کو پریشان کر  
رکھا ہے۔"

یہ کہتے ہوئے یہ سے پہنچ کے قریب آئے اور مجھ کو اٹھا کر کہنے لگے:

”بھانی خطا محدث کرو کیا کوئی خون کراوے گے کیا مستورات بے پر دہ بر جائیں گی جب خوش ہو گے؟“  
میں نے کہا: ”میں نے کیا کیا ہے؟“

اپنے جواب دیا: ”یہ سب آفت تہارے ہی باعث آہت ہے۔“  
میری آن کی گفتگو بڑی رہی تھی کہ اتنے میں غلت نہ ڈیڑھی پڑ آکر آواز دی:

”دیکھو تم نے حافظہ جی کے خلاف کوئی بات کی تواجھا نہ ہو گا۔“  
میری کچھ صاحبہ جو مخطوط الحواس ہر ہی تھیں کہنے لگیں: ”میں ہرگز خلاف ذکر دلگی جو وہ شہین گے دہی کروں گی۔“  
اس وقت وہ کچھ سہولیت میں آگئی تھیں۔

صحیح کو میں ٹراکا دل جانے کے لیے آمادہ ہوا اور ایک صاحب جو میرے درستہ کے چھاتھے اور ان کے خاص عزیز تھے وہ میرے ساتھ چلے راست میں مجھ سے اور ان سے بہت باتیں ہوئیں۔ اپنے نشاہر کیا جانا تھیر آباد جاتا ہوں تھم میں میرے ساتھ چلو۔ یہ واقعہ ہورات کو میرے سامنے پیش آیا ہے اس کا ان سے ذکر کر دل گا اور اس بات کا انپر زور دوں گا کہ وہ اپنی لڑکی کی شادی تہارے ساتھ کر دیں اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو سوائی کے سوا کسی کا خون جھی ہو جائے گا۔

میں ان کے ساتھ چلا گیا وہاں پہنچ رہوں نے اس لڑکی کے والد صاحب سے شب کا تامام واقعہ بیان کیا اور کہا کہ حافظہ کے قبضہ میں دو جن ہیں۔ عرض کہ اپنے نہایت تفصیل سے سب سرگزشت بیان کی۔ اس لڑکی کے والد کو طیش آگیا اور اپنے نہایت تفصیل سے جواب دیا:  
”کچھ ہو جائے ہم ہرگز شادی نہ کریں گے،“ اور نہایت برسی کی حالت میں میرے تریب آئے اور مجھ سے کہنے لگے:  
”دو جن تھے اپنے قبضہ میں کیا کر لیے ہیں کہ خدا نے پر قبضہ ہو گی۔ تھم“

اگر کورات سے پریشان کر رکھا ہے۔ اب ہم اسی وقت باتے ہیں وہ کیسیں جن ہمارا کی کرتے ہیں۔

میں نے ہمایت بلے پر دائی سے جواب دیا:  
دہال جانے کی کیا ضرورت ہے جن توہر وقت میرے ساتھ رہتے ہیں  
ابھی تماشہ دیکھ لیجئے۔

یہ بلے ساختہ جواب سن کر میاں عبدالرؤف صاحب بہت گھرائے اور کہنے لگے:

”کیا یہاں بھی آبرو کے خواہاں ہو“  
میں نے کہا: ”آپ خود ہی ان کے مقابلہ کا ارادہ کرتے ہیں وہ اس وقت میرے ہمراہ ہیں اور تیار ہیں“

اہلوں نے جواب دیا: ”خدا کے لیے معاف رکھو اور تیرے دن مجھ سے ملنا اس وقت میں تم سے باقیں کچھ کروں گا“  
اب میں جہاں چیز آباد سے بڑا گاؤں گیا اور تیرے دن پھر ان کے پاس جہاں چیز آباد آیا۔ یہاں بہت لوگ مہاں تھے جو ان کے رشتہ دار تھے گرفتار سے کسی نے کوئی بات نہیں کی۔ میں کھانا کھا کر میاں سے بڑا گاؤں والپں چل دیا ہے ساتھ اس رٹکی کے پیوچا ہو گئے۔ جہاں چیز آباد سے تھوڑی دُور چل کر مجھ سے کہنے لگے:

”بڑے افسوس کی بات ہے تمہاری وجہ سے ایک خون ہو گا“ یہ سن کر مجھے دھشت ہوں۔ میں نے کہا:  
”خون کیا؟“

اہلوں نے جواب دیا: ”اس رٹکی کے والد اور چچا کو مسلم ہو گیا ہے کہ تم دونوں طالب و مطلوب ہو اور شریعت آدمیوں کے لیے ایسے واقعات سے زیادہ اور کرنی بات قابل شرم ہوگی۔ اسی وجہ سے اہلوں نے عزیزوں کو جمع کیا تھا۔ یہ مشکرہ ہوا ہے کہ اس رٹکی کو مارڈا ناچا ہے۔ ابھی وہ دونوں

بھائی دیوہ شریف گئے ہیں اور ایسا کریں گے۔"

میں اس خبر سے بیجد پریشان و بد حواس ہو گیا۔

دہ کرنے لگے : "اب تم کو بھی اپنی بان رے دینا چاہیے تم ایسی حالت  
میں زندہ رہ کر کیا کر دے گے ؟"

یہ سن کر میں نے کہا : اب میں بڑا گاؤں نہ بحاول گا، دیوہ شریف جاتا  
ہوں ।"

اور ان سے راستہ ہی سے رخصت ہوا، راہ میں طرح طرح کے خیالات  
دل میں پیدا ہوئے تھے مگر دل میں یہی خیال جا ہوا تھا کہ اب زندگی بیکار ہے  
تم کو بھی جان دیدیں چاہیے اور انہیں کے مکان میں بونکنوں ہے اس میں گزر کر  
جان دو۔

یہ بات آپسی طرح ذہن نشین ہو گئی، میں دیوہ شریف پہنچا اور ان کے  
مکان پر گیا تو بالکل ستائنا تھا کسی کی آواز نہیں آتی تھی دروازہ بند تھا وہ سپر  
کا وقت ہو گا، اس ستائے سے مجھکو لقین ہو گیا کہ ان لوگوں نے ضرور اس کو مار  
ڈالا۔ کئی عکس میں نے اس مکان کے لگائے تگرنا کھڑکی کھلی نہ دروازہ کھلا، اس  
وقت کے انتشار تکبی کا ذریغہ نظر میں ادا نہیں ہو سکتا، میں اسی بد حواسی کے عالم  
میں شاہ فضل حسین صاحب وارثی سجادہ نشین شاہ منم کے ہاں گیا اور میں نے  
کہا : "مجھے گرمی بست معلوم ہوتی ہے۔ انہوں نے فرمایا : "عقل کر لو" اور اپنے  
خادم کو حکم دیا کہ مجھے غسل کرائے۔

اس کے بعد میرے سبھ میں عطر لگایا۔ پہاں سے اٹھ کر میں سید معروف شاہ  
صاحب ارشی کے مکان پر گیا۔ ان سے مکروہ اسی مکان کی طرف چلا، رضان بُریف کے دن تھے وہی روز  
سے تھا اور اب مغرب کا وقت بھی بالکل قریب تھا، جس وقت اس مکان پر پہنچا  
دروازہ کھل گیا تھا۔ میں الا اللہ ہب کہ مکان کے اندر چلا گیا اور سر کے بل  
کنزوں میں گرپٹا، مگر خدا کی قدرت کو کمزوریں کے اندر جب پہنچا ہوں تو سید حاکم  
تھا۔ اس معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے مجھکو سنبھال یا مگر دونوں ہاتھوں میں سخت

چوٹ آئی ایک ہاتھ کی ٹپی باہر نکل آئی دوسرا ہاتھ کی ٹپی توٹ گئی۔ یہاں تو  
اب بھی ٹپڑا ہے اور سید حافظہ میں ہفتا۔  
اس رٹکی کی والدہ نے جو مجھکو کرتے دیکھا تو فوراً شور و غل پھایا۔ ہمارے  
کے لوگ جسے ہو گئے اور سب گھروالوں نے اور اعزاز نے اس رٹکی کو ایک  
کوٹھری میں بند کر کے قفل لگادیا اور کنٹیں میں اشیاءں اور تھیر بر سانا شروع  
کر دیئے۔ ایک عام شور و غل ہو گیا اور سید معرفت شاہ دارشی کو بھی اطلاع  
ہوئی وہ من دیگر محترمین دیوبہ شریعت میری اعانت کے لیے آئے اور اس رٹکی کی  
والدہ پرانہ ساری نارانجی کی بہت کچھ جزا جلد کہا اور سید معرفت شاہ قبلہ نے کنوں میں  
کے قریب آگر آواز دی کہ حافظہ زندہ ہو تو پولواد بھی مختلف آوازیں میرے  
کافوں میں پہنچی۔ اس کنوں میں میرے گھنٹوں تک پانی تھا۔ وہ رٹکی ہمایت بتایا  
کے اندر سے آواز دے رہی تھی :

”آج حافظہ بھائی کی تم لوگوں نے جان لی۔ خدا کے لیے دروازہ کھول دو۔  
میرے کافوں میں بھی اس کی آواز ہے اور اس آواز سے دل میں تقویت  
ہے۔ اور جان میں جان آئی اور مجھے یقین ہو گیا کہ وہ زندہ ہے۔ معافیں نے آواز  
دی :

”میں زندہ ہوں مجھکو جلد میں نکالو۔“

چنانچہ رسمی میں کھنڈوں باندھ کر کنوں میں ڈالا گیا اور باہر نکلتے ہی میں نے  
ایک نعرہ مارا :

”مزہ ہے پیاری کا۔“

اس وقت سید معرفت شاہ صاحب قبل مجھکو اپنے مکان پر آئے  
دو دروازہ پیش کری چلانی اور مجھ سے فرمایا کہ میں کھاروں کو بلا تاہوں وہ متکہ  
پاکی میں بٹھا کر بڑا گاؤں تھا رے مکان پر پہنچا دیگے میں نے کہا :

”میں ہر گز مکان کو نہ جاؤں گا۔“

انہوں نے فرمایا : ”نہیں اس رٹکی کے دارالاب جہاں تھیں آباد سے یہاں

آجائیں گے، جدا ہاتے تمہارے ساتھ کیا معااملہ پیش آئے۔ راہکی کا معااملہ ہے سب باتی کے لوگ اپنیں کے ساتھ ہوں گے۔ میں نے کہا، "میں نے تو جان دے ہی دی تھی اب دہ پڑ گئی تو یہ میرے بس کی بات نہیں ہے بلکہ جان سے نہیں ڈرتا۔

اس وقت میرے رشتے کے چھا میاں لوز رزلی صاحب وہاں موجود تھے وہ مجھکو اپنے مکان پر لے آئے۔ اسی روز شب کے وقت اس راہکی کے والد بھی آگئے۔ میری یہ حالت تھی کہ نجیکو چوت کا احساس تھا کہ کسی تکالیف کا۔ اسی خیالِ محبوب میں صبح ہو گئی۔ صبح کو معلوم ہوا اکھنور ازور اسی وقت دیوبہ شرافت تشریف لارہے ہیں اسی وقت میری یہ حالت تھی کہ جو حضور میں لوگ تھے میں ان کی طرح طرح سے خوشامد کرتا تھا کہ خدا کے یہ اگر میرے خلاف کوئی حکم دیں تو کوئی کرنا اور مجھے دیوبہ سے نہ کھلنے دینا۔ اگر سب کا لوز پر ہاتھ و حرمت تھے اور کوئی شر کیب حال نہ ہوتا تھا۔

مجھے اس زمانہ میں حضور ازور کا صرف اتنا اعتقاد تھا کہ یہ ایک بزرگ ہیں میرے پیر ہیں۔ اور غالباً اس وجہ سے تھا کہ ان کے سب مطیح و فیاض بردار ہیں۔ اگر انہوں نے حکم دیدیا تو مجھے دیوبہ میں کوئی پھکٹے بھی نہیں دیگا۔

صبح کے اٹھ بجھے ہوں گے جب سید معروف شاہ صاحب معدود گیر معززین دیوبہ شرافت حضور کے استقبال کے لیے گئے اپنے جب حضرت سیدنا قربان علی شاہ صاحب قبل کے مزار بمارک کے قریب آئے تو معروف شاہ صاحب اور دیگر ہر ایکوں کی طرف دیکھ کر قبسم کیا۔ اور ارشاد فرمایا:

"کیوں کیروں حافظ کنوئیں میں کو وڑا اکیوں ایسا کہا جو وہ کو وڑا ہے" (خاص سید معروف شاہ سے مطالب ہوک) "سُنَا شَمْبَتْ ایسی تو ہر جیسی حافظ کو ہے"

سید معروف شاہ صاحب نے سب داعی عرض کیا اور جانین کی کیفیت بیان کی۔

ادھر حافظ کی بیتابی کا یہ عالم تھا، ادھر وہ لڑکی قتل میں بندقی اور بے تاب تھی

آپ نے فرمایا: "ہاں ہاں دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی۔"

اس کے بعد آپ نے فرمایا:

"پاک محبت ہے، پاک محبت ہے گردناہ کے لوگ نہیں مانیں گے اور انکی بدنامی ہرگزی۔ حافظ عاشق ہے حافظ عاشق ہے"

حضردار نور کے یہ افاظ سن کر لوگوں نے میری طرفداری کی باتیں شروع کر دیں جب بھکر حضور نور کی ان باتوں کا علم ہوا تو میں آستانہ اقدس پر حاضر ہوا۔ اس وقت دروازہ بند تھا میں نے دستک دسی تو نور محمد شاہ نے عرض کی کہ حافظ ہیں۔

آپ نے فرمایا: "حافظ مstan حافظ Mstan"

اس وقت میں دہی خون آلود کپڑے پہنے ہوئے تھا جو اس کنوں میں تھوڑے آنے سے ہو گئے تھے۔ آپ نے دروازہ کھلوایا۔ میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوا۔

آپ نے فرمایا: "حافظ حافظ ضبط نہیں ہوا کوئی میں پھانڈی رے کوٹا ہاتھ کوٹا کوٹا کوٹا ہاتھ ٹوٹا" یہ کہتے کہتے میرے ہاتھ کو کپڑا کر ایک جھککار دیا تو ٹہہی باکل جڑا گئی۔

اس کے بعد فرمایا: "حافظ حافظ وہ لوگ تمہارے دشمن ہو گئے ہیں اور اب ان کے گھر رہ جانا"

میں نے اس ارشاد کو خاموشی کے ساتھ سُن لیا مگر دل کو بچا اور می کے لیے حاضر رہ پایا۔

میں نے خیال کیا کہ میں ضرور جاؤں گا۔

مگر آپ نے پھر بھی کئی مرتبہ فرمایا:

"تم رہ جانا وہ لوگ مارڈاں ہیں گے" میں اسی وقت حضور سے رخصت

ہو سر بر آیا۔ عشق کا جن سر پر سوار تھا کوئی بات ذہن میں نہیں آتی تھی۔

چنانچہ اس وقت بے تاباذ اس مکان میں گھس گیا۔ وہاں بیری خوب سوت ہوئی اور میں اپنی طرح پٹ کر باہر نکلا۔ اب وہاں کچھ پا سبان بھی زائد ملازم رکھنے کے اور مکان پر پھر ہو چکی مقرر ہو گیا۔ اسکے لئے کہ کی خانہ تھی بھی کوئی مستورات ہر دقت کرنے تھیں۔ میں بے تاباذ کے عالمیں یہ صد لکھا پڑتا تھا۔ ”ولیخانی تیرے دربار میں کیا  
ہد کر بیجو شاہا۔ ایک روز میں اس کے مکان کے گرد صد لاکھارا تھا اور عاشقانہ اشمار و درختاں کا ہد  
روز کی کامیک کوئی نہ پڑھتا تھا۔ اس کو بڑی ذلتیں سے کچھ عورتیں بیٹھے رہے چکیں  
اور اسی وقت مکان کے زینتوں کو بالکل منکست کر دیا گیا۔ اب یہ حالت ہو گئی کہ مکن  
کوچوں میں پٹھنے لکھا۔ اکثر لوگ آکر کہتے تھے :

”پیاری کا حکم ہے یہرے نام سے سو جوتے ماردو“

میں سمجھ کا دیتا تھا وہ جوتے مارتے تھے۔

اس داتھ کی اطلاع جب حضور انور کی خدمت عالی میں ہوئی تو آپ نے  
مجھے بلکر ارشاد فرمایا :

”تم کسی کے کہنے سننے میں نہ آیا کرو، نہ کسی کی بات کا اعتبار کرو جب وہ  
خود آگر کہے تو یقین کرو“

میں یہ ارشاد سن کر چلا آیا۔ میں اس مکان کے پاروں طرف چکر لگا کر صدا  
لگایا۔ اکرتا تھا جس سے اس مکان کے طوفان کی صورت پیدا ہو جائیا کرتی۔ تھی۔  
میں جب قدیم بوس ہوتا تو حضور انور یہ اکثر ارشاد فرماتے تھے :

”بادشاہِ مسلم صاحبؑ کے مزار پر صد لکھاڑا“

میں اکثر شاہِ مسلم صاحبؑ کے مزار پر حاضر ہوتا اور صد لکھاڑا تھا۔ اور  
دیوانِ حافظ کے مختلف اشعار پڑھتا تھا۔

ایک روز کھا واقعہ ہے کہ میں اس مکان کے گرد صد لکھاڑا ہوا پھر رہا  
تھا کہ اس لڑکی کی والدہ معدود گیر مستورات کے حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر  
ہوئیں اور عرض کیا : ”حافظ ہم لوگوں کو بد نام کرتا ہے اور لڑکی کا نام علی الاعلان

لیتا ہے۔

آپ نے فرمایا: "وہ ایسا ہے تو تم ابھی دیوہ سے سکھوادیں گے"

نور محمد شاہ کو حکم دیا: "ابھی پکڑ لادو"

نور محمد شاہ نے جب مجھ سے سب واقعہ بیان کیا۔ تو میں ایک چاقو فیکر حضور کے دروازہ پر جا کر پیٹھ گیا اور ارادہ کر دیا کہ اگر آپ نے بنک جائے کام حکم دیا تو آپ ہی کے سامنے اپنی بیان کو ہلاک کر دوں گا۔

فیکر حضور نور نے اس حالت میں علاحدہ فرمایا تو کوئی بات ایسی ارشاد  
ہیں فرمائیں جس سے نا امید ہوتا۔

میں اس زمانے میں پنگ اڑایا کرتا تھا اور اس لڑکی کے مکان میں گردایا کرتا تھا اور جلد ہی سے دوڑ کر اس مکان میں گھس جایا کرتا تھا۔ کہ ہماری پنگ گری ہے اور دن میں کم کم مرتبہ خوب پٹ کر اس مکان سے نکلتا تھا۔

جب حضور کر اس واقعہ کا علم ہوا تو ہلاک کر مجھ سے ارشاد فرمایا:  
"تم ہمارے کوشے پر پنگ اڑایا کرو"

انہیں پریشانیوں اور مصیبتوں کو جیتے ہوئے میں پرس کا عرصہ گز ریا اور بہت سے واقعات پیش آئے اتنے عرصہ کے بعد ایک روز حضور نور نے مجھے ارشاد فرمایا:

"حافظ حافظ ہماری صورت دیکھا کرو" اور یہ بھی فرمایا: "خوب"

اُنہیں بتاں یہ وہ حبلِ الور بیڈا۔

میں نے عرض کیا: "حضور اس سے زیادہ دنیا میں کوئی حین ہی نہیں ہے کس کو دیکھوں۔ آپ اُس سے زیادہ خوبصورت ہوں تو دیکھوں" آپ یہ سن کر متبرم ہوئے اور مجھکو گلے سے لگایا اور فرمایا:

"عاشق کے سوا کسی کی یہ جرأت نہیں ہو سکتی"

ایک روز کا واقعہ ہے کہ فتح پور میں مستقیم شاہ صاحب کے مکان حضور رونق افروز تھے میں بھی ہمراہ تھا۔ مولانا مولوی شاہ نذیر علی صاحب اُس

زمانہ میں ایک بڑے پایہ کے بزرگ فتح پر میں رہتے تھے۔ وہ حضور انور سے لئے کے آئے۔ انہوں نے بڑی دیر تک میری صورت کو دیکھا۔ انہیں کے سامنے حضور انور نے مجھکو بلایا اور فرمایا:

”حافظ حافظ آج دیلوہ میں ماں بیٹی میں خوب جوں پیزار ہوئی۔ وہ لڑکی تماں لئر کو پریشان کئے ہوئے ہے۔“

میں یہ سن کر چلا آیا اور مولیانا جسی رخصت ہرگئے۔ اس کے بعد پر وہ ہو گیا۔ آپ نے مستورات سے فرمایا:

”حافظ کو ایک صد ابتمیں اگر وہ اس صد اکونگا نے لگیں تو چھا ہو۔“  
انہوں نے عرض کیا کہ حضور ان رخصت کرتے ہیں تو بلاؤ کربتا دیجئے۔ آپ نے فرمایا:

”نہیں نہیں ہم شکریں گے۔“

ان عورتوں نے کہا ”کیا صدا ہے جہیں کو معلوم ہو جائے تو تسلیلِ حکم کریں؟“

آپ نے فرمایا ”تم بتا دو وہ صد ایہ ہے سے۔“

”یہ سکر رہیث میں آیا۔“

صدق دل سے زبان پہ جو دیا

”یعنی حضرت نے ہے یہ فرمایا۔“

کلہنڈ لا اللہ الا اللہ

”بے شقتِ پیشت کو پایا۔“

”محمد موسوؑ لے اللہ

ایک بیلبنے مجھکو دروازہ پر بلوایا اور یہ صد ابتمی میں اسی روز دروازہ پر کھڑا ہو کر یہ صد اکونگا نے لگا۔ حضور اس صد اکونگا کرنوش ہوئے اور مجھکو اندر بلالیا۔ اور فرمایا:

”حافظ حافظ سیکھ لی، اچھا صد اکونگا۔“

میں برابر وہی صد اگھاتا ہوا پسیش  
کے ساتھ دیوہ شریعت تک آیا یہاں اُک معلوم ہوا کہ اس لڑکی کے عسلارہ  
تمام گھر کو نون کے دست آ رہے ہیں۔ ان لوگوں کو بھی اس کا عالم ہوا اور وہ  
سب لوگ حضور اپنے خدمت عالی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ بہتری  
حالت ہے۔

آپ نے بھجو بلکہ ارشاد فرمایا:

”جب مزاروں پر جایا کرو تب یہ صد اگھا کر فہری دیوہ میں نہ لٹھایا کرو۔  
ان لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے“  
میں ارشاد سن کر چلا آیا اور تعییل کی اسی حالت میں ایک عرصہ گذر  
گیا۔ ایک روز آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

”حافظ حافظ خدا اور رسول نم کو طین وہ لڑکی تم کو ملے یا نہ ملے“  
میں نے گھبرا کر عرض کیا ”میں حضور مجھے کچھ نہ ملے وہ لڑکی مل جائے۔ اگر  
خدا اور رسول کو بھی اسی صورت میں دیکھوں گا تو ما نول گا ورنہ میں سب سے  
باڑ آیا“

یہ سکر حضور نے فرمایا: ”عاشق کے سوا کوئی ایسا نہیں کہہ سکتا“  
اُس زمانہ میں میں یہ صد ازیادہ لگاتا تھا: ”عرض ہے پیاری کا“ اور  
دیوان حافظ کے اشعار پر حاکر تھا۔ اکثر لوگوں سے میں نے یہ بھی کہہ رکھا  
تھا کہ اگر وہ لڑکی کسی وقت حضور کی قدیمی کے لیے جائے تو  
مجھے اطلاع دینا۔

ایک روز بعد نماز مغرب مجھے خبر ہوئی کہ وہ لڑکی اور اس کی والدہ  
حضور کی قدیمی کو گئی ہیں۔

میں زمانہ حجت مکان کے قریب پہنچ کر صد اگھا لگانے لگا حضور اپنے اسی  
وقت ان دو ازوں کو خدمت کر دیا۔ اگر جب بھجو دروازہ پر شستے دیکھا تو وہ بُشک  
کر کھڑی ہو گئیں اور مرا منعم بیگ صاحب دارثی کو بلکہ راہبوں نے کہا کہ:

”حافظ کو دروازہ سے طال دو۔“ مرزا صاحب میرے پاس آئے اور بھسے کہنے لگے :

”یہ زناش دروازہ ہے یہاں کیوں کھڑے ہو، جاؤ مراذ کل طرف صد الگاڈ۔ ادھر مستورات تدمبوکی کے لیے آتی ہیں؟“  
میں نے کہا : ”میں زناش مراذ نہیں جانتا، جہاں جی چاہتا ہے صدارگاٹا ہوں، آپ کون میں؟“

انہوں نے مجھکو بہت بڑا بجلایا اور یہ بھی کہا کہ میں ابھی حضور پر فخر کو اطلاع کر کے تین نکلوتا ہوں،“  
میں نے کہا : ”تم خدا سے کہد و میں نہیں جاتا،“  
وہ بھی اندر جاتے کبھی باہر آتے نہیں، یکبارگی وہ لڑکی خود مکان سے باہر نکل آئی اور کہنے لگی :

”حافظ بھائی کسی سے کچھ کہتے تو قرار ہی ہیں،“  
یہ وقت بھی عجیب وقت تھا سے :

کہ عشق از پر وہ عصمت بردن آرزو زیخارا

اس لڑکی کے مکملتے ہی اس کی والدہ بھی آگئیں اور دلوں اپنے گھر پیل گئیں مرزامشم بیگ صاحب کو اپنی حکم عدوں کا سخت رنج ہوا اور وہ اسی وقت رحیم شاہ صاحب کے پاس گئے۔ چنانچہ رحیم شاہ صاحب اور مرزامشم بیگ صاحب حضور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے اور میری شکایت کرنے لگے یہ خبر سن کر میں بھی وہاں پہنچ گیا تو حضور انور میری جانب نظر کر کے مسکائے اور فرمایا :

”نور محمد شاہ انور محمد شاہ عبدالرؤف کے گھر میں کہد کہ اپنی لڑکی کو لیکر ہمارے ہاں نہ آیا کریں۔ حافظ عاشق میں کسی روز پکڑ دیا تو قیامت تک چھوٹنا مشکل ہے۔“

اس شد و مدکی شکایت کا بھی چند لفظوں میں فیصلہ ہو گیا اور میں بدتر

اُسی عشق و محبت کے افسون کا دلیواز رہا۔

میں یہاں بیان کروں کہ عشق میں انسان کی کیا حالت ہوتی ہے جب اس وقت کا خیال آتا ہے تو میکر خود ہواں غائب ہو جاتے ہیں۔ اس لڑکی کے ناخن لیکر نامش میرے پاس آتی تھی لگھی چوٹی میں جربال ناخج ہوتے ہیں وہ لیکر آتی تھی اور میں بے درینہ روپیہ دیتا تھا۔ دھرم بن اس کے پکڑے لاتی اس کی بوسنگھتھا اور مست و مدد ہوش ہو جاتا تھا۔

غرض کر بہت ماں متاع میں نے اسی دھمن میں صرف کیا۔ اپنے مکان سے روپیہ لاتا اور یہاں اس طرح خرچ کر ڈالتا تھا۔ میں اکثر حضور نور نور کی خدمت میں طرح طرح کی مٹھائیاں اور تھانع سپیش کیا کرتا تھا جس کی یہ غرض ہوتی تھی کہ حضور کے ہاتھوں سے چیزیں تیقین ہو جاتی ہیں کیا عجب ہے اس کے حصے میں بھی کوئی چیز رہ جائے۔

میں جس وقت جو چیزیں پیش کرتا تھا آپ اسے قبول فرمائے جنہے اسی لڑکی کے مکان پر بھیجنے کا حکم دیتے تھے۔

ایک روز کاذکر ہے مجھ سے ایک صاحب نے فرمایا:  
”حافظ اگر پانچ سور روپیہ تم کو دو تو ہم تھیں اس سے ملا دیں“  
میرے پاس اس وقت کچھ رہتا اس نے خاموش رہ گیا۔

اپنوں نے کہا کہ ان دلوں مولوی عبدالحید صاحب ریس تیورہ (جو آنے والے جیسے مولوی سید شرف الدین صاحب دارالشیਆ بالقاہ کے بھائی تھے) آئے ہوئے ہیں ان کی جیب میں سونے کی ایک نہایت بیش قیمت گھٹڑی ہے وہ تم کسی تدبیر سے لا دو تو ہم ملاقات کر دیں۔

اس وقت دن کے دس گیارہ بجے ہوں گے، وہ کوئی شے پر پھر بے تھے میں وہاں پہنچا اور نہ میں نے کسی سے کچھ بات کی تکمیل کہا۔ ان کی جیب سے نہایت علبلت کے ساتھ گھٹڑی نکال کر کوئی شے بے کو دڑپا۔ وہ چلانے لگے۔

”حافظ گھٹڑی کہاں یعنے جاتے ہو“۔ گھر کوں سنتا تھا۔ یہ سکر نور محمد شاہ دغیرہ

خادمان بارگاہ نے ملکوں کی پڑیا اور گھری کے ساتھ ملکوں حضور اور کے دربار میں کر کے رات دبیان کیا۔ اس وقت حضور انور نے ارشاد فرمایا:

”حافظ کو مکان رویہاں شاآنے پائیں اور نوروز علی سے بھی کہدا پئے مکان پر نہ رہنے دیں ہم کو بذمام کرتے ہیں۔ لوگ کہیں گے یہی چوری کرتے ہیں۔ ان کی بھی شرکت ہرگز ہے۔“

چنانچہ میں اسی وقت نکال دیا گیا۔ نوروز علی جن کے مکان پر رہتا تھا انہوں نے بھی رخصت کر دیا۔ رات بھرا و حرا اور بھر کی بیس کو معلوم ہوا کہ حضور انور قصبه سہالی تشریف لے گئے ہیں میں بھی وہاں پہنچا اور دروازہ پر صد لگائی تو لوگوں نے ملکوں خدمت عالی میں پیش کر دیا۔

آپسے فرمایا:

”سن ستو حافظ اب تم دیوہ میں نہیں جا سکتے۔ ہماری بدنامی ہوتی ہے۔“  
میں نے دل میں کہا کہ کچھ ہر جائے میں خود رجاؤں گا۔ چنانچہ میں دیوہ شریعت میں آگیا۔ دن بھرا و حرا اور شب کو اس رُک کے مکان پر چھوٹے دیوار سے سرٹھا تھا۔ ہوئے پڑا رہتا تھا۔

جب لوگوں نے اس حالت میں بھی ننگ کی تو ایک روز میں خود بخود ال آباد کو پل دیا وہاں پہنچ کر باغ کی طرف جانکلا اور وہاں کے پھولوں کی سیر دیکھنے لگاگر ہے۔

### گل بے رُخ یار خوش نباشد بے یار بیار خوش نباشد

پڑھ دہ دلی کی حالت میں اس بہار سے کیا شکنندی ہو سکتی تھی۔ میں سرد آہیں بھرتا ہوا اوہر سے اُدھر بھر رہا تھا کہ حن اتفاق سے مسٹر کالون صاحب بیرٹر آگئے اور خود بخود مجھ سے باقی کرنے لگے۔ میں نے ان سے اپنا سب حاصل بیان کر دیا اور اپنی میتی سب کہ سنا۔ ان کو خدا جانے کیوں میرے حال پر حرم آگیا کہ وہ اپنی ٹم میں سوار کر کے مجھے اپنی کوٹھی پر لے گئے اور بہایت غور سے میسری

داستان سننے رہے۔

میں دو تین دن ان کا بہمان رہا انہوں نے یہ میری خاص تراجمی کی کہ ایک علاری کی دکان کی سب مشائی پیاری کے نام سے لٹڑادی اور مجکھ پانچ سرروپ سرور یہ مشورہ دیا کہ تم برات پکر اس کے مکان پر پہنچ جاؤ خواہ دو ایک ہی آدمی برات میں کیوں نہ ہوں اور اس لڑکی کے مکان پر بابجہ بکرا دو لبس اتنا کام کرو اور ہم کو اطلاع دو معتقد رجیت کر لڑکی تھارے حوالے کر دینا ہمارا کام ہے۔

وہ میرے ساتھ اس ہندوی اور مبت سے پیش آئے کہ میں بیان نہیں سکتا (مجکھوں سے انس ہو گیا تھا۔ اکثر بعد میں بھی ملنے جایا کرتا تھا) میں پانچ سرروپ یہ لیکر دیوہ شریعت آیا۔ یہاں معلوم ہوا کہ حضور انور دولی شریعت میں قائمی مظہر الحجت صاحب کے مکان پر شریعت رکھتے ہیں اور عبد الرؤوف صاحب کے گھر میں یہ مبت مانی تھی کہ حافظ انکال دیا جائے تو حضور کو تہ بندہ بوا میں اور دعوت کریں چنانچہ حضور کی شریعت اور یہی پر دعوت و احراام کی تیاری ہو گی۔

یہ خبر سننے ہی میرے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور دل میں خیال آیا کہ بائیجے بجائے سے پلے چل کر قدم بوس ہو جاؤں۔ دیکھوں قسمت یا دری کرتی ہے کہ نہیں کسی صورت سے خاص دلیوہ میں دعوت قبول ہو جائے تو اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے۔

میں وہاں پہنچا اور میں نے حاضر ہو کر وہاں صد لاکھی :  
”مزابے پیاری کا“ اور خدام سے ملاں کو کچھ تھائیت وغیرہ بھی دیئے اور دعوت کا پایام دیا۔

انہوں نے میری اطلاع کی اور عرض کیا : ”حافظ دلیوہ شریعت میں حضور کی دعوت کرنے والے ہیں“

آپ نے فرمایا :

”دلیوہ میں کیا دعوت کریں گے وہ چوری سے بنانام ہو گے اور ہم کو بھی بنانام کرتے ہیں“

اس وقت ترودہ لوگ چلے آئے گر شب کو پھر کوشش کرنے کا وسیع  
کیا۔ رات کو ان لوگوں نے موقعد پا کر سب واقعہ بیان کیا۔  
حضور انور نے فرمایا:

”اچھا بلاؤ۔“

میں بدیا گیا تو آپ نے سب مال پوچھا اور اس کے بعد فرمایا:  
”اگر تم سے کوئی کہتا کہ ان کی داپنی جانب اشارہ فنا کر، گروں مار دو  
تو ہم اس لذکی سے ملا دیں گے۔“

یہ سن کر میری زبان سے ہدایت بے باکی کے ساتھ بیساختہ بکھلے:

”حضور میرابس ہوتا تو ضرور دیساہی کرتا۔“

آپ میری اس جسارت پر زیر لسب قبض فرماتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے  
اور مجکو گلے سے لگایا اور فرمایا:

”جاڈ دیوہ میں ہم تمہاری دعوت کھائیں گے۔“

میں چلا آیا اور حضور انور قمری نہیں کی ۲۴ تاریخ ہوئی و شریعت اسے اس  
لذکی کے اعزاز کی طرف سے دعوت کا اہتمام شروع ہو گیا اور تہ بند کا جگہ کوس  
امتحاب میں ہمیں اس وقت آستاد مالی پر پہنچ گیا اور صدرا لگائی: ”مزابے  
پیار کی کا؟“

جس وقت وہ تہ بند اور شیرینی بارگاہ عالی میں پہنچ ہوئی میں خیال کر رہا تھا  
کہ اس شیرینی میں ضرور اس کے ہاتھ لگے ہوں گے۔ خدا کرے مجھے بھی ملے۔ مگر  
مجب بات ہوئی کہ رحیم شاہ صاحب جو تقیم کر رہے تھے انہوں نے سب کو  
تقیم کی گر مجھی کو کچھ نہ دیا۔ یکبارگ حضور انور میری جانب مخالف ہوتے اور  
رمایا:

”مانظہ حافظ قم کو حصہ نہیں یا۔“

اور اپنے دست مبارک سے تین اپ بنبر کر مجکو مشاہی عطا فرمائی۔  
حضور میری دیر میں وہیں سے کھانا آیا تو کھانے میں سے بھی مجکو عطا فرمایا

ذین کی رکابیں جو مٹی کی تیس وہ بھی نجکو عطا ہو گئی تو میں توڑ توڑ کر ان رکابیں کو بھی کھا گیا۔

اس کے بعد میں نے دعوت کا اہتمام کیا اور اس کے مکان کے چاروں بڑ پھر کر تہ بند لایا۔ حضور انور نے اس کو زیب جسم فرمایا اور جو کھانا میں نے پیش کیا اُس میں سے کچھ کھانا حضور نے اس لڑکی کے مکان پر پہنچ دیا۔

اسی زمانہ میں پھر لوگوں کی زبانی میری شکایتیں من کر آپ نے مجکو دیدہ سے نکل جائے کا حکم دیا اور سوامینہ تک میں دیوہ کے باہر پریشان چڑھا رہا۔ ایک روز ملوہ میکر حضور کی خدمت عالی میں حاضر ہوا۔ خدام سے اطلاع کرنے کے لیے کہا تو انہوں نے انکار کر دیا۔

ایک پنجاہی جو نوار دتھے انہوں نے جا کر املاع کی کہ ایک عاشق آیا ہے۔  
حضرت انور نے ارشاد فرمایا:

”عاشق کو کون روک سکتا ہے آئے دو“

میں حاضر ہوا تو حضور نے زیرِ لب تبسم فرمایا۔ میں نے ملوہ پیش کیا تو اس لڑکی کے مکان پر پہنچنے کا حکم دیا۔

اس لڑکی کے چاہا اس مکان پر آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے مجکو بلبا یا، میں ہمایت خوش سے دہال گیا۔ دو پر کا وقت تھا چوپے کے اندر دست پناہ گرم ہو رہا تھا۔ انہوں نے مجکو چوپے تو سمجھا یا کہ اس لڑکی کا نام بینا چھوڑ دو اور دیوہ کا قیام ترک کر دو۔

جب میں نے زمانا تو مجکو دست پناہ سے داغنا شروع کیا۔ ایک شخص نے مجکو اندر جاتے ہوئے دیکھا تھا وہ خالف ہو گیا کہ کہیں ان کو یہ لوگ مار شوالیں۔ چنانچہ اس نے مستقیم شاہ صاحب کے مکان پر جا کر سما کر بلا یا اور اپنا خیال ظاہر کیا۔ وہ ماگھرا نی ہوئی حضور انور کی خدمت عالی میں پہنچا اور عرض کیا:

”یجھے فیصلہ ہو گیا۔ آج حافظان کے گھر میں بند ہے مارڈا لا ہو گا۔“

آپ نے فرمایا:

”عاشق کو مار دواں اول گئی نہیں؟“

یہ فرماتے ہوئے دروازہ پر تشریف لائے۔ اس وقت خدا مبہت سمجھا  
اور سکھنے لگے:

”عاشق ہیں مگر ملی گھس گئے ہوں گے؛ آپ دا پس پڑے آئے اور خدا  
اس مکان پر بچکر مجھکو لے آئے۔“

اُس وقت میں اس رُکل کے باقاعدہ کا سلاہ گھوکھا کرتا پہنچنے شروع نہ تھا۔ اس کے  
پھٹ جانے سے سخت بدحواس تھا۔ دافنخا اور مارپیٹ کا کچھ ہوش نہ تھا  
حضرت رازور نے مجھکو دیکھ کر فرمایا:

”ان کو مارنے سے کیا نائدِ نظم کا نتیجہ آپھا نہیں ہوتا؟“

یہ واقعہ بھی سُر کیا اور بات آئی جسکی بہر گئی۔ میں اپنی اسی حالت میں نظر کے  
لگاتا ہوا زندگی اپنے کھلکھل کر رکھا۔

ایک مرتبہ بارش کے زمانہ میں خوب پانی بر سر رہا۔ حضور انور قشیر  
بھروسہ میں رونق افزود سکتے مجھے بلکہ ارشاد فرمایا:

”تم پیرا پچ باؤ اور سل اُکر ہم سے پیشے پوریں ملو۔“

اسی وقت پسادہ پاہرا بیٹھا اور حضرت سید سالار کے مزار پر ازار  
پر حاضر ہوا۔ وہاں بیٹھ گیا تو کچھ غلطت سی طاری ہوئے۔ اُسی حالت میں  
کیا دیکھتا ہوں کہ بڑا گاؤں میں اپنے مکان پر بیٹھا ہوں۔ حضور رازور تشریف لائے  
ہیں اور فرماتے ہیں:

”حافظ تم ہماری دعوت کر د تو پیاری بلے ارتاریخ اور دو شنبہ کا  
دن ہونا چاہیے۔ اب ہم دیرہ جاتے ہیں تم ہمارے ساتھ چلو۔“

میں اسی خیال میں دیروہ شریف پہنچا اور وہاں حضرت شاہ منعم صاحب  
کو درگاہ میں پہنچا تو وکھا کہ تحریز مزار نہیں ہے اور شاہ منعم صاحب قرآن شریف  
پڑھ رہے ہیں۔ میں نے ان کا دست بارک پکڑ دیا اور عرض کیا۔

” یہ تو فرمائیے پیاری کب ملے گی ؟ ”

انہوں نے فرمایا : ” چادر چڑھاؤ گے تو ملے گی ۔  
اس کے بعد بجے رخصت کر دیا ۔ ”

امکن جو کھل تودی حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کا مزار مبارک تھا وہ  
سے اٹھکر باہر آیا تو ایک انبیٰ شخص نے بھکتوں سو روپے دیئے میں وہاں سے  
چل دیا اور دوسرے روز میتھے بو ریس پہنچا ۔ اس دن چاند رات تھی حساب جو لگایا  
تیربر کے دن گیارہ صبح تاریخ ہوتی تھی ۔ ”

اب میں حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوا اور عرض کیا ۔ ” میں اک تاریخ  
کو پیر کے دن حضور کی دعوت کروں گا ۔ ”  
فرمایا : ” جمعہ کو کرو دینا ۔ ”

میں نے عرض کیا : ” حضور ہی نے پیر کا دن پہلے مقرر فرمایا تھا ۔ ”  
سکراکر فرمایا : ” اچھا یہی ہے ۔ ”

میں دیوبہ شریعت میں حاضر ہوا اور حضرت شاہ فضل حسین صاحب دارالشیاد  
شیخ شاہ نعم صاحب کی خدمت میں گیا اور سب داقعہ بیان کیا تو میں نے جو شبیہہ  
مبارک حضرت شاہ نعم صاحب کی بتائی اُس کی انہوں نے پوری تصدیق کی ۔  
میں نے ارتاریخ کوہ، بنکے بچع کے حضور پر نور کو تہ بند بدلوایا اور دس نئے  
کھانا حاضر کی ۔ حضور انور نے چادر چڑھانے کی نسبت دریافت فرمایا ۔ میں نے  
عرض کیا : ” اب چڑھاؤں گا ۔ ”

اس کے بعد میں باہر آیا اور حضرت شاہ نعم صاحب کے مزار پر حاضر ہو کر  
چادر چڑھاں ۔ ”

مزار مبارک کے باہر آگر نیال ہو گا کہ آج گھر میں گھس کر کھپڑا ڈھوندوں ہو سو ہو اسی  
حالت میں دیوانِ حافظ کل ایک عزل ڈھتنا ہوا چلا جس کا پہلا شعر یہ ہے ۔  
اے تبّت آبی حیات دوے قدت سرو چن  
اے تخت خور شیدنِ خار و خلت مشک نعم

راستہ میں حضور انور کا آسٹا ڈھانی تھا دہاں پہنچ کر جی اور خیال کیا کہ سچے قدیم برسی کر لوں۔ ویکھا تو دروازہ کھلنا ہوا ہے میں اندر چلا گیا دہاں حضور انور تو نظر آئے گر کیا ہوں کہ کیا نظر آیا... میں نے تعجب انگیز نگاہوں سے کس کو دیکھا اور مثل آئیشہ حیرت زدہ رہ گیا۔ اسی عالمِ تجھر میں اس بادشاہِ حسن کا میری طرف سڑا ٹھاکر دیکھتا تھا کہ بس تھے:

نگاہیں بول آئیں وہ لے لیا دل

میں نہیں کہ سکتا کہ وہ انجمازِ حسن تھا یا کہ شرعاً عاشی کہ جس نے مجھے جو تحریر کر دیا اور میری آنکھیں سکھل کی کھلی رہ گئیں میں نے دیکھا کہ وہی نقشہ ہے وہی رہگا ہے وہی پیاری ہے جو کافروں میں بکیا اور گلے میں چندن ہمارے پسے ہوئے سکالاں دوپٹے اور ہے بیٹھی ہے!

یہ منظر دیکھ کر عجیب عالم ہوا اور میں سرزخون ہو گیا۔ سرخراحتا ہوں تو نہ وہ پیاری تھی۔ نہ وہ صورت تھی۔ حضور انور ہی میٹھے ہوئے تھے، پیاری کا پستہ بھی نہ تھا...!

میں نے کہا: "یہ کیا؟"

تو فرمایا: "یہی صورت ہے اسی کے ساتھ تباہ احشر ہے اور جہاں کہیں دیکھو گے اسی صورت کو دیکھو گے!"

میں کیا کہوں کہ اس وقت کیا حالت تھی... میرے تمام خیالات ایسے پڑتے گئے جیسے کچھ تھا ہی نہیں اور یہ بات پتھر پر لکیر ہو گئی کہ جو کچھ ہیں یہی ہیں یہی صورت ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ اپنی حالت میں یہی ایک نمایاں تغیرت پیدا ہو گیا میں نے اپنی دلی مراد پائی اور حضور انور کی سکل میں وہی صورت دیکھی جس کا دیوارہ تھا۔ اس ایک خیال دل سے مت گیا اور وہی حسن عالم افروز پیش نظر ہو گیا تھے:

اب کون رہا ہے جس کو دیکھوں

اک تم تھے سو آگے نظر میں

حافظ پیاری صاحب نے اس آخری منظر کو دیکھنے کے بعد پھر پیاری کے

گھر کا رخ نہیں کی اور اس وقت تک نہ کبھی اس کا ذکر ہے نہ فکر ہے۔ اول زبان پر یہ صد اضطرابی ہے:

”مزاح ہے پیاری کلابتی سب جھوٹ ہے“

حافظ پیاری صاحب سال میں دو مرتبہ ہنایت انتہام سے پکھا اور نلاف اور چادر حضور مبارک کے مزار مبارک پر پڑھاتے ہیں اس وقت حافظ صاحب کی حالت عجیب عبر تناسک منظر پذیر کرتی ہے۔

سرپر ان کے سینی رکھی ہوئی توالي ہوتی جاتی ہے۔ حافظ صاحب کی آنکھوں سے آنسو امتحان سے کفت جاری۔ دونوں آنکھیں حیرت زدہ کھلی ہوئی، تمام جسم غیر متحرک۔ دو آدمی ان کو سنبھالے ہوئے، بالکل ستائی کا عالم۔ اس حالت سے وہ حضور انور کے دربار میں پہنچتے ہیں۔ اور لوگ چادر وغیرہ پڑھا کر ان کو اسی حالت میں واپس لاتے ہیں۔ مروہ کی سی حالت ہو جاتی ہے، گھنٹوں ہوا دی جاتی ہے اور گلاب وغیرہ سو بکھارا جاتا ہے۔ جب ہوش آتا ہے اس وقت مبارک سلامت کی آوازیں سننے میں آتی ہیں۔

مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ دارشی دکیل در گھیں گیا بیان فرماتے ہیں، کہ حضرت مندوں اللہ بہاریؒ کے عرب شریعت کے موقود پر ایک چادر کے ساتھ (جو چاند شاہ صاحب کی طرف سے جاری ہی تھی) جب یہ اسی حالت سے حاضر ہوئے تو ان کے منہ سے خون جاری تھا۔ اور تمام راستہ جاری رہا۔ سیروں خون مخلک گیا غرض کہ حضور انور کی اولیٰ توجہ عالی سے حافظ صاحب کی زندگی کا رخ پلٹ گیا۔ اب محبوب کی صورت میں ان کو وہ حسن و جمال نظر آیا جو عارضی نہیں ہے اور غیر عارضی ہے جس کے مقابلہ وہ رنگ روپ بے ثبات اور نقش برآب ہے یہ وہ حسن خدا داد ہے جس نے حافظ پیاری صاحب سے زیادہ سینکڑوں ہزاروں کو دیوار بنادیا اور جس کا منظر ہر وقت آستائنے عالی پر لوگوں کو حیرت میں ڈال دیتا تھا۔

شہید خبیرِ عشق تو کاعنہ ارانند  
فتادہ در سرِ کوئے تو شہزاد ارانند

اسیہ حلقة زامن تورست گارا اند  
فلام زگس مست تو تاجدار اند

خرا ب باوہ العل قوہو شیار اند

اس جاہ عدیم المثال کو ماہتاب سے کوئی شبہ نہیں کیوں کہ اس کی چار  
دن کی چاندنی ہوتی ہے۔ اس سن کی بیمار کو اس بیرون سے تبیہ نہیں دی جاسکتی۔  
بوباد شند کے ایک ہلکے سے جبو نکلے سے مرجا جاتا ہے یہ دہ پائیدار سن ہے  
جس کے دامنی اقتلوں ہر زمانہ میں یاد گار رہیں گے۔

یہ دہ پیاری صورت ہے جس پر خود حسن و جمال کونا زہے ہے:

مزے کر لیں کلیم اب بن پڑی ہے

بڑی اور پنچی بگد قہست لڑی ہے

اس واقعہ سے اس سند تبتق کے ملاوہ کہ پیر کابل کس طرح عشقی بھاری  
سے حقیقت کی طرف مرید کولاتا ہے اور کن کن دشواریوں کے بعد کامیابی کی مبارکہ  
صورت دکھنی ضریب ہوتی ہے۔

یہ بات بھل قابل غور ہے کہ حضور انور نے باوجود قوت و اقتدار دو نور پر  
سے کسی کو محبور نہیں کیا کہ شادی کر لیں اور چونکہ دونوں مرید تھے اس لیے دونوں ہی  
کام ستمبھی دیا یہ بات مشور ہے کہ یہ:

کہتے ہیں جس کو عشق نخل سے دماغ کا

عشق و محبت میں انسان کا دماغ بالکل بیکار ہو جاتا ہے اور محبت کی ناستی  
یہی ہے کہ وہ اندھا کر دیتی ہے، بلکہ فریضیں سے کس تدریشت اندی کا انہمار  
ہوا اور پاک جذبات عشق و محبت تمام رہے۔ انسانی جذبات سے الگ آخہ  
کوئی قوت ایسی ہے جس نے آخر وقت تک دونوں کو پاک دامن رکھا جس حقیقت  
ہلک برکات بیعت ہیں جو مختلف اشکال میں ظاہر ہوئے اور حضور انور کے تائی  
مریدین کو برکات بیعت کا احساس ہے اور وہ اپنے اپنے ظرف کے موافق حضور  
انور کو برکتوں سے نامہ اٹھانے کا ذکر کرتے ہیں۔